هو العلیّ العظیم

نذرانۂ عقیدت بارگاہِ امیرالمومنین علی ابنِ ابیطالبؑ

یا محمدؐ　یا فاطمہؑ

علی علیہ السلام

علی مع القرآن و القرآن مع العلی

انا مدینۃ العلم و علی بابھا

انا و علی من نور واحد

علی مع الحق و الحق مع علی

علی حبہ جنۃ

یا حسنؑ　یا حسینؑ

حصہ اوّل

مُرتّبہ

محمد وصی خان

رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار - کھارادر - کراچی ۲

علیؑ
علیؑ
حصّہ اوّل
حصّہ اوّل
حصّہ اوّل
جس میں مؤلف
بحیثیت مصنّف

۷۸۶

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللہ عَلِیًّا وَلِیُّ اللہ وَصِیُّ رَسُولُ اللہ وَخَلِیفَہٗ بِلَافَصل

علیؑ علیؑ

حِصّہ اوّل

مؤلفہ و مرتبہ

محمد وصی خان

علیؑ مولا بہ آں معنیٰ کہ پیغمبرؐ بود مولا
عبث در معنیِ من کنت مولا می روی ہر سو

افغانستان میں مقام امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ

افغانستان میں دریائے گردیز کے کنارے ایک چوکسی کو امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہاں پر ہر سال ۲۳ مارچ کو جشنِ نوروز منایا جاتا ہے، اور روز پاکستان کے آزاد قبائل کے افراد بھی بلا اجازت جشنِ نوروز کے میلے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس مقام کی مشہوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت علی علیہ السّلام خود تشریف لائے تھے اور یہاں پر ایک کافر جو دیو قامت تھا جس نے علاقہ کے لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا، انھوں نے اس دیو کو زخمی کیا۔ یہ کافر آج بھی زندہ ہے۔ سال بھر میں دھیرے دھیرے اس کے زخم بھر جاتے ہیں۔ اور پھر خود بخود بارش ہو جاتی ہے جس سے اس کے زخم پھر کھل جاتے ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ یہ سوال کرتا ہے کہ اب دنیا میں کس کی حکومت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کی۔ یہ سنتے ہی وہ ایک دل سوز نعرہ لگاتا ہے جس سے اس کے جسم کے زخم پھر سے ہرے ہو جاتے ہیں۔ افغانستان کے شیعہ سال میں ایک دفعہ یہاں حاضری دینا ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ ہے جناب امیر علیہ السلام کا ایک زندہ معجزہ جسے دنیا آج بھی دیکھ رہی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں بہت سے واقعات اور معجزات کا ذکر ہے جس کو پڑھ کر آپ کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔

بسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ عَلِیًّا وَلِیُّ اللہ وصیّ رسُول اللہ وخلیفتہٗ بلا فصل ۵

حصّہ اوّل — فہرست مضامین

حصۂ دوم

اس حصہ کو علمائے کرام اور دانشوروں کے مضامین سے مزین کیا گیا ہے۔

تمت بالخیر

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے

عصائے پیر ہے، تیغِ جواں ہے، حرزِ طفلاں ہے

مرتب و مولفہ کتاب
محمد وصی خان
صدر مرکزی تنظیم عزا رجسٹرڈ۔

اعتراف

میں اس امر کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت کے لیے بہت سا مواد جناب سید رضا رضوی سابق متوطن شاہ گنج آگرہ حال مقیم بہار کالونی جمشید روڈ کراچی نے فراہم کیا ہے۔ اور میری بڑی حوصلہ افزائی فرما کر اس جذبۂ اسلامی اور عشقِ حیدریؑ کا ثبوت دیا، جو انھیں اپنے جدِ امجد حضرت امام رضا علیہ السّلام سے ملا ہے۔ جزاک اللہ۔
مجھ ناچیز سے کچھ غلطیاں ہو گئی ہیں جس کے لیے میں جناب رضا صاحب سے معذرت خواہ ہوں اور ائمہ اطہارؑ کے صدقے میں عفو کا طالب ہوں۔

محمد وصی خان

انتسابِ عقیدت

میری شہرت کا سبب مدحتِ حیدر ہے وصیؔ
ورنہ اربابِ سخن میں مرا رتبہ کیا ہے

دل کی تمام گہرائیوں، دماغ کی تمام وسعتوں، روح کی تمام بالیدگیوں اور عقیدت و شوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ یہ ہدیۂ ولا اور نذرانۂ عقیدت امامِ اوّل، مولائے کائنات، امیر المومنین، امام المتقین، یعسوب الدین، ہادی و خلیفۃ المسلمین، حلّالِ مشکلات، نفسِ رسولؐ، زوجِ بتولؑ، عین اللہ، لسان اللہ، وجہ اللہ، ید اللہ، اسد اللہ، اذن اللہ، شیرِ خدا، صاحبِ ذوالفقار، ابوتراب، کُلِ ایمان، خطیبِ منبرِ سلونی، مظہر العجائب و الغرائب، برادرِ محمد مصطفےٰؐ، قسیم النار والجنۃ، سیف اللہ، ناصر دین اللہ، وارثِ رسول الثقلین، ولی اللہ، حجت اللہ، صفوۃ اللہ، خلیفۃ الرسولؐ، الولی، الوصی، السخی، الصفی، الساقی، الہادی، الساجد، العابد، الصادق، الشاہد، الفاروق، الامین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کی خدمتِ بابرکت میں پیش کرتا ہوں۔ اور انھیں کے نامِ نامی واسمِ گرامی سے معنون کرکے مستدعی ہوں کہ اس ہدیۂ حقیر فقیر عاصیِ پُرمعاصی کو شرفِ قبولیت بخشا جائے تاکہ قبولِ عام ہو اور مجھ گنہ گار کی آخرت کا توشہ ہو کر مغفرت کے کام آئے۔

"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

آخر میں اپنے مولاؑ کی بارگاہ سے اپنے والدِ بزرگوار جناب محمد عسکری خاں مرحوم کی مغفرت کے لیے دست بہ دعا ہوں اور قارئینِ کرام سے ملتجی ہوں کہ والدِ مرحوم جناب محمد عسکری خاں کے لیے ایک سورۂ فاتحہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو بخش دیں۔

مقصدِ ترتیب و تالیف!

اس کتاب میں میں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی، نہ یہ میرا کوئی دماغی کارنامہ ہے، تمام اقوال، واقعات، حالات اور حقائق کتبِ تواریخ میں موجود ہیں اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کی نظر سے گذر چکے ہیں، اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت کم نگاہیں ان مقامات پر ٹھہری اور رکی ہوں گی جن کا تعلق انسانی زندگی کی رہنمائی سے ہے، یا پھر یہ کہ مطالعہ تاریخ کی دلچسپیوں، تلخیوں اور ناگواریوں نے انسانی اذہان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور وہ ان میں گم ہو کر رہ گئے۔

میں شرافتِ نفس اور حکمت و دانائی کے انمول اور زریں جواہر پاروں کو تاریخ کی ضخیم و دبیز کتابوں سے نکال کر چند صفحات میں اربابِ دانش کے سامنے لایا ہوں کہ وہ انھیں دیکھیں اور ان پر غور کریں، ممکن ہے کہ وہ کوئی مثبت نتیجہ نکال کر اپنی زندگیوں کو امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی ہدایات و حیاتِ طیبہ کی روشنی میں ڈھال سکیں۔

بارالہٰا! میری اس ناچیز سعی و کوشش کو قبول فرما اور اس کا صلہ بطفیلِ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام میرے والدِ مرحوم محمد عسکری خاں کو جوارِ معصومین میں جگہ دے جنھوں نے میری تعلیم و تربیت کے فرائض نامساعد حالات کے باوجود کما حقہٗ انجام دیئے اور جن کی بے وقت مفارقت کے باعث میں ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔

خداوندا! میری اولاد کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ، ان کو تحصیلِ علوم محمدؐ و آلِ محمدؑ کا شوق اور دین کی خدمت کا جذبہ عطا فرما، نیز انھیں دنیاوی عزت و توقیر اور تمول سے سرفراز فرما، اور میری اولاد کو غمِ حسینؑ کے سوا کوئی غم نہ دے۔ آمین!

اظہارِ تشکر!

میں ان تمام حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اور قدمے اس ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر میرے ہمنوا جناب سرکار حسن صاحب، جناب مولانا سید حیدر حسین صاحب رضوی، جناب نواب افتخار حسین صاحب، جناب رضی عباس صاحب، جناب سید اختر محمود صاحب رضوی، جناب سید محمد سبطین صاحب، جناب حسنین کاظمی صاحب، جناب معجز جونپوری صاحب، جناب قاسم عباس صاحب، جناب جانی صاحب، جناب بادشاہ مرزا صاحب، جناب غلام حیدر صاحب، جناب شاہ احسن حماد صاحب، جناب انصار حسین واسطی صاحب، جناب ضمیر حیدر صاحب، جناب جرار حسین صاحب، جناب مولانا سید حسین صاحب، جناب محشر لکھنوی صاحب، جناب وحید الحسن صاحب، جناب اقبال رضوی صاحب، جناب سرفراز حسین صاحب، جناب سید اعجاز امام صاحب، جناب داور حسین صاحب، جناب ثروت حسین زیدی صاحب، جناب عیسیٰ خان صاحب، جناب سرور حسین صاحب، جناب علی سعید صاحب، جناب رسول بخش صاحب (لاڑکانہ) جناب غلام حسین صاحب (سہون شریف) جناب سجاد حسین صاحب، جناب غیور حسین صاحب، جناب لیاقت حسین صاحب زیدی، جناب میاں غلام سبطین صاحب، جناب سخن بھائی صاحب، جناب نذیر حیدر زیدی صاحب، جناب نذر باقر صاحب، جناب مولانا صوفی زاہد حسین صاحب، جناب علی شان صاحب، جناب شاکر حسین صاحب، جناب شاہ حسین حماد صاحب، جناب سید قیصر عباس صاحب، جناب شکیل صاحب، جناب خواجہ امیر حسن صاحب، جناب غلام محمد صاحب اور جناب سید افسر حسین صاحب "علیؑ علیؑ" کے مسودات جمع کر کے کتابی شکل دینے پر آمادہ نہ کرتے تو ممکن تھا کہ یہ کتاب ابھی معرضِ وجود میں نہ آتی اور کام التوا میں پڑا رہتا۔ یہ ان سب کے پیہم اصرار اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ آج میں بفضلِ تعالیٰ اپنے خیالات کا مرقع قارئینِ عظام کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوں۔ خدائے بزرگ و برتر ان سب کو جزائے خیر دے اور ائمہ اطہارؑ کے صدقے میں ہمیشہ دینی و دنیوی نعمتوں سے مالامال رہیں۔

آخر میں اپنے محسن و مربی اور استادِ مکرم قبلہ جناب سید تائید نقوی صاحب مدیرِ عقیدہ کا تہِ دل سے شکرگزار ہوں کہ جنھوں نے اپنی خرابیِ صحت اور عدیم الفرصتی کے باوجود نہایت جانفشانی اور شب و روز محنت سے کتاب ہٰذا پر نظرِ ثانی بلکہ ترتیبِ نو فرما کر اسے قابلِ اشاعت بنایا۔

خداوندِ عالم بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ انھیں صحتِ کاملہ اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

میں جناب سید رضا رضوی کا بھی ازحد شکرگزار ہوں کہ انھوں نے مجھ سے بھرپور تعاون فرمایا۔ خدا ان کو اپنے انعاماتِ کثیرہ سے نوازے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

مقدمہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
اَفۡضَلِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی
اٰلِہٖ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاہِرِیۡنَ الۡمَعۡصُوۡمِیۡنَ الۡمَظۡلُوۡمِیۡنَ ۝

ایک عرصے سے ہماری تمنا تھی کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب کو مختلف کتابوں سے جمع کر کے یکجا کر دیں۔ لیکن یہ کام آسان نہ تھا اور انسان بالطبع سہل پسند واقع ہوا ہے۔ اس کی طبیعت مشکل کاموں سے بھاگتی ہے۔ ارادے متزلزل ہو جاتے ہیں۔ عزم باقی نہیں رہتا۔ یہی حال ہمارا ہوا کہ بار بار خیال تو آتا تھا کہ اس کام کا بیڑا اٹھا لیں لیکن پھر خود مشکلات اور دشواریوں کا تصور ہمت پست کر دیتا تھا۔ سچ ہے کہ ہر چیز اور ہر کام کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ جب وقت آجاتا ہے تو منجانب اللہ خود بخود اس کی تکمیل کے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں اور وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ اس عظیم اور مقدس ہستی کے متعلق جو کچھ بھی معلومات ہم کو حاصل ہو سکتی ہیں ان کے تین ذرائع ہیں۔ اسلامی تواریخ، کتبِ احادیث و اخبار اور کتبِ مقاتل۔ جب ہم آلِ محمدؐ یعنی اہلبیتِ اطہارؑ کے حالات اور واقعات کا تفحص کرتے ہیں تو ہماری مشکلات میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اولاً تو اکثر مسلمان مورخین نے آلِ محمدؐ کے حالات و واقعات لکھنے میں بخل سے کام لیا۔ تاریخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مورخین نے زیادہ تر بنو شاہی خاندانوں کے حالات درج کیے جو حکمران تھے اور آلِ محمدؐ کے حالات و واقعاتِ زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ ضمناً ادھر ادھر کچھ لکھ دیا۔ ان بزرگواروں کے متعلق بعض اہم اور مشہور واقعات کا ذکر کیا بھی تو مجملاً کیا اور پھر کافی تحقیق و تفتیش کی زحمت گوارا نہیں کی۔ مثلاً واقعہ کربلا

کو پیش کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ یہ تاریخِ اسلام کا ایک عظیم اور اہم ترین واقعہ ہے لیکن اکابر مؤرخین نے اس واقعہ کو ضمناً اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آلِ محمدؐ کے متعلق مسلمان مؤرخین نے یہ طرزِ عمل کیوں اختیار کیا؟ اس کے بظاہر دو وجوہ تھے۔ ایک یہ کہ اکثر مؤرخین کا تعلق ایسے مکتبِ خیال کے لوگوں سے تھا جو آلِ محمدؐ سے کوئی محبت نہ رکھتے تھے اور ان بزرگواروں سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص سے محبت اور تعلق نہ ہو تو کیوں! اس کے متعلق کچھ کہنے اور لکھنے کی تکلیف وزحمت برداشت کرے گا۔

آلِ محمدؐ سے یہ بے اعتنائی، بے پروائی اور بے تعلقی اس لیے ظہور پذیر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کے بعد اسلامی دنیا میں جو انقلاب رونما ہوا یعنی اسلام کی قیادت اُن کے گھر سے نکل کر دوسروں میں منتقل ہوگئی اور پھر ان مقدس ہستیوں کے مصائب وشہادت کا باعث ہوئی۔ نہ صرف یہ بزرگوار یکے بعد دیگرے تلوار، زہر، قیدِ تنہائی کے ذریعے صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے بلکہ صدیوں تک مسلسل اور منظم کوششیں کی گئیں کہ ان کے حالات وعلوم اور ان کے فضائل ومناقب بھی مٹا دیئے جائیں۔ پس ان تمام کارروائیوں کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جو ناگزیر تھا۔ مسلمانوں میں چند باایمان نفوس کے سوا باقی سب ان بزرگواروں کے حالات، کمالات، فضائل واعلیٰ مراتب سے ناواقف ہوگئے اور یہ مؤرخین بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد اسلام کی قیادت اور سرداری ایسے افراد کے سپرد ہوتی گئی جو آلِ محمدؐ کی عداوت ومخالفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تے۔ ان قائدین اور حکمرانوں کو ایک دقیقہ کے لیے بھی گوارا نہ ہوتا تھا کہ آلِ محمدؐ کا نام بھی لیا جائے یا ان کا ذکرِ خیر ہو۔ زمانہ کا یہ رنگ ہو گیا تھا کہ اگر کوئی صاحبِ ایمان ان بزرگواروں کا نام نیکی کے ساتھ لیتا یا ان کے فضائل بیان کرتا تو اس کی سزا تلوار کی تیز دھار ہوتی یا کم از کم قید کی سخت سزا۔ اس شدید اور مسلسل احتساب کی موجودگی میں ان مؤرخین کو جو پہلے سے

ان مقدس ہستیوں سے کوئی خاص دلچسپی اور محبت نہیں رکھتے تھے۔ کیا پڑی تھی کہ اپنی جان و مال کو خطرہ میں ڈال کر ان کے حقیقی حالات و واقعات شرح و بسط کے ساتھ لکھتے۔ بس اتنا ہی لکھا جتنا حکومتِ وقت نے اجازت دی اور جس کا ترک ناگزیر تھا۔ باوجود اس احتساب اور روک تھام کے خدا نے کچھ ایسے افراد بھی پیدا کر دیئے جنھوں نے صاحبانِ اقتدار اور حکامِ وقت کے احکام کو ٹھکرا دیا، ان کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر ان بزرگانِ دین اور اوصیائے رسولِ اکرمؐ کے حالات و کمالات اور فضائل و مناقب دل کھول کر لکھ دیئے۔ لیکن افسوس کہ ان کے اکثر ملفوظات، تالیفات و تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکے۔ ان میں سے اکثر کتب کو تو حکام نے بجبر و باضابطہ اور منظم طور پر تلف کرا دیئے، بعض لوگوں کے یہاں چند کتابیں جو بچ گئیں ان کو حاکمِ جابر کے خوف سے ان لوگوں نے اس طرح چھپایا اور مخفی کر دیا کہ پھر ان کا پتہ نہ چلا اور دنیا پھر انھیں نہ دیکھ سکی۔ مثلاً جب ہم ابنِ ندیم المتوفی ۳۸۵ھ کی کتاب الفہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ایسی متعدد کتب کے نام پائے جاتے ہیں جو جاں نثارانِ اہلبیتؑ نے ان کے حالاتِ زندگی، فضائل و مصائب کے متعلق لکھے تھے۔ ان کتب میں سے ۲ فیصد بھی باقی نہ رہے۔ مختصر یہ کہ اسلامی تواریخ سے اہلبیتؑ علیہم السلام کے متعلق خاطر خواہ کافی اور صحیح معلومات ہم کو نہیں ملتیں۔

دوسرا ذریعہ معلومات کا احادیث و اخبار ہیں لیکن ان کی حالت بھی قابلِ اطمینان نہیں۔ حضرت سرورِ کائنات کے زمانے میں ہی مسلمان غلط احادیث وضع کرنے اور بیان کرنے لگے تھے چنانچہ جب اس کی اطلاع آنحضرتؐ کو ہوئی تو آپ نے عتاب فرمایا اور ایسا کرنے سے لوگوں کو سختی سے منع فرمایا۔

رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد جھوٹی اور وضعی حدیثوں کا سلسلہ اس شدت سے جاری ہوا کہ اس کے انسداد کے لیے سخت کارروائی کرنی پڑی یہاں تک کہ حضرتِ عمر نے حضرت ابوہریرہ کے درّے لگائے۔

خلفائے راشدین کے بعد جب حکومت خاندانِ بنو امیہ میں منتقل ہوئی تو ان حکمرانوں نے جھوٹی حدیثیں وضع کرانے کا سلسلہ قائم کیا۔ کثیر رقم صرف کر کے اپنے

فضائل میں اور جناب امیر علیہ السلام اور اہلبیت علیہم السلام کی منقبت میں جو احادیث گڑھوائیں ان کے ذکر سے تواریخ اور کتبِ احادیث و اخبار بھری پڑی ہیں۔ ان جھوٹی حدیثوں کا سلسلہ بنی امیہ پر ختم نہیں ہوا بلکہ بنی عباس کے دورِ حکومت میں بھی قائم رہا۔

اس حدیث سازی کے وبائی مرض کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دنیائے اسلام کے علماء اس سے متاثر ہو گئے اور ان جھوٹی و وضعی حدیثوں کو اکثر علماء نے تو عمداً حکامِ وقت کی خوشنودی کی خاطر اور بعض نے نادانستہ طور پر اپنی کتابوں میں شریک کر لیا، اور اس کثرت سے شریک کیا کہ بعد میں ان کے متعلق بعض محققین کو بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھنی پڑیں، اس کے باوجود بعض معتبر اور مستند کتب احادیث میں بلکہ صحاحِ ستہ میں بھی یہ جھوٹی اور وضعی احادیث رہ گئیں جو اب تک موجود ہیں۔

کتبِ شیعہ بھی ان سے محفوظ نہیں رہیں۔ ان کی کتبِ احادیث میں بعض ایسی حدیثیں نظر آتی ہیں جن سے بادی النظر میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن ذرا غور و فکر کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان سے ان بزرگوں کی منقصت اور توہین ہوتی ہے۔

یہ حدیثیں بڑی چالاکی و مکاری کے ساتھ وضع کی گئیں۔ بعض بھولے اور کم عقل شیعہ علماء نے ان کو مفیدِ مطلب سمجھ کر اپنی کتب میں شریک کر لیا۔

ان سب دشواریوں کے باوجود مولائے کائناتؑ کے فضائل جس حد تک ناچیز کو اپنی علمی سمجھ کے مطابق مل سکے ان کو یکجا کیا ہے۔ ان میں نہ رنگ آمیزی سے کام لیا گیا ہے نہ مبالغہ آفرینی سے نہ ان میں نارِ اعصبیت کارفرما ہے اور نہ بیجا جنبہ داری بلکہ حقائق و واقعات اور تاریخی مسلمات کی روشنی میں انھیں اس طرح ترتیب دیا گیا ہے تاکہ آپؑ کی زندگی و سیرت کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑ سکے۔ تاریخی واقعات کو تاریخ ہی کی زبان میں دہرایا گیا۔ اس کے علاوہ جنابِ امیرؑ کی ذات سے جو بنی نوع انسان کو جو فوائد پہنچے ہیں وہ ان ہی کی زبانی صحیح حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

انھیں غلط رنگ دینے یا مسخ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے، اور اختلافی مسائل کو صرف تجزیہ تاریخ و نقدِ روایت تک محدود رکھا ہے اور حتی الامکان باہم آویزشوں سے بچنے کی سعی کی گئی ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دعا ہوں کہ عصبیت و تنگ نظری کی زنجیروں سے آزاد رہ کر تحقیق و جستجو کی مجھے توفیق عطا کرے اور میں مولائے کائنات ؑ کی ارفع و اعلیٰ شخصیت کے حقیقی خدوخال پیش کرنے میں کامیاب ہوں۔ میری دلی آرزو ہے کہ یہ کتاب بارگاہ مرتضوی میں قبول ہو اور میرے لیے زادِ آخرت کا کام دے۔

طالبِ حق

خاکپائے اہلبیتِ اطہار ؑ

محمّد وصی خان

"منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت ؑ کے کسی خاص محب نے آپ سے سوال کیا یا امیرالمومنین ؑ! باوجود اس کے کہ اس قدر فضائلِ صوری و معنوی اور کمالاتِ دنیوی و اُخروی آپ کی ذات فائض البرکات کو حاصل ہیں پھر کیا سبب تھا کہ ابنِ ہندہ کو مغلوب نہ کر سکے؟ فرمایا۔ دنیا دو پاؤں سے قائم ہے۔ ایک حق دوسرا باطل۔ میں نے ارادہ کیا کہ یہ ایک پاؤں سے کھڑی ہو مگر نہ ہو سکی۔"

جدول
حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام

اسمِ مبارک ———— علیؑ

کنیت ———— ابو الحسنین، ابو تراب

لقب ———— امیر المومنین، مرتضیٰ وغیرہ

جائے ولادت ———— خانۂ کعبہ

یوم، تاریخ، ماہ و سنہ ولادت ———— جمعہ - ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل

نام والدِ ماجد ———— حضرت ابو طالبؑ

نام والدۂ ماجدہ ———— حضرت فاطمہ بنت اسد

حاکمِ وقتِ ولادت ———— شہریار

جائے شہادت ———— مسجدِ کوفہ

نقشِ نگیں ———— الملک للہ الواحد القہار

یوم، تاریخ، ماہ و سنہ شہادت ———— دوشنبہ - ۲۱ رمضان ۴۰ھ

قاتل و سببِ شہادت ———— ضربتِ ابنِ ملجم ملعون از زہر آلود تلوار، بحالتِ نماز

سنِ مبارک ———— ۶۳ سال

حکمرانِ وقتِ شہادت ———— امیر معاویہ (حاکمِ شام)

مدتِ امامت ———— ۲۹ سال

جائے دفن ———— نجفِ اشرف (عراق)

خاندانِ مرتضوی

شجرۂ طیبہ

حضرت ابراہیمؑ شجرۃ الانبیاء
حضرت اسماعیلؑ
قیدار
حمل
بنت
سلامان
ہمیع
یسع
ادو
آد
عدنان
معد
نزار
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر
غالب
لوئی
کعب
مرّہ
کلاب
قصی
عبد مناف
ہاشم
عبد المطلب

حضرت عبد اللہ
حضرت محمد مصطفےٰ صلعم
حضرت فاطمہ زہراؑ

حضرت ابو طالب
حضرت علی مرتضیٰؑ

حضرت امام حسنؑ

حضرت امام حسینؑ
حضرت امام زین العابدینؑ
حضرت امام محمد باقرؑ
حضرت امام جعفر صادقؑ
حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
حضرت امام علی رضاؑ
حضرت امام محمد تقیؑ
حضرت امام علی نقیؑ
حضرت امام حسن عسکریؑ
حضرت امام مہدی العصر
علیہ السّلام
عجّل اللہ فرجہٗ

تفصیل ازواج واولاد
جناب امیر علیہ السلام

ازواج جناب امیر علیہ السلام

کتاب انوار الحسینیہ، جلد ۲ ص ۳۵ میں ہے کہ آنجناب نے دس عورتوں سے نکاح کیا۔ آپ کا پہلا عقد جناب فاطمہ زہرا بنت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ رسول خدا سے ہوا اور آپ کی حیات میں جناب امیر نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ وقتِ شہادت چار بیویاں موجود تھیں۔ امامہ، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ اور جناب ام البنین۔

پسران جناب امیر علیہ السلام

پسران جناب امیر علیہ السلام کی تعداد ۱۲ تھی حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ جناب محسنؑ از بطن جناب فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا۔ حضرت محمد حنفیہ از بطن خولہ حنفیہ دختر جعفر بن قیس۔ حضرت عباسؑ علمدار، جعفرؑ، عثمانؑ، عبداللہ اکبر از بطن جناب ام البنین دختر حزام کلابیہ۔

اولاد امیر المومنین سے صرف پانچ فرزندوں کی نسل چلی (تاریخ محمد بن جریر طبری۔ تاریخ ابو الفداء اور مناقب شہر آشوب) (۱) حضرت امام حسنؑ (۲) حضرت امام حسینؑ (۳) حضرت عباس علمدار (۴) حضرت محمد حنفیہ (۵) عمر الاکبر۔

دختران جناب امیر علیہ السلام

جیسا کہ مختلف کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی دختران کی تعداد ۱۶ تھی۔

جناب زینبِ کبریٰ، جناب زینب صغریٰ (ام کلثوم) از بطن جناب خاتون جنتؑ، جناب رقیہ از بطن ام حبیبہ و بروایت جناب ام البنین کے بطن سے تھیں، جناب زینب کا عقد جناب عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا اور جناب ام کلثوم کا عقد جناب محمد بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا باقی دختران جناب علی المرتضیٰؑ کے حالات عام طور پر کتابوں میں نہیں پائے جاتے

علیٌ ولیُ اللہ

جس طرح خدا کے نہ ماننے والوں کے انکار سے خدا کی خدائی پر کوئی اثر نہ پڑا اور لوگ اس پر ایمان لاتے ہی رہے، اسی طرح اہلبیتِ رسولؐ کی عظمت اور علیؑ کی ولایت و وصایت کو نہ ماننے سے ان کی عظمت و منزلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ برعکس اس کے جب اغیار تاریخ کا غیر جانبدارانہ اور منصفانہ مطالعہ کرتے ہیں تو علیؑ کی ولایت پر خود ایمان لے آتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "ان علیاً منّی و انا من علی و ھو ولی کل مومن لعدی،" علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور میرے بعد علیؑ ہر مومن کے ولی ہیں۔ صاحبِ عبقات الانوار نے ۶۷ محدثین اہلسنت سے نقل فرمایا ہے جس میں صحاح ستہ سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کی مستند کتب شامل ہیں۔

"عبقات الانوار فی امامۃ ائمۃ الاطہار"، ایک عظیم تالیف ہے جس کی متعدد جلدوں میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اور ائمہ اہلبیت طاہرینؑ کی امامت، عصمت اور فضیلت سے متعلق اور ان کے حق کے اثبات میں وہ سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے جو اللہ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار ارشاد فرمایا اور یہ ارشادات صحابہ، تابعین اور محدثین نے نقل کیے اور جو اہلسنت کی مستند کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ اس تمہید کے بعد ہم عبقات الانوار سے حدیثِ ولایت کے ۶۷ حوالے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حوالے ان حضرات کے لیے ہیں جو اپنے علماء اور اپنی گزشتہ کتابوں کو مانتے ہیں۔ جو لوگ کسی مشترکہ بنیادِ گفتگو پر متفق ہی نہیں اور ہر شخصیت اور ہر بات کے منکر ہیں ان سے کوئی گفتگو عبث ہے۔

قال رسول اللہ! ان علیاً منّی و انا من علی و ھو ولی کل

مومن من بعدی" حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی

اِس حدیث کو حسب ذیل محدثین نے نقل کیا ہے:

۱۔ سلیمان بن داؤد طیالسی ۲۰۴ھ۔ شیخ و استاد احمد بن حنبل کی روایت استیعاب ابن عبد البر میں ہے (مسند صحیح)

۲۔ ابوبکر عبد اللہ بن ابی العبسی الکوفی۔ ۲۳۵ھ۔ رسالہ قول علی فضائل علیؑ، چالیسویں حدیث۔

۳۔ امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل میں بسند صحیح۔

۴۔ ابوعیسی محمد بن عیسیٰ بن سورۃ اقلمی الترمذی۔ صحیح ترمذی میں بسند حسن ارزادیان ثقہ۔

۵۔ ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی۔ ۳۰۳ھ
خصائص نسائی۔ یکے از صحاح ستہ و کتاب خصائص امیر المومنینؑ۔

۶۔ حسن بن سفیان النسوی البالوری ۳۰۳ھ۔ کتاب الاکتفا (مسند) ابراہیم بن عبد اللہ یمنی الوصابی۔

۷۔ ابویعلی احمد بن علی الوصل۔ ۳۰۷ھ۔ مسند ابویعلی بسند صحیح۔

۸۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔ ۳۱۰ھ۔ کنز العمال و تہذیب الآثار۔

۹۔ خشمیتہ بن سلیمان الاطرابلسی۔ ۳۴۳ھ۔ فضائل الصحابہ۔

۱۰۔ ابوحاتم محمد بن حبان البستی۔ ۳۵۴ھ۔ ریاض النفرہ صفحہ ۲۱۲۔ ۲۸۷ و نیزملا کتاب الاکتفاء در حرف میم۔

۱۱۔ سلیمان بن احمد بن احمد بن ایوب الطبرانی۔ ۳۶۰ھ۔ مفارج العلےٰ۔ علامہ محمد صدر عالم۔

۱۲۔ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم الضبی نیشاپوری۔ ۴۰۵ھ۔ مستدرک علی الصحیحین میں بشرطِ صحت صحیح مسلم۔

۱۳۔ احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی۔ ۴۱۰ھ۔ کنز العمال ملا محمد متقی۔

۱۴۔ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق موسیٰ الاصفہانی۔ ۴۳۰ھ۔ کتاب الاکتفا الوصابی و فضائل الصحابہ۔

۱۵۔ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی۔ مناقب اخطب خوارزم۔

۱۶۔ ابو القاسم حسین بن محمد الشہیر بالراغب الاصفہانی۔ محاضرات الادباء و محاورات الشعراء والبلغاء۔ مطبوعہ مصر۔

۱۷۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی المعروف بالخطیب۔ ۴۶۳ھ۔ کنز العمال مفتاح النجا قولِ مستحسن معارج العلیٰ۔

۱۸۔ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن البر النمری القرطبی۔ ۴۶۳ھ

۱۹۔ مسعود بن ناصر السجستانی۔ ۴۷۷ھ۔ طرائف فی معرفت مذہب الطوائف۔

۲۰۔ ابو الحسن علی بن محمد بن الطیب الجیلانی۔ ۴۸۳ھ۔ مناقب علی بن ابی طالب ؑ قلمی موجود در کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ۔

۲۱۔ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیردیہ بن خنافسر و الدیلمی الصمرانی۔ ۵۰۹ھ فردوس الاخبار۔

۲۲۔ محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی۔ ۴۸۸ھ۔ ولادت الخالص العلویہ۔

۲۳۔ ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار شیرویہ بن الدیلمی۔ ۵۵۸ھ۔ مسند الفردوس و کتاب الاکتفاء

۲۴۔ ابو المؤید موفق بن احمد المعروف بہ اخطب خوارزم۔ ۵۶۸ھ۔ مناقب امیر المومنین۔

۲۵۔ علی بن حسین بن ھبۃ اللہ المعروف بہ ابن عساکر ۵۷۱ھ۔ ریاض النضرہ

فی فضائل العشرۃ والکفایۃ الطالب۔ توضیح الدلائل وروضۃ ندبہ۔

(۲۶) ابوحامد بن محمود محمد بن حسین بن یحییٰ الصالحانی۔ توضیح الدلائل علی الترجیح الفضائل شہاب الدین احمد بصراحت حدیث حسن متین۔

۲۷۔ ابوالسعادت مبارک بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر الجزری ۶۰۶ھ۔ جامع الاصول من احادیث الرسولؐ۔

۲۸۔ عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل القزوینی الرافعی۔ ۶۲۳ھ۔ کنزالعمال ملا علی متقی و منہاج التجا میرزا بدخشانی صفحہ ۲۲۸ فصل خامس من الباب الثالث۔

۲۹۔ عزیز الدین ابوالحسن علی بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر۔ ۶۳۰ھ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (حرف العین ترجمہ العلیؑ)

۳۰۔ ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلنی الکلاعی المعروف بہ ابن سبع ۶۳۴ھ شفاء الصدور، کتاب الاکتفا۔ تہذیب الآثار ابن جریر۔

۳۱۔ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن الواحد المقدسی السعدی النیلی ۶۴۳ھ۔ کتاب المختارہ، کتاب الاکتفا، مستدرک حاکم۔

۳۲۔ ابوسالم محمد بن طلحۃ القریشی الزرریر۔ ۶۵۲ھ۔ مطالب السئول صفحہ ۱۵۲۔ فصل خامس، باب اوّل۔

۳۳۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی۔ ۶۵۸ھ۔ کفایۃ الطالب، مختلف اسناد سے باب ۶۲۔

۳۴۔ محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری الشافعی المکی ۶۹۶ھ ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ فصل خامس باب الرابع قسم ثانی۔

۳۵۔ ابراہیم بن محمد الحموینی۔ ۷۲۲ھ۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول و السبطین میزان الاعتدال۔

۳۶۔ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی۔ ۷۴۸ھ میزان الاعتدال۔

۳۷۔ حافظ محمد بن یوسف لزرندی ۷۵۰ھ۔ نظم درر السمطین والمعارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسولؐ۔

۳۸۔ محمد بن مسعود الکازرونی ۷۵۸ھ

۳۹۔ علی بن شہاب الدین الہمدانی۔ ۷۸۶ھ۔ مودۃ القربیٰ

۴۰۔ سید شہاب الدین احمد (صاحب توضیح الدلائل) توضیح الدلائل صفحہ ۳۸۵ باب خامس وصفحہ ۴۷۹ باب سابع والعشرون۔

۴۱۔ شہاب الدین احمد بن علی المعروف بہ ابنِ حجرِ عسقلانی ۸۵۳ھ الاصابہ بتمیز الصحابہ بحوالہ صحیح ترمذی۔

۴۲۔ حسین بن معین الدین الیزدی المیبندی۔ ۸۷۰ھ۔ فواتح بحوالہ صحیح ترمذی

۴۳۔ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ۹۱۱ھ

۴۴۔ شہاب الدین احمد بن محمد العسطلانی ۹۲۳ھ۔ ارشاد الساری شرحِ صحیح بخاری بروایت احمد بن حنبل

۴۵۔ الحاج عبدالوہاب بن محمد بن رفیع الدین احمد النجاری ۹۳۲ھ تفسیر انوری

۴۶۔ محمد بن یوسف السامی ۹۵۰ھ۔ سُبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد بحوالہ امام احمد و بخاری و اسماعیلی و نسائیؒ۔

۴۷۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی مکی ۹۷۳ھ منح مکیہ شرحِ قصیدۂ ہمزیہ۔

۴۸۔ علی بن حسام الدین بن عبدالملک القادری المعروف بہ المتقی ۹۷۵ھ کنز العمال (بطرقِ متعددہ)

۴۹۔ شیخ عبداللہ العیدروس ۹۹۰ھ۔ العقد النبوی والسیرۃ المصطفوی بحوالہ ترمذی وحاکم۔

۵۰۔ میرزا مخدوم بن معین الدین۔ ۱۱۰۳ھ۔ کتاب النواقض بحوالہ ترمذی۔

۵۱۔ ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی۔ اسنی المطالب

۵۲۔ احمد بن محمد بن احمد الحانی الحسینی الشافعی۔ تبر مذاب فی ترتیب الاصحاب

۵۳۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی۔ کتاب اربعین فی مناقب امیر المومنین۔ ۱۰۰۰ھ۔

۵۴۔ علی بن سلطان محمد الہروی القادری۔ ۱۰۱۴ھ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

۵۵۔ عبدالروف بن علی المنادی شافعی۔ ۱۰۳۱ھ۔ محنوز الحقائق فی درترتیب خیر الخلائق۔

۵۶۔ سید محمود بن علی الشیخانی القادری۔ ۱۱۰۱ھ

۵۷۔ احمد بن الفضل بن محمد باکیثیر ۱۱۴۷ھ۔ وسیلۃ المآل فی مناقب الآل (از امام احمد بن حنبل)

۵۸۔ میرزا محمد بن معتمد خاں حارثی بدخشی۔ ۱۱۲۴ھ۔ مفتاح النجا فی مناقب آل العبا۔ (از امام حنبل و نزول الابرار)

۵۹۔ محمد صدر عالم۔ ۱۱۴۶ھ۔ معارج العلیٰ۔

۶۰۔ شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم۔ ۱۱۷۶ھ۔ قرۃ العینین (از حاکم و نسائی)

۶۱۔ محمد بن اسماعیل الامیر الیمینی۔ ۱۱۸۲ھ۔ روضۃ المذیہ شرح تحفہ علویہ (ترمذی والوحاتم)

۶۲۔ محمد بن الصبان۔ ۱۲۱۱ھ۔ اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل اہل بیتہ الطاہرینؑ۔

۶۳۔ احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی۔ ۱۲۲۵ھ۔ ذخیرۃ المال فی شرح عقد الجواہر لال

۶۴۔ مولوی محمد مبین بن محب اللہ سہالی۔ ۱۲۲۵ھ (وسیلۃ النجاۃ از حاکم و ترمذی۔

۶۵۔ محمّد سالم بن سلام اللہ مفید، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی ۔ اصول الایمان (از ترمذی)

۶۶۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی ۔ ۱۲۷۰ھ ۔ مراۃ المومنین فی مناقب آلِ سید المرسلینؐ فصل ثانی، باب اوّل ۔

۶۷۔ شیخ سلیمان قندوزی ۔ ینابیع المودۃ (از سنن ترمذی)

۶۸۔ مولوی حسن الزماں الترکمانی الحیدر آبادی ۔ التنول المستحسن فی فخر الحسن صفحہ ۹۱۳

قارئینِ کرام ! اس سلسلہ میں آپ کو اتنا اور بتاتا چلوں کہ سندھ اور ملتان میں ایک ہزار سال قبل بھی اذان اور کلمہ میں "علیؑ ولی اللہ" کہا جاتا تھا۔ جناب کی خدمت میں کتاب "حسن بن صبّاح"، مصنفہ مولانا مولوی عبد الحلیم ایڈیٹر دلگداز مطبوعہ مکتبۂ سلطانی بھنڈی بازار بمبئی ۳ سنہ۔ صفحہ ۲۔۳۔۷، باب "سندھ اور ہندوستان کے باطنی" میں شررؔ لکھنوی فرماتے ہیں :۔

"مسعودی، ابن فروازیہ، ابن حوقل، ابوالسحٰق اسطخری اور علاّمہ بشاری کے سفرناموں کو اگر ترتیب سے رکھا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اسماعیلی مذہب آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے کس طرح سندھ کے تمام مسلمانوں کا مذہب بن گیا تھا۔ ملتان تو پہلے ہی اسماعیلی مذہب کا پیرو ہو چکا تھا۔ منصورہ باقی تھا، اس نے بھی خلافتِ بغداد کے مذہب کو چھوڑ دیا اور دونوں جگہ کی مسجدوں کے خطبوں میں مصر کے خلفائے بنی فاطمہ کے نام شامل ہو گئے اور اذان میں کلمہ "اشھد ان علیاً ولی اللہ" بڑھ گیا۔"

ابو الحسن علی بن حسین بن علی المسعودی عن کا انتقال سنہ ۹۵۶ھ میں ہوا ہے اور اس واقعہ کو آپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے ۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں

نے انتقال سے دس بیس سال قبل ہی سندھ اور ملتان کا دورہ کیا ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشهد ان علیاً ولی اللہ، کلمہ اور اذان میں تقریباً ۳۴۰ھ یا اس سے پہلے سے رائج تھا جو آج تک بحمد اللہ رائج ہے اور قیامت تک رائج رہے گا۔ یہ کتاب جس سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے جناب سید رضا رضوی ساکن بہار کالونی جمشید روڈ کراچی کے پاس موجود ہے۔ "منصورہ" کراچی کا سابقہ نام ہے۔

ابنِ بطوطہ اپنے سفر نامہ میں مندرجہ بالا حقائق کی تصدیق کرتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ سفر نامہ انتہائی معتبر و مستند سمجھا جاتا ہے۔
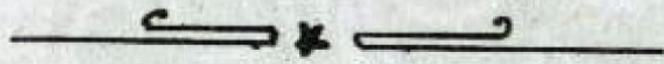
وَجْہُ اللہ

او خیو انداخت بر روئے علیؑ
افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

(مولانا رومیؒ)

خَلِیفَۃُ اللہ

گر خلیفہ چارم در اوش خوانند
من اولیش شناسیم نیستش ثانی

(حکیم قاآنیؒ)

اسد اللہ

غالبِ نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللہ و ہم اسد اللہیم

(غالبؔ)
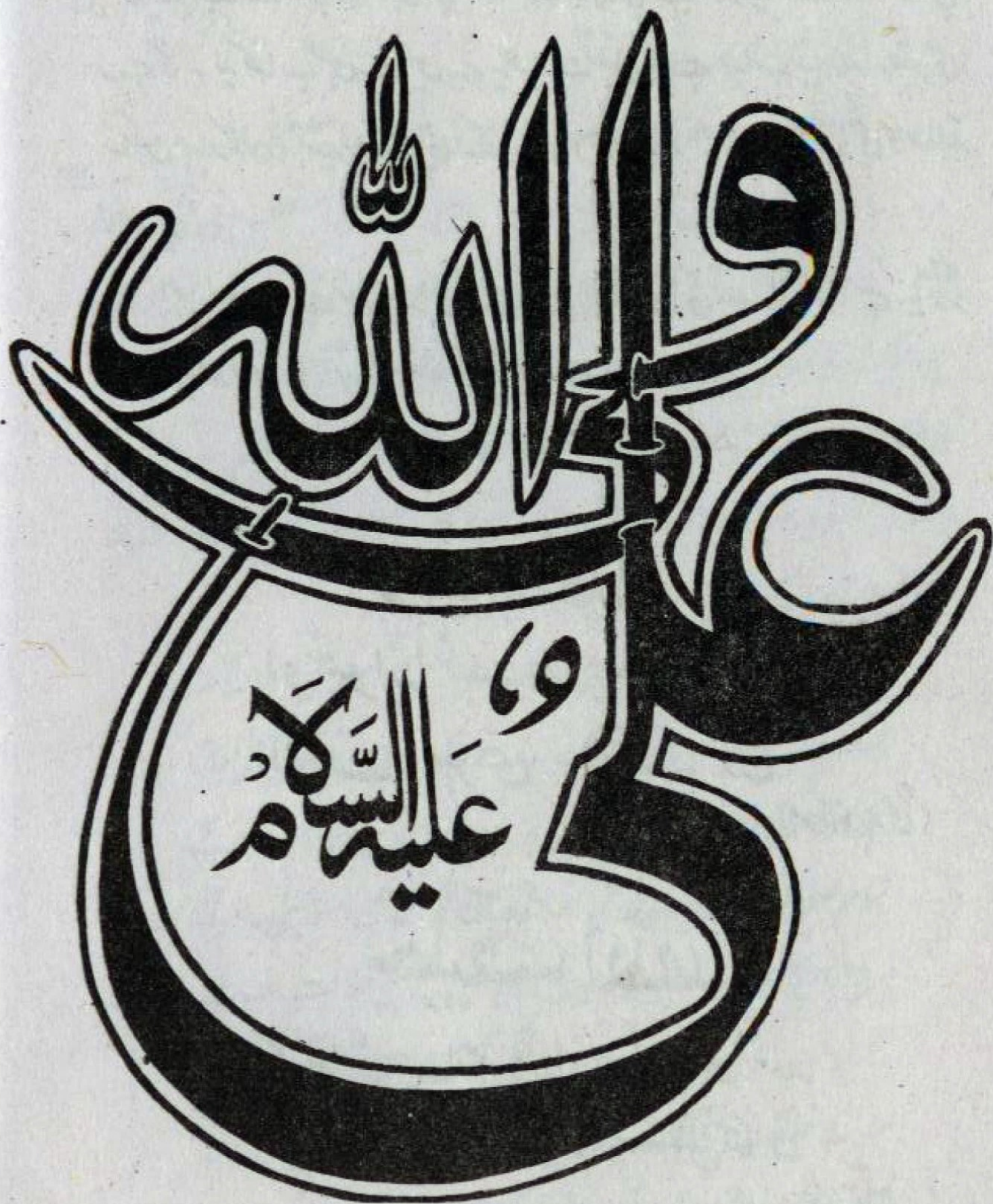
مُصنّف :- عبدالکریم مشتاق

کتبہ سید تہذیب حسین امروہوی

فضا میں نعرۂ حیدری کی گونج

اب تو اپنے دشمنوں نے بھی "یا علی" کا نعرہ اپنا لیا

بھارتی فوجوں نے شکست سے بچنے کیلئے حضرت علی کا سہارا لینا شروع کر دیا

ہندوستان و پاکستان کی سنہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کا حال
اخبارات کی زبانی

راولپنڈی ۹ اکتوبر (اے پی پی) کل یہاں پاکستانی فوج کے ایک افسر نے اخبار نویسوں کو حالیہ جنگ کے متعلق معلومات بہم پہنچاتے ہوئے بتایا کہ بھارتی فوج کے ڈوگرہ اور جاٹ پلاٹونیں پاکستان کی نقل اتارتے ہوئے سیالکوٹ اور چیت گڑھ سیکٹر میں حملے کے وقت "یا علی" کا نعرہ لگا رہے تھے جنگ کے شور میں پاکستانی فوجیوں نے بھارتی سپاہیوں کو دیکھا کہ وہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے یہ نعرے لگا رہے تھے انھوں نے کہا ہم یہ بات نہیں سمجھ سکے کہ بھارتی یہ نعرے ہمیں دھوکہ دینے کیلئے لگا رہے تھے یا اس طرح وہ اپنے اندر قوت اور اپنے حملے میں زور پیدا کرنا چاہتے تھے۔
روزنامہ انجام کراچی، مورخہ ۵ اکتوبر ۶۵ء

ہمارے جانباز مجاہدین وطن ہی "یا علی" کا نعرہ نہیں لگاتے ہیں

بلکہ ان کے جنگی ہتھیار اور توپیں بھی یا علی یا علی کہتی ہیں!

واہگہ سیکٹر ۳ اکتوبر (انجام، نمائندہ خصوصی) ہمارے جوان خدا پر کامل بھروسہ اپنے مقصد پر یقین اور وطن سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں، وہاں انھیں اپنے اسلحے سے بھی بہت پیار ہے اپنے ایسے ہی ایک توپچی کا بڑا دلچسپ اور ایمان افروز قصہ سننے میں آیا ہے وہ جب سے آرٹلری

میں متعین ہے۔ ایک ہی توپ پر کام کر رہا ہے۔ سنا ہے اس نے ہمیشہ اپنی توپ کو دلہن کی طرح بنا سنوار کر رکھا۔ وہ روزانہ دو مرتبہ اسے کپڑے سے اچھی طرح صاف کر کے چمکاتا تھا۔ جب اسے محاذ پر دشمن کے مقابلے میں، توپ چلانے کا موقع ملا تو وہ فرط مسرت سے ناچنے لگا اس نے بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ مورچے پر اپنی پوزیشن سنبھال لی اور پھر دشمن پر جہنم کے دروازے کھول دیئے وہ ہر گولہ چلانے کے بعد عقاب کی سی نگاہوں سے اپنا نشانہ دیکھتا اور جب اسے نظر آتا کہ اس کے گولے سے دشمن کے سپاہیوں کے لوتھڑے ہوا میں اڑ رہے ہیں تو بے اختیار "یا علی" کا نعرہ لگا کر دوسرا فائر کر دیتا۔ جب اس کا گولہ کسی ٹینک میں لگتا تو وہ بے اختیار اپنی توپ کو چومتا اور کہتا شاباش شیر کی بچی بھون کر رکھ دے کافروں کو"۔

بتایا گیا ہے کہ وہ باقاعدہ اپنی توپ سے باتیں کیا کرتا تھا اور انتہائی جوش و خروش کے عالم میں کہتا تھا۔ "تو مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔ ظالم بخشش چاہتی ہے تو کافروں کے ٹکڑے اڑا دے"۔

اس کے ساتھی جب اس سے پوچھتے کہ تم اس بے زبان سے باتیں کیوں کرتے ہو تو وہ کہتا "اسے تمہیں بے زبان نظر آتی ہے؟ یہ تو میری جان ہے دیکھتے نہیں یہ کتنی گرج گرج کر بولتی ہے تم اس کی زبان نہیں سمجھتے غور سے سنو، جب گولہ چلتا ہے تو اس کے منہ سے صاف آواز نکلتی ہے

یا علی، یا علی

سیالکوٹ کے محاذ پر جن توپچیوں سے ملا، ان کا بھی یہی حال تھا، وہ بتلاتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ جناب ہم نے اس جنگ میں معجزے دیکھے ہیں۔ ہم نے خدا کی قدرت کے کرشمے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ (روزنامہ انجام کراچی، مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

یا علی کا نعرہ سن کر بھارتی سپاہی کا دم نکل گیا!

راولپنڈی ۲۴ اگست، مظفر آباد سے اطلاع ملی ہے کہ کل رات بھارتی فوج نے چناری سے آگے بڑھنے کی کوشش کی، مجاہدین نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین "یا علی" کا نعرہ لگا کر آگے بڑھے تو ایک بھارتی سپاہی رام چرن دہشت سے وہیں گر کر ہلاک ہو گیا۔

نوائے وقت ۲۵ $\frac{۸}{۶۵}$، جنگ کراچی ۲۶ $\frac{۸}{۶۵}$

ہم نامہ نگار جب مفتوحہ علاقے میں داخل ہوئے تو پاکستانی فوج کے مورچوں میں بیٹھے ہوئے جوانوں نے اللہ اکبر اور یا علی کے نعروں سے ہمارا استقبال کیا۔ گاڑی میں میرے برابر پیرس کے اخبار "لی نگارو" کا نامہ نگار بیٹھا تھا۔ اس نے پاکستانی جوانوں کے نعروں کے جواب میں انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی۔ میں نے اس اشارے کا مطلب اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا ہمارے ملک میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ "خدا تمہارے ساتھ ہے"

● فوجی جب محاذ پر جانے کے لئے آبادیوں کے قریب سے گزرتے ہیں تو شہری انھیں مشروبات پیش کرتے ہیں اور اللہ اکبر اور یا علی کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ انھیں رخصت کرتے ہیں (مشرق

● کھیم کرن میں پاکستانی فوجی افسر نقشہ زمین پر رکھ کر تمام صورتحال سمجھا رہے تھے کہ پاکستانی فوجی توپوں نے بھارتی طیارے کو اپنا نشانہ بنایا اور چشم زدن میں فضا میں دھوئیں کی ایک بھاری لکیر نمودار ہوئی جوانوں کے چہروں پر فتح و کامرانی کی جگمگاہٹیں نمایاں ہو گئیں اور دور فضا میں نعرۂ تکبیر اور پنج نعرے پنجتن اور ایک نعرۂ حیدری یا علیؑ" سے فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ ہم نے ایسے روح افزاء مناظر چار بار دیکھے۔ (لوائے وقت ۹/۶۵ ۲۱)

● شعر کی داد :۔ نئے لوگ شعر و نغمہ پر تالی بجا کر داد دیتے ہیں مگر سپاہیوں کا طور الگ ہے وہ جب کسی نغمہ یا شعر پر رہجھتے ہیں تو نعرہ حیدری یا علی بلند کرتے ہیں، کل یہ نعرہ اس ہسپتال میں بہت گونجا جہاں سپاہی مورچوں سے زخمی ہو کر آئے ہیں اور زیر علاج ہیں۔ (مشرق ۹/۶۵ ۲۹)

● آج کی نجبس :۔ جھٹ پٹے کا وقت تھا۔ اکا دکا راہ گیر سڑک سے گزر جاتا پھر قدموں کی چاپ دھندلکے میں جذب ہو جاتی۔ ایک شخص اپنے ننھے سے بچے کی انگلی پکڑے سڑک سے گزرا نیند بچے کی آنکھوں میں سمائی ہوئی تھی وہ بار بار جمائیاں لیتا اور ننھی ننھی مٹھیوں سے آنکھیں ملتا۔ اچانک سناٹے میں خفیف سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اجلے آسمان کا گوشہ کسی طیارے کی آواز سے گونجنے لگا۔ وہ پی آئی اے کا ایک عام مسافر طیارہ تھا۔ بچے نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان میں طیارے کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور جب وہ قریب نظر آیا تو اس نے اپنی انگلیوں کو باپ کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کیا اور پھیپھڑے کی پوری قوت کے ساتھ ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر نعرہ لگایا۔
"نعرۂ حیدری، یا علی"۔

آج ایک ننھے بچے نے کارِ دنیا کا آغاز "نعرۂ حیدری یا علیؓ" سے کیا ہے۔ یہ لوگ اخبار میں کیا ڈھونڈھ رہے ہیں۔ آج کی تازہ خبر تو سنی جا چکی ہے۔ "نعرۂ حیدری یا علیؓ" اس نعرے کی بازگشت صدیوں سے سنی جا رہی تھی آج ایک ننھے نے اس بازگشت میں اپنی آواز کا ارتعاش شامل کر دیا۔ یہ آواز ہمارے کانوں میں معمول سے زیادہ شدت کے ساتھ گونج رہی ہے۔ رگ اور ریشے میں سمائی ہے۔ خون میں گردش کر رہی ہے آج کی تازہ خبر ہمارے وجود کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ (مشرق $\frac{9}{65}$ ۱۳)

● برکی کے علاقہ میں مجھے (نامہ نگار کو) بتایا گیا کہ ۱۶ روز کی اس جنگ کے دوران دیہات کے بچوں، توپوں اور ٹینکوں اور بمباری کے دھماکوں کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ جس روز گولہ باری کی آواز نہ آتی، وہ اپنے والدین سے استفسار کرتے کہ آج پٹاخے کیوں نہیں چل رہے بچے دن کے وقت ہری کے روڈ پر نعرہ حیدری اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے۔

بھارت نے یا علی کا نعرہ ہم سے چرایا ہے

میاں محمد یٰسین وٹو، صوبائی وزیر سماجی بہبود

۲۴ اکتوبر ۶۵ء۔ لاہور کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے میاں محمد یٰسین وٹو، صوبائی وزیر سماجی بہبود نے فرمایا "بھارت نے اسلحہ امریکہ سے مانگا ہے اور نعرہ ہم سے چرایا ہے یا علیؓ کا نعرہ ہم بھی لگاتے ہیں اور وہ بھی لگاتے ہیں ہیں لیکن علی مرتضٰے کو معلوم ہے کہ ہم دل سے "یا علیؓ" کا نعرہ لگاتے ہیں اور وہ "بھارتی" صرف زبان سے یہ نعرہ لگا رہے ہیں (امروز لاہور $\frac{10}{65}$ ۲۴)

فلائٹ لیفٹننٹ کری اپا کا پاکستان کی

قید میں آنے کے بعد اپنے معالجین کو بیان!

میرے ذمہ اپنی حکومت کی طرف سے یہ ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ میں لاہور میں راوی کے پل کو بموں سے اڑا دوں چنانچہ راوی کے پل کو بموں سے اڑانے کیلئے میں نے ۱۵ دفعہ لاہور پر اڑان کی لیکن ہر دفعہ دریا میں مجھ کو ایک سبز پوش بزرگ کھڑا دکھائی دیتا تھا جو میرے بموں کو دریا میں غرق کر دیتا تھا۔ اسی طرح سبز پوش بزرگ مختلف جنگی محاذوں پر ہمارے اور

بھارتی فوجیوں نے دیکھے ہیں جن کے قصے ملکی اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں اور وہ زبان زد عوام و خواص ہیں، کچھ بھارتی فوجی قیدی ہمارے فوجی جوانوں سے یہ پوچھتے رہے ہیں کہ پاکستان کی سبز وردی والی فوج جو میدان جنگ میں ہم سے لڑتی رہی ہے، کہاں ہے؟ منکرین خدا اور اولیاء کرام کی کرامات کی منکرو! ان مشاہدات کے بعد تو ایمان لے آؤ۔

اسلام کے سپہ سالار اعظم کی

اپنے فوجیوں کو زریں ھدایت!

۱۔ تزول الجبال ولا تزل

دیکھو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے پر اس طرح جم جانا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے لیکن تم نہ ہٹنا۔

۲۔ اَعِرِ اللّٰه جُمجُمتك

اپنا سر اللہ کی راہ میں عاریتاً پیش کر دو۔

۳۔ تدَ فی الارض قدمك

میدان جنگ میں اپنے قدم میخ کی طرح گاڑ دو۔

۴۔ ارمِ ببصرك اقصی القومُ

دشمن کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا

۵۔ غضّ بصرك

اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھنا۔

۶۔ واعلمُ انّ النصرَ من عند اللّٰه سُبحانہٗ

اور یہ بھی جان لو کہ فتح و نصرت کا عطا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے۔

مندرجہ بالا زریں تعلیم اسلام کا بازوئے شمشیرزن، دنیا کا مثالی سپاہی علی جیسا انسان ہی دے سکتا ہے جسکی پشت میدان جنگ میں دشمن کبھی نہ دیکھ سکا۔

آپ کا ایک زریں قول ہے کہ "موت انسان کی محافظ ہے" مقصد یہ ہے کہ موت سے

ڈر کر بھاگنا بیکار ہے، اس کا تو وقت مقرر ہے نہ تو اس وقت سے پہلے آئے گی اور نہ بعد میں آئے گی لہٰذا اس کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگنا بے سود ہے۔

نعرۂ حیدری

(پروانہ جالندھری)

نعرۂ حیدری، نعرۂ حیدری
یاعلی، یاعلی، یاعلی، یاعلی
دشمن دیں کی ہم نے کمر توڑ دی
برکتیں ہیں یہ سب آپ کے نام کی

یاعلی، یاعلی، یاعلی، یاعلی

دین احمد کی عظمت کے خاطر مٹے
شوکت ملک وملت کی خاطر مٹے
مٹنے والے صداقت کی خاطر مٹے
یوں مٹے، پا گئے جاوداں زندگی

یاعلی، یاعلی، یاعلی، یاعلی

مرغ بسمل کی صورت تڑپنے لگے
ہانپنے، کانپنے اور لرزنے لگے
دشمن دیں کے پاؤں اکھڑنے لگے
غازیوں نے انہیں جب بھی آواز دی

یاعلی، یاعلی، یاعلی، یاعلی

غیبی تلوار اخبارات کے کالموں میں

روشنی کی تلوار

روزنامہ امروز ملتان یکم نومبر ۱۹۶۵ء

ملتان، ۳۱؍اکتوبر۔ ان دنوں ملتان میں ایک تلوار نما روشنی کے نمودار ہونے کا معجزہ شہر کے ہزاروں باشندوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ تلوار صبح ۴ بجے سے ۵ بجے تک مطلع آفتاب کے عین اوپر سے نکل کر مغرب کی طرف کافی دور تک پھیلتی نظر آتی ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ اس تلوار کا نمودار ہونا پاکستان کی قوت اور فتح کی نیک فال ہے۔

روزنامہ امروز مورخہ ۴؍نومبر ۱۹۶۵ء

پاکستان کے مختلف شہروں میں پچھلے چند روز سے علی الصبح چار اور پانچ کے درمیان آسمان پر جنوب مشرق میں ایک ستارہ نظر آرہا ہے، جس کی شکل تلوار کی سی ہے غور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ تلوار چمکیلے ذرات یا بادل کے ٹکڑے سے بنی ہو۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غیبی امداد کی بشارت اور سامراج کے مقابلے میں پاکستانی مسلمانوں کی فتح ونصرت کا پیغام ہے

روزنامہ مشرق لاہور ۶؍نومبر ۱۹۶۵ء

لاہور نامہ

آسمان ان دنوں کیا کہتا ہے؟ یہ دمدار ستارہ ہے یا تلوار؟ ایک گرم جوش نے اس نشان کو دیکھا اور کہا مجھے تو یہ تلوار کا نشان نظر آتا ہے۔

عقیدت مندوں نے اس بات پر تامل کیا، پھر اس نشان کو دیکھا اور کہا، یہ ذوالفقار ہے معرکہ پڑے گا۔ پاکستان کی فتح ہوگی۔

قدرت کی تلوار

روزنامہ مشرق لاہور مورخہ ۶ نومبر ۶۵ء

(محمد اکرم، مظفر گڑھ)

بھارت پر پاکستان کی فتح کا نشان قدرتی طور پر تلوار کی صورت میں آسمان پر طلوع ہو رہا ہے۔ آج پانچواں روز ہے کہ آسمان کی مشرق و جنوبی سطح پر رات کے چار بجے کے بعد اٹھتی ہوئی تلوار کا نشان ظاہر ہو جاتا ہے۔ صبح نماز کے وقت سے ذرا پہلے پو پھٹنے پر مدھم ہو کر دن کی روشنی میں چھپ جاتا ہے۔ ہم لوگ اس سے یہ تاثر لے رہے ہیں کہ بھارت کو اب بھی ہوش میں آجانا چاہیئے اور مسئلہ کشمیر پر امن طور پر حل کیا جائے ورنہ قدرت کی تلوار بھارت کے سر پر لٹک رہی ہے اس سے بھارت کی جارحیت پاش پاش ہو کر بھارتی بدطینت حکمرانوں کے پرخچے فضائے عالم میں نظر آئیں گے۔

روزنامہ "کوہستان" "نوائے وقت"

مورخہ ۳ نومبر ۱۹۶۵ء

لاہور۔ ۲ نومبر۔ شعبۂ فلکیات پنجاب یونیورسٹی کے ماہرین نے اعلان کیا ہے کہ آسمان پر گذشتہ شب لاہور میں جو نشان لکیر دیکھا گیا تھا، وہ دُمدار ستارہ نہیں ہے۔

ایں بارگاہِ کیست کہ گویند بے ہراس — کاے اوجِ عرش سطحِ حضیضِ ترا اساس

منقار بند کردہ ز سُستی ہزار جا — تا اوّلیں دریچۂ او طائرِ قیاس

Ali: This will be my last fight

By TONY FRANCIS

HEAVYWEIGHT champion Muhammad Ali announced yesterday that he would retire after his fight against Joe Bugner at Merdeka Stadium on July 1.

Ali, 33, ("It's starting to hurt now") said this at a special Press conference at the Kuala Lumpur Hilton yesterday.

"My mind is 99 per cent made up," said Ali who appeared serious on retirement. "But I will make an official announcement just before I get into the ring against Bugner."

He also said he would on July 1 name his successor (he did not specify whether it would be before or after the fight) and that the successor would be either Ken Norton, George Foreman or Joe Frazier.

"I think I have the right to name my successor," said Ali. "Usually they have elimination rounds to select a new champion. But I am going to name the successor to my crown," he added.

If Ali does retire it would mean passing up a chance to make US$8 million by fighting Joe Frazier should he beat Bugner. Madison Square Garden, Manila and Cairo have all made offers for Ali to fight Frazier.

7 days to big fight

Main reasons

Throughout the 45-minute Press conference, Ali talked of spending more time with his wife Belinda and four children and helping to promote the teachings of Islam. These, he said, were the main reasons for him wanting to retire.

He said he had been slated to defend his title against Frazier and Foreman all within the next six months, making it impossible for him to spend more time with his children.

"On top of that, I have a movie to make on my life story, and college lecture engagements," he said.

"My wife Belinda broke down and cried this morning, saying she has not seen the children for so long and they are all so far away," he added.

(Ali and Belinda have been in Kuala Lumpur since June 10).

The champion also spoke of getting tired after 21 years of boxing, of a body that is beginning to wear out and of starting to get hurt in his fights (he suffered a broken jaw against Ken Norton).

He said that he felt tired after working 15 rounds on the speed ball, skipping and shadow boxing yesterday and felt pain in the body, legs and arms.

"I know I've gotta fall soon, I know I've gotta go sometime. This can't last forever. So I am getting out now while I am still active and retire as champion," he said.

Ali said he would like to lead the life of just an ordinary person so that he could walk the streets with his family without police escort or people getting hurt trying to mob him.

Last time

But the thing that really made him want to retire, said Ali, was after reading a book — Nahjul Balagha of Hazrat Ali (sermons, letters and sayings of Hazrat Ali).

"It showed me there are so many things I want to do. The book has so much light and wisdom. I read it till 1.30 this morning and that was why I didn't go for my morning run.

"And so after looking into my bank accounts (he disclosed last week he has US$2 million in cash and another US$3 million invested in real estate), I thought about it and looked around and decided that I will retire after the fight against Bugner.

"This will be the last time anybody will see Muhammad Ali in action."

In his afternoon workout at Stadium Negara yesterday, Ali worked at the speed ball for five rounds, did seven rounds of skipping and three rounds of shadow boxing. His work at the speed ball ended when he burst it.
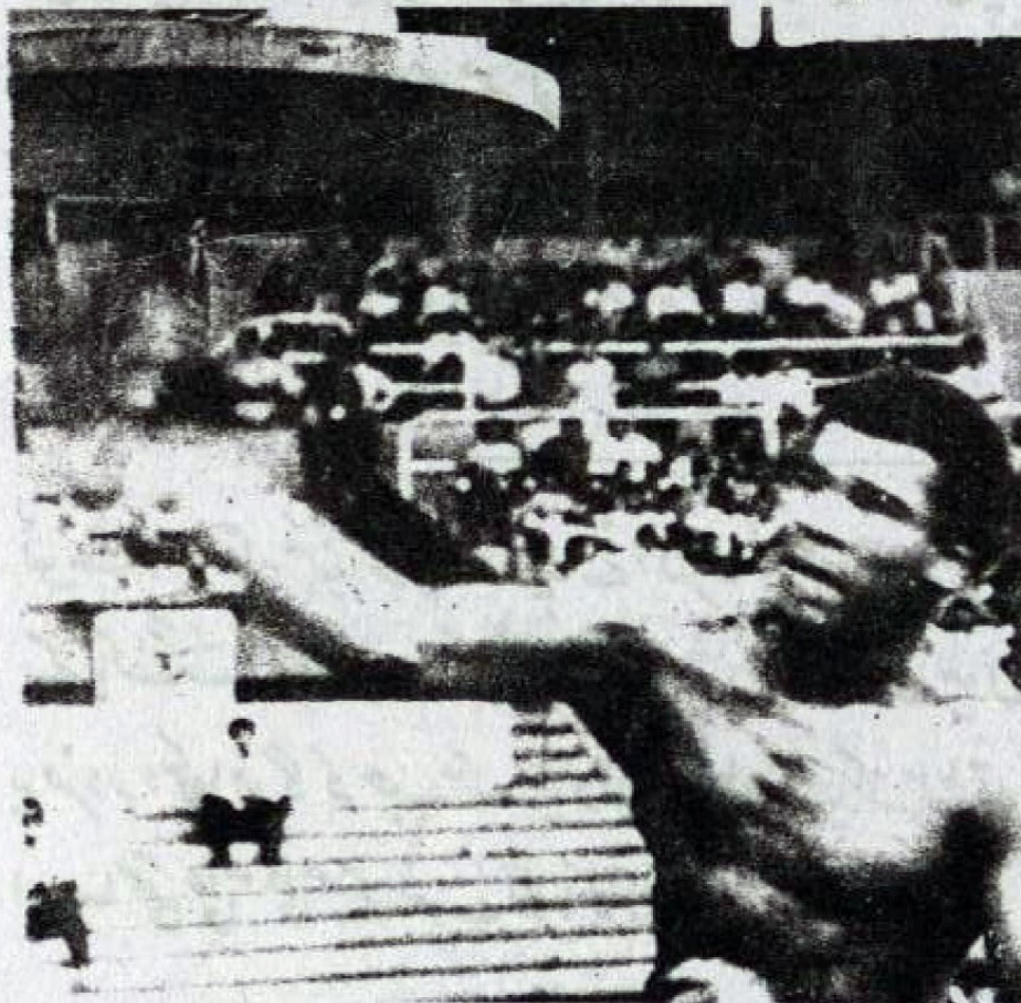
A slinging right hand punch and POW! goes the speed ball at Stadium Negara yesterday. Muhammad Ali worked for five rounds at the ball before the seams gave way and the rubber tubing portruded out like a balloon. Then Ali, taking his time, handed the coup de grace much to the delight of the 500 fans at the stadium. — Timespic by ROSLI HURMIN.

نہج البلاغہ (کلامِ علیؑ) کے مطالعے سے

عالمی ہیوی ویٹ باکسر محمّد علی کی دنیا بدل گئی،

دنیا کا مشہور ہیوی ویٹ باکسر محمّد علی جب کوالالمپور ملائشیا میں جو بگنیر (Joe Bugner) سے مکّہ بازی کا مقابلہ کرنے جارہا تھا تو اس سے پہلے اس نے مشہور کالم نگار ٹونی فرانسیس کو ۲۴ جون ۱۹۷۵ء کو اخبار NEW STRAITS TIMES کے لیے ایک انٹرویو دیا جو TIME SPORT کالم میں مندرجۂ بالا اخبار میں شائع ہوا۔ محمّد علی (کلے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس تمام رات جس کی صبح کو میں دنیا کے مشہور باکسر JOE BUGNER سے لڑنے جارہا تھا۔ کتاب نہج البلاغہ کلامِ علیؑ کو پڑھتا رہا۔ اس کتاب میں حضرت علی علیہ السلام کی تقریریں، خطوط اور محاورے موجود ہیں جن کے پڑھنے سے میری زندگی میں عقل و دانش کی روشنی پیدا ہوگئی اور مجھ کو زندگی کا ایک نیا سبق ملا۔ مجھ کو اس دنیا میں باکسنگ کے علاوہ اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے میں اتنا مزا آیا کہ دوسرے دن صبح کو میں اپنی ورزشوں تک کو نہیں جاسکا۔"

نوٹ :- قارئینِ کرام! آپ نے اکثر عالمی ہیوی ویٹ باکسر محمّد علی (کلے) کے باکسنگ کے مقابلوں کی فلمیں ٹیلی ویژن پر دیکھی ہوں گی، اور ان میں یہ ضرور دیکھا ہوگا کہ جب تک یہ دنیا کا عظیم باکسر لڑتا ہے اس کے شائقین اور ساتھی علیؑ علیؑ کے نعرے لگایا کرتے ہیں۔

اصلی اخبار کا فوٹو اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

بلاغتِ علیؑ

نہج البلاغہ (کلامِ علیؑ)

کی چند نایاب خصوصیات :۔

- حضرت علیؑ نے ۱۰۲ آیاتِ قرآنی یا ان کی تراکیب اور جملے اپنے کلام میں استعمال کیے ہیں ۔
- حضرت علیؑ نے ۳۸ احادیثِ رسولؐ سے اپنے کلام کو زینت دی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۲۹ عقائدِ اسلامی پر گفتگو کی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۳۴ احکامِ شریعت اور ان کے مفاد پر گفتگو کی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۶۵ اجتماعی نصائح فرمائے ہیں ۔
- حضرت علیؑ نے ۱۲ دعائیں تقریروں کے درمیان فرمائی ہیں ۔
- حضرت علیؑ نے ۱۴ مشہور شعرائے عرب کے اشعار اور مصرعے اپنے کلام میں استعمال کیے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۱۷۱ مردوں، عورتوں اور قبائل وغیرہ کے نام استعمال کیے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۶۵ حیوانات اور حشرات الارض پر گفتگو فرمائی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۲۰ نباتات پر گفتگو فرمائی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۱۲ استاروں اور سیاروں پر گفتگو کی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۱۵ جواہر اور معدنی اشیا پر گفتگو کی ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۳۴ شہروں اور مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے ۔
- حضرت علیؑ نے ۱۴ تاریخی حوادث پر گفتگو فرمائی ہے ۔

○ حضرت علیؑ نے عربی زبان کی گرامر مرتب فرمائی ہے۔

افکارِ مولودِ کعبہ

از سید ضیاء الحسن صاحب موسوی

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اللہ کہوں تو کافروں میں شامل
کہہ دوں جو رسولؐ اس سے کیا حاصل
بندہ کہنے کو مانتا ہی نہیں دل
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

نواب شہید یار جنگ شہید

بابِ علم

کے تواں شرحِ مقامِ مصطفیٰؐ و بوترابؑ
آں نبیؐ و ایں ولی، آں آفتاب ایں ماہتاب
شہرِ علمِ مصطفیٰؐ را جز علیؑ بابے نہ بود
یارب ایں قصرِ خلافت را چرا شد چار باب

مفتی ضیاء یار جنگ مرحوم
مفتیِ اعظم حیدرآباد، دکن

اللہ اکبر اور یا علیؑ کے نعرے

راولپنڈی ۱۰ اکتوبر (اپ پ) آج تیسرے پہر شاہ خالد کی آمد پر پاکستانی فوج بحریہ اور فضائیہ نے جو گارڈ آف آنر اور مارچ پاسٹ پیش کیا اس میں کچھ نئی خصوصیات تھیں جو پاسبان حرمین شریفین کے شایانِ شان تھیں۔ فوج کے دستہ کی نئی گہری خاکی وردی اور سرخ کمر بند تھا۔ شاہ خالد کی سلامی کے چبوترے کے سامنے سے گزرتے ہوئے تینوں افواج کے دستوں نے "اللہ اکبر" اور "یا علی" کے نعرے بلند کیے جس سے معزز مہمانوں اور استقبال کرنے والوں میں جوش کی ایک لہر دوڑ گئی۔

ہوائی اڈہ شاہ خالد مرحبا کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بچے چھوٹے چھوٹے پرچم، گلدستے اور غبارے اٹھائے ہوئے تھے

اسلام آباد پہنچنے پر جلالۃ الملک شاہ خالد کا والہانہ تاریخی استقبال

خادم حرمین شریفین جب خصوصی طیارہ سے باہر آئے تو صدر فضل الٰہی اور وزیر اعظم بھٹو نے انہیں سب سے پہلے خوش آمدید کہا

شاہی مہمان کو ۲۱ توپوں کی سلامی اور گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ ہوائی اڈہ پر استقبال کرنے والوں کا یادگار ہجوم۔ شاہ خالد کی کار پر پھول برسائے گئے۔ غبارے اور کبوتر فضا میں چھوڑے گئے

اسلام آباد۔ ۱۰ اکتوبر (نمائندہ جنگ) فرمانروائے سعودی عرب پاسبانِ حرمین شریفین جلالۃ الملک شاہ خالد بن عبد العزیز السعود جب آج سہ پہر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی دعوت پر پاکستان کے چھ روزہ سرکاری دورے پر یہاں پہنچے تو ان کا انتہائی والہانہ تاریخی اور شاہانہ استقبال کیا گیا، جب شاہ خالد انتہائی خوبصورتی سے سجائے

ہوئے اسلام آباد کے بین الاقوامی اڈے پر اپنے خصوصی طیّارے سے باہر آئے تو
صدرِ مملکت جناب فضلِ الہٰی چوہدری اور قائدِ عوام وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے
انھیں خوش آمدید کہا اور بغلگیر ہوئے۔ انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ صدرِ مملکت
اور وزیرِ اعظم بھٹو سے شاہ خالد کے ساتھ آنے والے دوسرے معزز مہمانوں کا تعارف
کرایا گیا، اور صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم بھٹو نے ان سے نہایت گرمجوشی سے مصافحہ
کیا۔ شاہ خالد کا طیّارہ پہلے سے طے شدہ پروگرام سے ۵۰ منٹ پہلے دو بجکر ۵۰ منٹ
پر اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ سب سے پہلے پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر
اور افسر مہمانداری طیّارہ میں گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد شاہ خالد نعروں کی گونج
میں طیارے سے باہر آئے۔ ان کی آمد کا اعلان بگل بجا کر کیا گیا۔ جوائنٹ چیفس آف
اسٹاف کمیٹی کے چیرمین، تینوں افواج کے سربراہوں سے شاہ کا تعارف کرایا گیا پھر
انھیں سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا جس پر خوبصورت شامیانہ لگا ہوا تھا۔ جب
فوج، بحریہ اور فضائیہ کے دستے "اے مردِ مجاہد جاگ ذرا اب وقتِ شہادت ہے آیا"
کی دُھن پر مارچ پاسٹ کرتے ہوئے اور شاہ خالد کو سلامی دیتے ہوئے چبوترے کے
سامنے سے گزرے تو انھوں نے سلامی دیتے ہوئے "اللہ اکبر" اور "یا علیؑ"
کا نعرہ لگایا۔ ہوائی اڈے کی تقریبات کے بعد جب شاہ خالد صدرِ مملکت اور
وزیرِ اعظم کے ساتھ کاروں کے جلوس میں سرکاری مہمان خانے روانہ ہوئے تو
ہوائی اڈے کی عمارت کے سامنے راستے پر اسکول کی بچّیاں خوبصورت گلدستے
لیے شاہ کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔

اسی طرح جب آپ پاکستان سے اپنے کامیاب دورے کے بعد وطن واپس
ہونے لگے تو آپ کو پاک افواج نے "اللہ اکبر اور یا علیؑ" کے فلک شگاف نعروں سے
رخصت کیا۔

جنگ کراچی۔ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء

عربی زبان پر
مولا علیؑ کا احسان

ایجادِ علمِ نحو

ابوالاسود الدوئلی سے روایت ہے کہ میں ایک دن جناب امیر علیہ السّلام کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ آپ گردن جھکائے فکر میں ہیں۔ سبب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے شہر میں لوگوں کو عربی زبان میں غلطی کرتے دیکھا ہے اس لیے ارادہ ہے کہ ایک کتاب عربی زبان میں مرتب کروں۔ میں نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم لوگوں میں روح تازہ آجائے گی اور یہ ہم لوگوں میں قائم رہے گی۔ تین دن کے بعد پھر میں گیا اور انھوں نے ایک پرچہ میرے حوالہ کیا جس میں بسم اللہ سے ابتدا تھی اور لکھا تھا۔ کلام تین قسم کے ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمیٰ سے خبر دے۔ فعل وہ ہے جو اپنے مسمیٰ کی حرکت سے خبر دے۔ حرف وہ ہے جو اسے اپنے معنی سے خبر دے، جو نہ اسم ہو نہ فعل۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اس کو تتبّع کرو اور جو کچھ مناسب معلوم ہو اس میں بڑھا دو، اور آگاہ ہو اے ابوالاسود کہ سب اشیاء تین قسم پر ہیں۔ ایک ظاہر، ایک مضمر، اور ایک ایسی جو نہ ظاہر ہے نہ مضمر۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے بہت سی چیزیں اس قاعدہ سے ترتیب دیں اور جناب امیر علیہ السّلام کو سنائیں۔ ان میں کلماتِ ماضیہ کا بھی بیان تھا، ان میں اَنّ اور اِنّ، لیت، لعلّ اور کان کا ذکر تھا، مگر لکن کا ذکر نہیں کیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اسے کیوں چھوڑ دیا، میں نے کہا کہ میں اس کو کلماتِ ماضیہ سے نہیں جانتا۔ جنابِ امیرؑ نے فرمایا۔ وہ بھی ہے۔

(سوانحعمری و تاریخ الخلفاء) الکرار صفحہ ۴۱۹) ریاض علی ریاضؔ بنارسی مرحوم، ناشر امامیہ مشن لاہور۔

نوٹ:۔ اسی واقعہ کو جناب محمد عبد الرحمان خان نے بھی اپنی کتاب مسلمانوں کا حصّہ

تہذیب اور سائنس نامی انگریزی زبان کی کتاب صفحہ ۳ میں لکھا ہے۔

علمِ تفسیرِ قرآن

اسلامی علوم میں علمِ تفسیرِ قرآن بہت اہم ہے۔ اس علم کے موجد بھی حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ جو شخص تفاسیر دیکھے اُسے آسانی سے اس دعویٰ کی صحت معلوم ہو جائے گی، کیونکہ تفسیرِ قرآن و مطالب زیادہ تر حضرت علی علیہ السلام اور جناب عبداللہ بن عباسؓ ہی سے منقول ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ امیرالمومنینؑ کے مشہور شاگرد تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے جناب عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ حضرتِ علی علیہ السّلام کے علم کے مقابلہ میں آپ کا علم کتنا ہے؟ جناب عبداللہ بن عبّاسؓ نے فرمایا کہ جتنا ایک بحرِ ذخار کے مقابلہ میں ایک چھوٹا قطرہ ہو سکتا ہے۔

ان چیزوں کو آپ کے معجزات میں شمار کرنا چاہیئے، کیونکہ قرآن کا مکمل علم انسانی ذہن اور علم سے بالاتر ہے، کیوں نہ ہو کہ آپ "باب مدینۃ العلم ہیں"۔

علم الحروف یا علمِ جفر

فنِ خطّاطی کا تعلق اس زبان کے حروف سے ہے، یہ حروف بے جان نقوش ہیں۔ حضرت علی علیہ السّلام نے علم حروفِ ابجی سے علمِ جفر ایجاد کر کے ان حروف کو گویائی دیدی اور ان میں جان پیدا کر دی، اور خطّاطی کا یہ معجزہ دکھا دیا کہ حروف بولتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے علم الحروف کے کچھ قاعدے بنائے اور بعد میں بتایا کہ حرفوں سے اعداد اور اعداد سے سوال بنایا جاتا ہے، اور حروف خود کسی سوال کا جواب بتا دیتے ہیں۔ یہ علم بھی دیگر علوم کی طرح ائمہ اہلبیتؑ کی میراث ہے۔

علمِ جفر کی صحت کے متعلق ایک واقعہ

شیخ زائر حسین مرحوم اپنے استاد سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ غالب جو کہ ایک مشہور شاعر ہیں پہلے علمِ جفر کی صحت کے بالکل قائل نہیں تھے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ مرزا غالب کوئی مصرع دیں اور اس پر مصرع لگانے کے لیے جواب نکالا جائے۔ مرزا غالب نے یہ مصرع دیا۔

طینت اس کی اور ہے میری طبیعت اور ہے

اس مصرع میں طینت اور طبیعت کی تخصیص بھی ہے۔ جواب میں مصرع اسی صنعت و التزام کا

بولتا ہوا نکلتا ہے اور نشانہ گولی کی طرح اپنی جگہ پر ٹھیک جاکر اس طرح بیٹھتا ہے، وہ ہے یہ مصرع جو علمِ جفر سے حاصل کیا گیا ؎

وہ ہے مشتاقِ ستم اور میں ہوں مشتاقِ جفا

مصرعِ غالب: طینت اُس کی اور ہے میری طبیعت اور ہے

غالبؔ نے خود بھی بارہ رخ سے اس پر مصرعے لگائے لیکن وہ ٹھیک نہیں معلوم ہوئے، اس کے بعد وہ علمِ جفر کے قائل ہو گئے۔

حضرتؑ کے کاتب کا نام امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کاتب کا نام جناب عبداللہ بن ابی رافعؓ تھا۔

فنِ خطاطی اور حضرتِ علی علیہ السّلام جناب امیر المومنین علیہ السّلام کا فنِ خطاطی کے لیے ارشادِ گرامی ہے:-

(۱) خوش خطی سیکھو اس لیے کہ وہ رزق کی کنجی ہے۔

(۲) تمھارا پیغمبر تمھاری عقل کا ترجمان ہے اور تمھارا خط تمھارے بارے میں بہترین بولنے والا ہے۔

(۳) جب تم کتابت کو ختم کر چکو تو تحریر پر ایک نظر بھی کرلو ، کیونکہ یہ تمھاری عقل پر مہر ہو رہی ہے جیسے سپاہی کا ہتھیار تلوار ہے، اسی طرح خطاطی کا ہتھیار قلم ہے۔

(۴) ایک جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی طالبِ علم کی مدد کرے اس نے گویا ستر مرتبہ کعبہ بنایا۔

عہدِ حضرت علی علیہ السّلام سے پہلے عرب میں عبرانی مسند حمیری اور بدنما بھدّے قسم کا خطِ کوفی رائج تھا۔ حضرت علی علیہ السّلام نے خطِ کوفی میں بہت کچھ اصلاح کر کے جس خوبصورتی کے ساتھ اس خط کو تحریر فرمایا، اس کی تصدیق آج بھی اس دنیا میں ان تمام کتبوں سے ہوتی ہے اور کی جا سکتی ہے جو حضرت علی السلام کے دستِ مبارک کے تحریر کیے ہوئے آج بھی دنیا کے مختلف حصّوں میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ وہ قرآن مجید

جو خطِ کوفی میں آپؑ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ہے اور آپ کی ضریحِ اقدس میں محفوظ ہے اس امر پر شاہد ہے کہ مولائے کائناتؑ فنِ خطّاطی کے بھی امام ہیں۔ اس کی زیارت کا شرف مدیرِ عظیم کراچی کو حاصل ہوا ہے، ایک صفحہ کا عکس ہم نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔
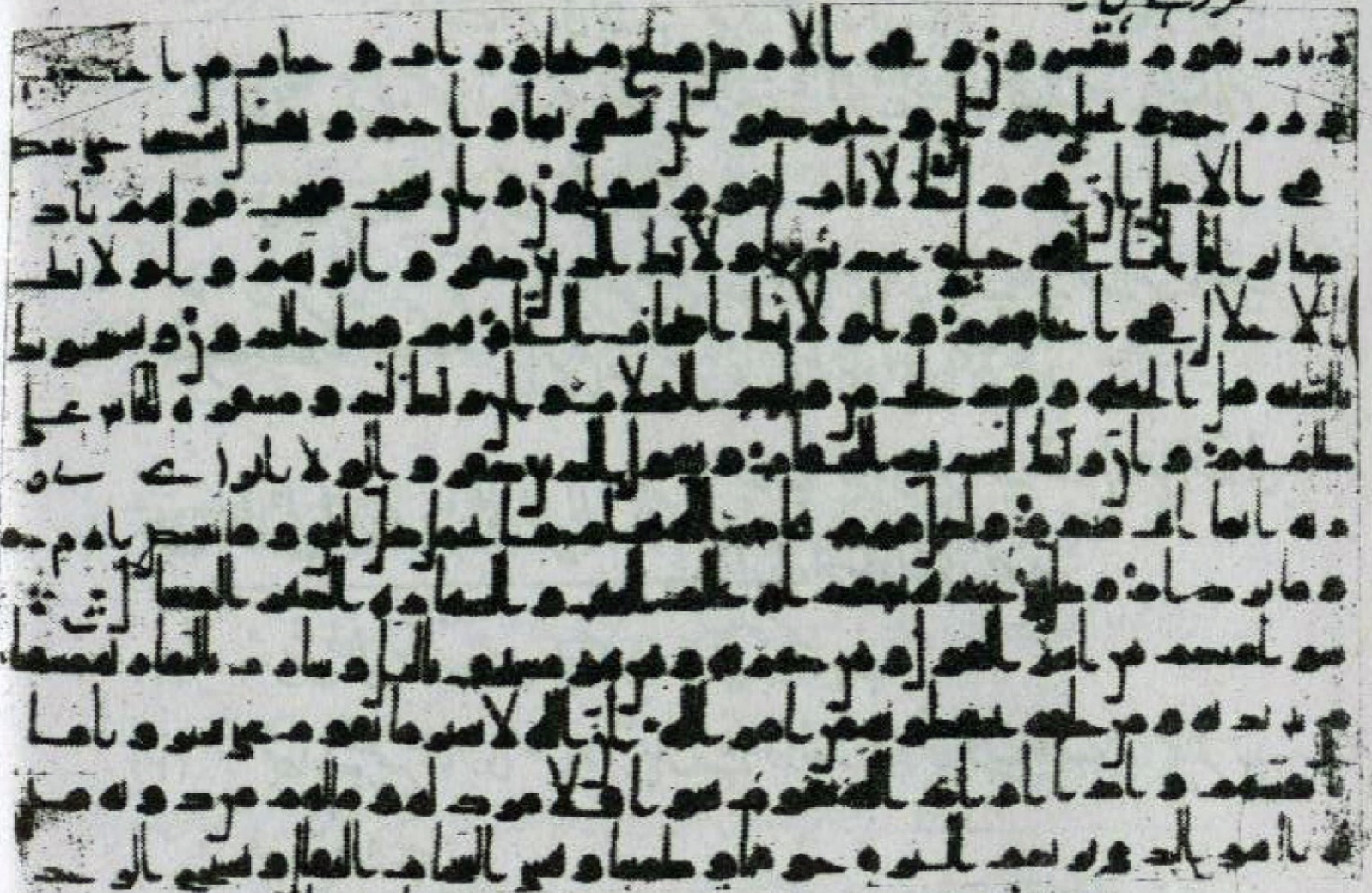
امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دستِ مبارک کا تحریر کردہ قرآنِ پاک کے ایک صفحہ کا عکس۔ جناب تاثیر نقوی مدیرِ عظیم کراچی سے حاصل ہوا۔

کچھ عرصہ ہوا مصر میں ایک کتاب "پیدائش خط و خطّاطان"، شائع ہوئی ہے جسکو عبدالمحمد صاحب ایڈیٹر "چہرہ نما"، نے خط و خطاطان کی تاریخ لکھی ہے۔ اس کے ص ۸۲ پر "آغاز بسیر گزشت خوشنویسان از صدرِ اسلام"، کی سرخی کے نیچے پہلا نام حضرت علی علیہ السلام کا ہے۔ اصل عبارت فارسی میں ہے جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے "جب دنیا کو سنوارنے والا اسلام کا سورج سرزمینِ بطحا کے افق سے چمکنے لگا تو خدا کے آخری پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود ہونے والے منشیوں اور کاتبوں میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے خطِ کوفی کے سکھانے میں کوشش فرمائی یہاں تک کہ ان کو بلند جگہ ملی۔"

سلطان علی مشہدی جن کا ذکر آئندہ کیا جائے گا فرماتے ہیں کہ "علی مرتضیٰؑ نے

اصل خطِ کوفی کو پیدا کیا اور اس کو آگے بڑھایا۔ عقیدہ یہ ہے کہ یہ خط نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور حضرت سرورِ کائناتؐ کے معجزات میں ہے، اور جتنے قرآن حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھے ہیں وہ سب کے سب کتابت کے حسن اور متانت و ترکیب اور کلموں کی ترتیب کے لحاظ سے مہارت اور استادی سے لکھنے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر علی مرتضیٰؑ خطِ کوفی کے موجد اور پیدا کرنے والے نہ تھے، مگر اس خط میں آپنے عالمانہ تصرفات فرمائے ہیں اور اس کو اعلیٰ پایہ پر پہونچا دیا۔ کتاب "خط و خطاطان" کے مصنف فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ خطِ کوفی کے ایجاد کرنے والے نہ تھے مگر ان کے فن میں کمال اور استادی میں شک نہیں کیونکہ آپ نے تین سو ساٹھ آدمیوں کو خطِ کوفی کی خوشنویسی کی تعلیم دی۔"

" مجلہ چہار دہ صد سالہ جشن ولادت امام علیؑ " فروری ، ۱۹۵۷ء بمبئی "فنِ خطاطی میں حضرت علیؑ" کے کمالات شیخ ممتاز حسین جونپوری مرحوم کا مضمون صفحہ ۱۳۸ سے ۱۹۵۔ حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ باب الحکم میں اپنے میر منشی عبد اللہ بن رافعؓ کو ذیل کے لفظوں میں فن کتابت کے متعلق چودہ سو سال پہلے جو ہدایت فرمائی اس پر آج دنیا میں خطاطی کا کوڈ یعنی ضابطہ مرتب ہوا ہے:۔ "اپنی دوات میں صوف ڈالو اور قلم کے دامن کو طویل بناؤ اور سطروں کے درمیانی حصّہ کو کشادہ رکھو۔ حروف کو قریب قریب کرو اس لیے کہ یہ چیزیں حسنِ خط کے لیے زیادہ مناسب اور سزاوار ہیں۔"

خواب میں حضرتِ علیؑ کی خطاطی کا فیضِ روحانی

میر علی تبریزی جنھوں نے فنِ خطاطی میں نستعلیق جیسے بیضوی دائرے اور بتانِ نازنیں کی کلائیوں جیسے نازک جوڑ والا خوبصورت خط ایجاد کیا ہے۔ اس کے متعلق پیدائش خط و خطاطان کے مصنف نے لکھا ہے کہ میر علی تبریزی خاک پر سر رکھ کر اور رو رو کر اور گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگتے تھے کہ خداوندا میرے ہاتھ سے ایک خوبصورت خط ایجاد کرا دے کہ رہتی دنیا تک خط اور نام رہے۔ چنانچہ خواب میں حضرتِ علی علیہ السلام آئے اور جنابؑ نے کچھ ہدایتیں کیں جس کے بعد یہ خط ایجاد۔

کیا۔ تجربہ بتاتا ہے کہ کبھی کبھی قادر خطاط کے قلم سے ایسا نادر حرف نکل جاتا تھا کہ دوبارہ ویسا ہی بنانا چاہتے بھی تو نہیں بن سکتے چنانچہ قواعد و اصول بنائے گئے تا کہ خط کے حسن میں یکسانیت پیدا ہو اور ذرا ذرا سے فرق کے باوجود خطِ نستعلیق اور خطِ نسخ میں امتیاز باقی رہے۔

اسلام کی سب سے پہلی کتاب صحیفۂ علویہ

حضرتِ علی علیہ السلام نے عربی زبان میں سب سے پہلی ایک دعاؤں کی کتاب تحریر فرمائی۔ اکابرین و محققین نے بھی اس کتاب کو اسلام کی پہلی کتاب ثابت کیا ہے یہ کتاب جس کو حضرت علی علیہ السلام نے تحریر فرمایا ابھی تک موجود ہے۔ بحوالہ کتاب تاریخ تدوینِ حدیث از مولانا مرتضیٰ حسین صاحب فاضل لکھنوی صفحہ ۲۶۔
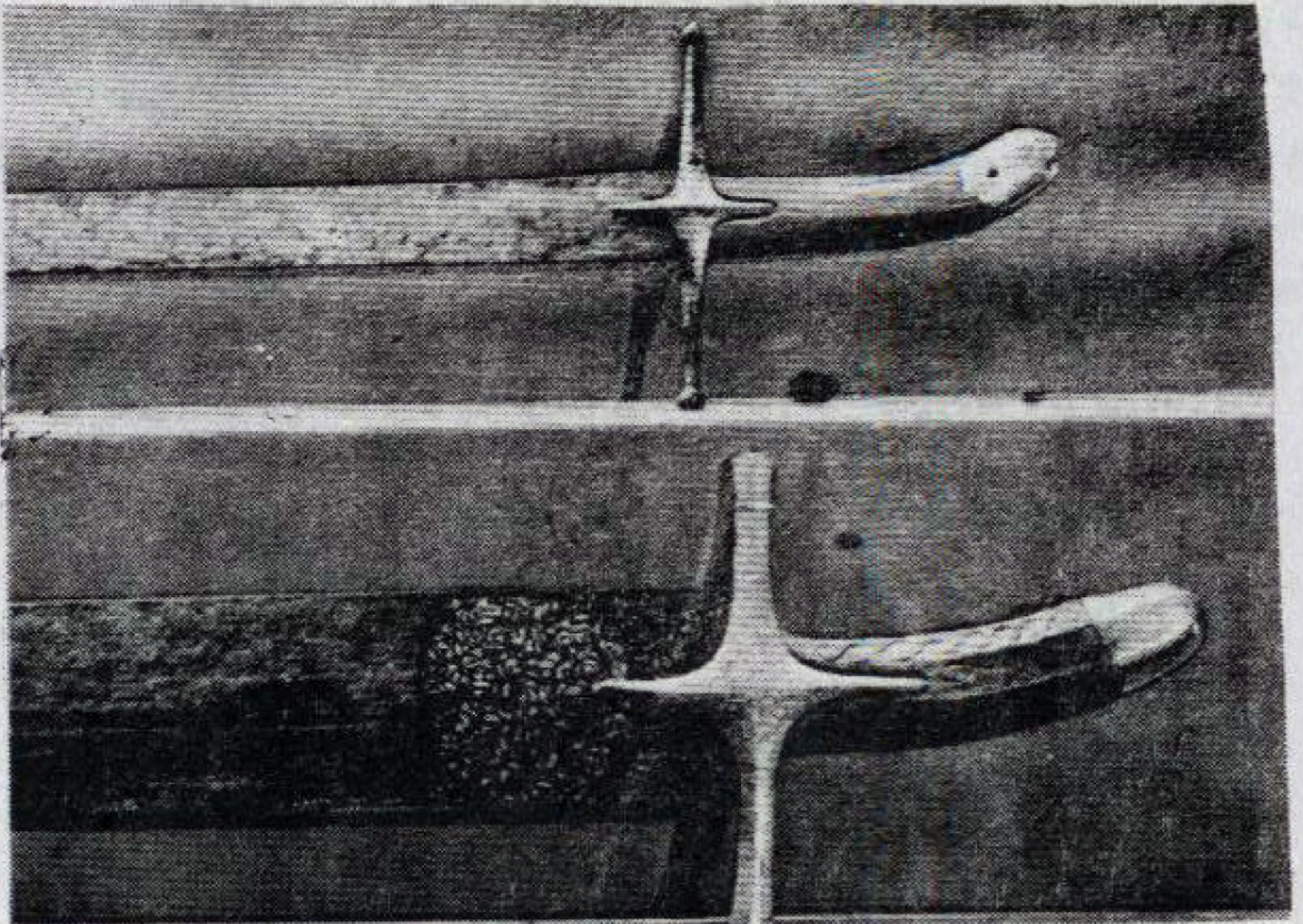
RELKS OF ISLAM جناب امیر علیہ السّلام کی تلوار کا عکس جو میگزین شائع کردہ وزارتِ سیر و تفریح حکومت ترکی استنبول ۱۹۶۶ء صفحہ ۴ سے لیا گیا ہے۔
یہ تلوار ترکی کے قومی عجائب گھر کی زینت ہے۔ حکومتِ ترکی کا کہنا ہے کہ اوپر والی تلوار حضرت علی علیہ السّلام کے نام سے منسوب ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام

کا بے اولادوں کے لیے ایک نایاب عطیہ

بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی، مورخہ ۶ر دسمبر ۱۹۷۶ء کالم نگار جناب رئیس امروہوی، رقم طراز جناب عبدالرؤف درّانی جنرل اسٹور کالری دروازہ گجرات۔

جناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

جس کسی کو اولاد نہ ہوتی ہو وہ عورت اپنے بازو پر ایک سو گیارہ روپے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی نیاز کے طور پر باندھ لے۔ جب اللہ کے فضل سے بچہ پیدا ہو تو اس رقم (ایک سو گیارہ روپے) کے چنے اور کشمش خرید کرے۔ ان پر سورۂ اخلاص ۳ بار، درود شریف (جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) سات مرتبہ اور آیت الکرسی ایک مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب حضرت علی مرتضیٰؑ کی خدمت میں پیش کریں، یہ چنے اور کشمش خود بھی کھائیں، بچوں کو بھی کھلائیں اور غریبوں میں بھی تقسیم کریں۔ سات برس تک اسی قسم کی نیاز دلوایا کریں اور روزانہ ایک تسبیح استغفار کی اس طرح پڑھا کریں" سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ۔"

اس کے علاوہ رقمطراز مزید تحریر کرتے ہیں کہ:

"اگر کسی شخص کو کوئی مہلک مرض ہو تو وہ شخص بھی یہی عمل کر سکتا ہے۔ اس عمل کے لیے جناب نے جو اسناد پیش کی ہیں وہ یہ ہیں کہ جناب امیر علیہ السّلام نے بہ نفسِ نفیس خواب میں آکر یہ عمل بخشا ہے۔"

(خداوندِ عالم بطفیل مشکلکشا حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ ہر بے اولاد کو اولاد عطا فرمائے۔ آمین! (وصی)

علی علیہ السلام اور اولادِ علیؑ نے بادشاہوں کی بھی مدد کی ہے!

برہان نظام شاہ والی دکن کا بیمار بیٹے کی صحت یابی پر مذہب شیعہ اختیار کرنا

یہ ایک سچا تاریخی واقعہ ہے جس کو محمد قاسم ہندو شاہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "تاریخ فرشتہ" نامی جو کہ فارسی زبان میں ہے اس کو تحریر کیا ہے۔ سب سے پہلے اس کتاب کا اردو ترجمہ ہندوستان میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس پورے واقعہ کو جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ نے اپنی کتاب "جوہر قرآن" میں صفحہ نمبر ۴۵۲ - ۴۵۱ پر اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جو برٹش میوزیم میں موجود ہے اس ہی تاریخی کتاب کا پہلی بار پاکستان میں ترجمہ غلام علی اینڈ سنز نے جناب عبدالحیٔ خواجہ کے قلم سے شائع کیا ہے لیکن خواجہ صاحب نے جلد دوم باب ۱۲ جس میں یہ واقعہ تحریر ہے۔ اس کا پورا صحیح ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی طرف سے چند جملے لکھ دیئے ہیں جس کا اصلی مضمون سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس کمی کو جناب مولانا سید فرزند رضا صاحب نے محسوس کیا اور اپنی کوششوں سے اصلی ترجمہ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا ہے جس کو میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور تمام قوم کی طرف سے جناب سید فرزند رضا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی درازیٔ عمر صحت اور خوشحالی کے لئے ائمہ اطہار سے دعاگو ہیں۔ (وصی خان)

اصلی واقعہ بصورت خواب

خواب

(کتاب علمی باتیں نمبر ۲ مصنفہ سید فرزند رضا صاحب صفحہ ۱۳)

برہان نظام شاہ کے ذکر میں مورخ فرشتہ اپنی کتاب کے مقالہ سوم روضہ سوم صفحہ ۱۳

پر تحریر فرمایا ہے۔

برہان نظام شاہ کا چھوٹا فرزند شہزادہ عبدالقادر جو شہزادہ حسین کا حقیقی بھائی تھا بیمار ہو گیا اور تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا۔ برہان شاہ کو اس سے حد درجہ محبت و پیار تھا۔ بے چین ہو گیا۔ (اسی وقت) حکیم قاسم بیگ اور دیگر مسلمان اور ہندو حکیموں کو جمع کیا اور کہا کہ اس فرزند کا کہ جس سے میری زندگی وابستہ ہے۔ پوری توجہ کے ساتھ علاج کریں اور اگر ضرورت سمجھیں کہ میرا جگر اس کی دوا کے لئے درکار ہے تو مجھے عذر نہ ہوگا۔ میرے پہلو کو چیر کر جگر نکال لیں اور اس کے علاج میں صرف کریں کہ میں اپنی زندگی سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں چنانچہ دربار ی حکیموں نے ازالہ مرض کے لئے بے حد کوشش کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حد یہاں تک پہنچی کہ حالت اضطراب و بے چینی میں برہان شاہ نے برہمنوں اور بوڑھی عورتوں (عجائز) کے کہنے پر نذر و صدقات بت خانوں میں بھیجنا شروع کر دیے کہ ہر مسلمان و کافر (اس کے عوض میں) دعائے خیر کرنے لگا (علامہ) شاہ طاہر نے جو ہمیشہ مذہب اثنا عشریہ کی ترویج کی فکر میں رہتے تھے، یہ موقع غنیمت پایا۔ (برہان شاہ) کی خدمت میں عرض کی کہ شہزادہ کی شفا کے متعلق ایک امر میرے دل میں پیدا ہوا ہے لیکن اس کے ظاہر کرنے میں ہزاروں خطرے نظر آتے ہیں۔ برہان نظام شاہ نے جو فرزند کی شفا کے حصول میں حد درجہ کوشاں تھا یہ بات سن کر شاہ طاہر کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ جو کچھ خاطر قدسی ماثر میں آیا ہے۔ بیان فرمائیں۔ میں اس معاملہ میں حتی الامکان کوشش کروں گا اور جو شرط انصاف ہے اس کو بجا لاؤں گا۔ کیا مجال کہ آپ کی ذات کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ شاہ طاہر نے کہا کہ غیر سے اندیشہ نہیں۔ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مبادا شہریار کی طبیعت کے موافق نہ ہونے پر مجھ کو عقاب و عتاب فرمائیں اور نظر کیمیا اثر سے گر کر شماتت اعداء میں مبتلا ہو جاؤں۔ برہان شاہ نے اپنے فرزند کی شفا کے طریقۂ کار سننے کے لئے بہت زیادہ مبالغہ و ابرام و اصرار کیا۔ اسی وقت (علامہ) شاہ طاہر نے جرأت کر کے پہلی بار اس طرح کہا کہ عہد و نذر کریں کہ شہزادہ عبدالقادر اگر اس رات میں شفا پا جائے تو نذر کثیر للہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کی اولاد کرام اور ان سے سادات ہیں، خرچ فرمائیں گے۔

برہان شاہ نے دریافت کیا کہ بارہ امام کون ہیں۔ شاہ طاہر نے بیان کیا کہ اول علی مرتضٰی علیہ السلام ہیں جو داماد اور چچازاد بھائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کے شوہر ہیں اور (دوسرے اور تیسرے) امام حسن و امام حسین علیہما السلام ہیں جو فرزندان فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں۔ اسی طرح باقی اماموں کے نام اور صفات بیان کئے۔

برہان شاہ نے کہا کہ میں نے بارہ اماموں کے نام بچپنے میں اپنی والدہ سے سنے تھے۔ اس کے بعد یہ باتیں میرے کان میں نہیں پڑیں۔ مگر اس وقت جو آپ نے فرمایا یاد دلایا، تو جبکہ ہم نے بت خانوں میں روپیہ بھیجا ہے اور وہاں نذریں گذاریں تو فرزندان علی مرتضٰی اور بی بی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نام پر اگر ہم نذر و نیاز کریں تو کیا مضائقہ ہوگا۔

شاہ طاہر نے جب نرمی محسوس کی تو کہا کہ مقصود فقط نذر و نیاز ہی ان بزرگوں کے نام پر نہیں ہے بلکہ اصل غرض کچھ اور ہے۔ اگر بادشاہ مجھ سے عہد کرے۔ جو کچھ میں عرض کروں اگر طبع ہمایوں کے خلاف ہو تو مجھ کو جانی نقصان نہ پہنچائیں گے بلکہ مجھ کو اور میری اولاد کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے تو عرض کروں۔

برہان شاہ نے یہ بات منظور کی اور لوازم عہد و پیمان کی بجا آوری کی اور قرآن مجید کو درمیان میں رکھ کر صیغہ واللہ باللہ سے قسم کھائی کہ آپ کو کوئی تکلیف جانی نہ دوں گا اور یہ بھی پسند نہ کروں گا کہ دوسرا کوئی آپ کو آزار پہنچائے۔

جب شاہ طاہر کے دل کو شہریار کے عہد و پیمان کے سبب اطمینان ہوگیا تو بلا تامل دوام دولت کے لئے دعا شروع کی اور کہا کہ یہ رات شب جمعہ ہے۔ بادشاہ نذر کرے کہ اگر باری تعالٰی حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور بارہ اماموں کے قرب و منزلت کی برکت سے اسی رات میں شہزادہ عبدالقادر کو شفا بخش دے تو بارہ اماموں کا خطبہ پڑھواؤں گا اور ان کے مذہب کی ترویج میں کوشش کروں گا۔

برہان شاہ کو اپنے فرزند کی صحت کے متعلق یقین باقی نہیں رہا تھا اور اس کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا (شاہ طاہر کی) اس بات پر خوش اور مطمئن ہوا اور اسی وقت بطریقہ بالا اپنا ہاتھ شاہ طاہر کے ہاتھ میں دے کر عہد و پیمان بجا لایا۔ برہان شاہ اس رات اپنی خوابگاہ نہ گئے بلکہ

شہزادہ عبدالقادر کے پلنگ کے پاس بیٹھ گئے۔

ہر چند کوشش کرتے تھے کہ لحاف (شہزادہ کو) اڑھادیا جائے تاکہ ہوا نہ لگ جائے لیکن بخار کی شدت سے ہاتھ اور پیر مار کر دور پھینک دیتا تھا۔ برہان شاہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ، (شہزادہ) عبدالقادر بس آج رات ہمارا مہمان ہے۔ لحاف کو پلنگ سے الگ ڈال دو تاکہ دنیا کی تازہ ہوا سے کچھ خوشحال ہو جائے۔ سحر ہونے تک اسی طرح ملول و محزون بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ کہ عبدالقادر کی چارپائی کے کنارے سر رکھ کر سو گیا۔

اس اثناء میں دیکھا کہ ایک شخص نورانی سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور ان کے دونوں جانب چھ چھ افراد ہیں۔ برہان شاہ سامنے گیا اور سلام عرض کیا۔ کسی نے کہا کہ پہچانا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے داہنے اور بائیں جانب بارہ امام ہیں۔ اسی حالت میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے برہان خدائے تعالیٰ نے علی مرتضیٰ اور اس کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو شفا بخشی۔ تجھ کو چاہیئے کہ میرے فرزند کے قول و قرار سے تجاوز نہ کرے۔" برہان شاہ حد درجہ بشاشت اور خوشحالی کے ساتھ بیدار ہوا۔ دیکھا کہ لحاف عبدالقادر کے اوپر درست اڑھایا ہوا ہے۔ عبدالقادر کی والدہ اور دایہ جو بیدار تھیں ان سے دریافت کیا کہ لحاف کو تو ہم نے دور رکھوا دیا تھا۔ یہ کس نے لحاف اڑھایا۔ انھوں نے کہا ہم نے تو نہیں ابھی ابھی خود بخود حرکت میں آیا اور عبدالقادر پر آکر ڈھک گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہم پر ایسا خوف غالب ہوا کہ بات کرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ برہان شاہ نے لحاف کے نیچے ہاتھ کر کے (عبدالقادر کے بدن کو) دیکھا (اور چھوا) معلوم ہوا کہ بخار کا اثر تک باقی نہیں رہا۔ اور (شہزادہ) بخلاف شب ہائے گذشتہ محو خواب شیریں ہے (اور حد درجہ راحت و آرام میں ہے) پروردگار عالم کا شکر ادا کیا اور فوراً ایک خدمتگار کو شاہ طاہر کی طلب میں بھیجا۔

وہ شخص گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ شاہ طاہر (اس حال میں تھے) کہ اپنی دستار سر سے اتارے ہوئے تھے اور اپنی پیشانی کو عاجزی اور انکساری کے ساتھ درگاہ سلطان بے نیاز میں رکھے ہوئے عبدالقادر کی صحت کے لئے دعا میں مشغول تھے۔ خدمت گار کے آنے کی خبر سن کر مضطرب ہو گئے کہ بادشاہ میرے کہنے پر آزردہ ہو گیا ہے اور قتل کا ارادہ کیا ہے یا عبدالقادر اپنی مقدر شدہ موت کے آغوش میں

پہنچ گیا اور بادشاہ نے اس نذر کو مبارک نہ سمجھا کہ اتنی دیر میں دوسرا خدمت گار پہنچا۔ خوف ہر اس زیادہ ہوا چاہا کہ گھر کی پچھلی دیوار سے کود کر فرار ہو جائیں کہ ناگاہ سات آٹھ شخص یکے بعد دیگرے ان کی طلب میں پہنچ گئے۔

طاہر شاہ مجبور ہو گئے اور وصیت کی ضروریات کو بجا لائے اور اہل خانہ کو وداع کر کے شہریار کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ جب برہان شاہ نے ان کے آنے کی خبر سنی تو خلاف عادت دروازہ تک استقبال کے لئے گیا اور ہاتھ پکڑ کر عبدالقادر کے بالین سر لے گیا اور کہنے لگا کہ مذہب اثنا عشری کے جو لوازم و ضروریات ہیں وہ تلقین فرمائیں تاکہ میں ان کو قائم کراؤں۔ شاہ طاہر نے اس معاملے میں مضائقہ کیا اور کہا کہ اول شہنشاہ حقیقت حال بیان فرمائیں اس کے بعد یہ خاکسار جس قدر جانتا ہے۔ عرض کرے گا۔ برہان شاہ نے کہا کہ اب صبر نہیں رکھتا، پہلے یہ مذہب اختیار کر لوں گا۔۔۔۔ پھر جو دیکھا ہے بیان کروں گا۔ شاہ طاہر شاہ نے کہا کہ قسم اس خلوص کی جو مجھ کو بادشاہ کی خدمت میں حاصل ہے جب تک میں حقیقت پر مطلع نہ ہوں محال ہے کہ لوازم اس مذہب کے عرض کر سکوں۔ برہان شاہ نے پورا قصہ خواب کا اور پوری حکایت لحاف کی دہرا دی۔

شاہ طاہر نے اطمینان قلب کے ساتھ بارہ اماموں کے نام اور ایک ایک کے مناقب و فضائل ذکر کرنا شروع کر دیئے اور کہا کہ ارکان اور قواعد اس مذہب کے تولا یا محبت اہل بیت کے ساتھ اور بیزاری ان کے دشمنوں کے ساتھ رکھنا ہے۔ برہان شاہ نے اسی صبح محبت اہل بیت کا جام سیر نوش کیا اور اس بیت کے ساتھ مترنم ہوا۔ یعنی یہ بیت پڑھتا تھا۔

چہ مبارک سحری بود چہ فرخندہ شبے   آن شب قدر کہ این تازہ مراخم دادند

چنانچہ شہزادہ حسین و عبدالقادر اور ان کی والدہ بی بی آمنہ اور دوسرے مرد اور عورتیں بلکہ تمام اہل حرم اس عقیدہ حقہ کی شراب سے سیراب ہو گئے اور ولائے اہل بیت کا علم بلند کیا۔

جب آفتاب عالم تاب نے اپنا سر مشرق سے بلند کیا برہان شاہ نے چاہا کہ بارہ اماموں کا خطبہ پڑھا جائے اور خلفائے ثلاثہ کا نام ساقط کر دیا جائے شاہ طاہر نے جلدی اور عجلت سے منع کیا اور کہا کہ حکمت و مصلحت ہے کہ فوری اس راز کو فاش نہ کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علماء کو جمع کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ میں مذہب

حق کا طالب ہوں، سب علماء ان چاروں میں سے کسی ایک مذہب پر اتفاق کر لیں تو میں بھی اس مذہب کو اختیار کر لوں اور دوسرے مذہبوں سے احتراز کروں۔

برہان شاہ نے شاہ طاہر کے کہنے پر عمل کیا۔ ملا پیر محمد استاد و افضل خان ثانیہ و ملا محمود دہلوی اور دوسرے چاروں مذہب کے علماء احمد نگر میں جمع ہو گئے ہر روز قلعہ کے اندر جہاں مدرسہ شاہ طاہر تھا اس عمارت میں جمع ہوتے اور ہر ایک اپنے مذہب کی حقیقت پر دلائل و براہین، قائم کرتا اور دوسرے اس کی رد کرتے تھے اکثر اوقات برہان شاہ بھی اس مجلس میں حاضر رہتا جو اکثر علمی مسائل سے واقف نہ تھا۔ غرض صحیح اور غلط کا امتیاز نہ ہو سکا۔ صاحبان علم کے چھ مہینے اس طرح گذر گئے۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ عجیب صحبت دیکھتا ہوں کہ اب تک حقیقت کسی مذہب کی اور ترجیح ایک کی دوسرے پر قائم نہیں ہوئی۔ ہر ایک اپنے مذہب کی صحت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (تو ایسی صورت میں) کس طرح کسی ایک کو اختیار کروں ان چاروں کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بیان فرمائیں تاکہ اس کے حق و باطل کی تحقیق پر غور کیا جائے شاہ طاہر نے کہا کہ ایک مذہب اور ہے جس کو اثنا عشری کہتے ہیں اور حکم ہو تو ان کی کتابوں کو بھی حاضر کیا جائے۔ برہان شاہ نے منظور کیا اور تلاش بسیار کے بعد اس مذہب کے ایک عالم جن کو شیخ احمد نجفی کہتے تھے حاضر کیا اور چاروں مذاہب کے علماء کے مقابلے میں پیش کر دیا۔

بحث و مباحثہ شروع ہو گیا۔ شاہ طاہر ان کی مدد کرتے تھے (اور ان کے غالب آنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سب سمجھ گئے کہ شاہ طاہر شیعہ مذہب کے ہیں۔ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ مخالفین نے معاندانہ رویہ اختیار کیا اور اکثر اوقات جب لاجواب ہو جاتے تو مجلس سے بائیکاٹ کر جاتے اور اٹھ جاتے۔

رفتہ رفتہ بات یہاں تک پہنچی کہ شاہ طاہر نے اہلسنت کی ایسی کتابیں پیش کرنا شروع کر دیں جس میں بحث خلافت (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوات و قلم کا کے طلب کرنے کا قصہ اور قصہ باغ فدک وغیرہ مندرج تھے۔ برہان شاہ نے جب دیکھا کہ تمام علماء شاہ طاہر سے لاجواب ہو گئے تو اپنے خواب کا واقعہ اور لحاف کا قصہ اور شہزادہ عبدالقادر کی کیفیت تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کر دی جس پر اکثر علمائے مجلس اور مقربان اور غلامان ہندی و ترکی

وحبشی و امیران و منصب داران و سلحداران اور شاگردان و پیشہ وران جاروب کشان و فراشان و فیل بانان تقریباً تین ہزار نفوس نے مذہب اثنا عشری اختیار کر لیا اور اصحاب ثلاثہ کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور نام نامی آئمہ معصومین پر اکتفا کی اور سلطان بہادر گجراتی کے چتر سفید کو سبز رنگ سے بدل دیا اور یہ سب اس مذہب پر مستقیم ہو گئے۔

لاهور کی قدیم ضریح اقدس
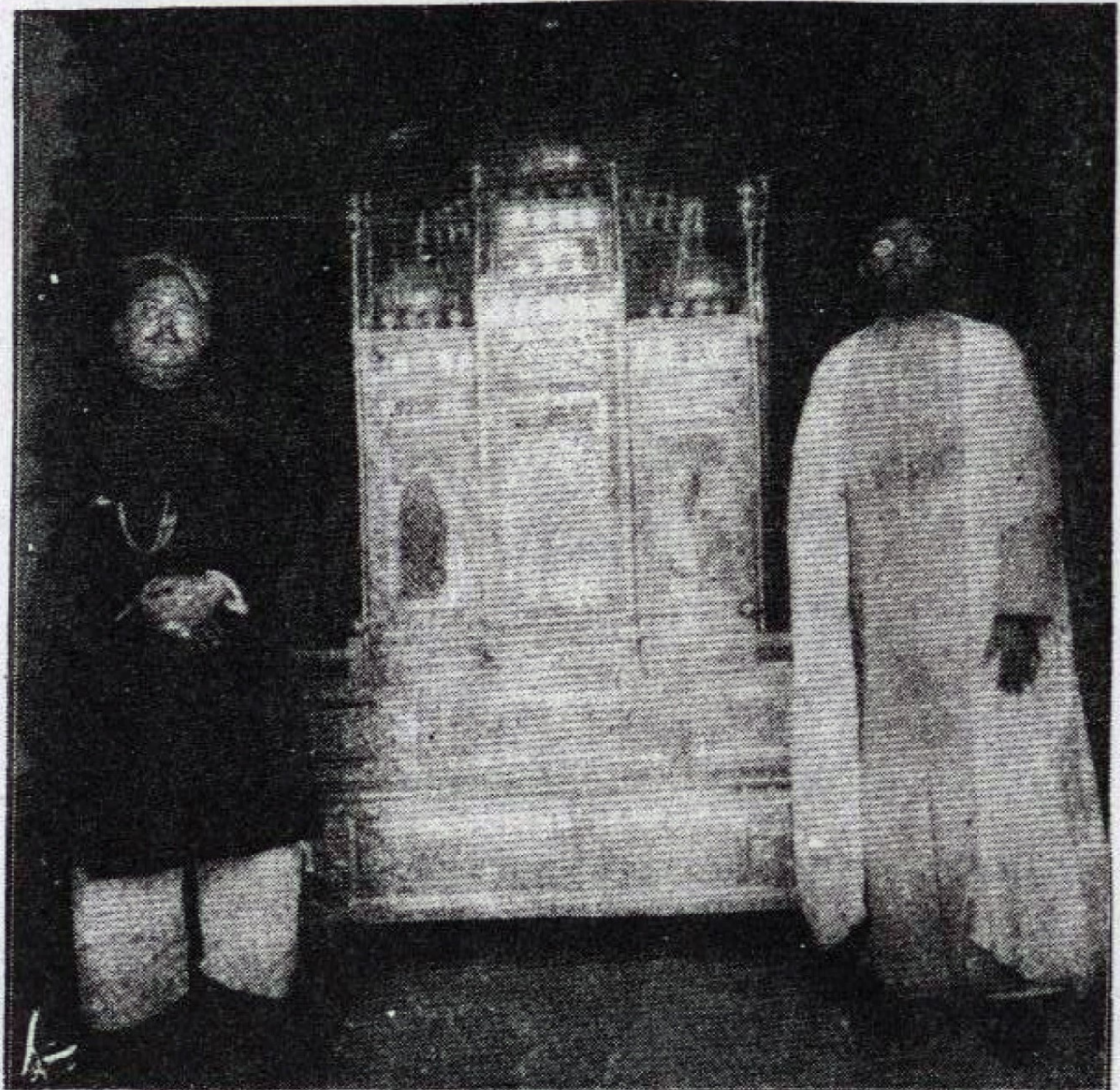
سرکار نواب نوازش علیخان صاحب بہادر قزلباش مرحوم **ضریح اقدس** حضرت مولانا السید محمد صاحب قبلہ

شبیہ مبارک ضریح اقدس جناب امیر علیہ السلام جو یوم شہادت جناب امیرؑ بہ زیر اہتمام جناب نوازش علیخان صاحب بہادر قزلباش عظیم الشان ماتمی جلوس کیساتھ نکلتی ہے اور جسے نواب محمد علیخان صاحب مرحوم نے تیس ہزار روپے کے صرف سے تیار کرایا تھا۔

مُعجزہ

مشکلکشائے خلق مولائے کائنات حضرت علی ابنِ ابیطالب ؑ

شہرِ ایران میں ایک لکڑہارا رہتا تھا جو کہ بہت ہی غریب تھا۔ وہ لکڑیاں بیچ کر اپنا اور اپنے بچّوں کا گزارا کیا کرتا تھا، ایک دن اپنی لڑکی سے کہنے لگا کہ بیٹی ہمسایہ کے گھر سے سگریٹ سُلگا لاؤ، جب لڑکی سگریٹ سُلگانے گئی تو اُس نے دیکھا کہ ہمسائی عورت کلیجی بھون رہی ہے۔ اس لڑکی کا دل کلیجی کھانے کو چاہا، لیکن اس عورت نے توجہ نہ کی، لڑکی نے دروازے سے باہر آکر سگریٹ کو بُجھایا اور پھر سگریٹ سلگانے کے لیے اندر چلی گئی۔ یہ اس لیے کیا کہ شاید اب کی دفعہ ہمسائی عورت کلیجی کھانے کو دیدے، مگر اب بھی اس نے کلیجی کھانے کو نہ دی۔ لڑکی مایوس ہو کر گھر چلی آئی۔ اتنی دیر میں سگریٹ سُلگ کر آدھی رہ گئی تھی۔ جب باپ کو سگریٹ دی تو اس نے کہا بیٹی آدھی سگریٹ خود پی آئی ہو؟ کہا نہیں باباجان ہمسائی کلیجی بھون رہی تھی اور میرا دل کلیجی کھانے کو چاہتا تھا اس لیے میں بار بار سگریٹ کو بجھا کر جلانے کے لیے جاتی تھی کہ شاید مجھے عورت کلیجی کھانے کے لیے دے مگر اس نے مجھے نہیں دی۔ باباجان آپ میرے لیے کل کلیجی لائیں۔ لکڑہارے نے کہا بیٹی ہمارے گھر میں تو اتنے پیسے بھی نہیں کہ ایک ماچس ہی خرید لائیں، میں کلیجی کہاں سے لاؤں۔ لڑکی نے کہا، نہیں باباجان آپ کل ضرور کلیجی لائیں۔ لکڑہارے نے کہا اچھی بیٹی دو دن کچھ نہ کھاؤ، دو دن کی لکڑیاں جمع کر کے بیچوں گا اور تم کو کلیجی لا دوں گا۔ لڑکی نے منظور کر لیا۔ لکڑہارا جنگل میں جا کر لکڑیاں جمع کر کے رکھ آیا۔ دوسرے دن جب جنگل میں گیا تو دیکھا کہ لکڑیاں جو اُس نے جمع کر کے رکھی تھیں وہ جل کر راکھ ہو چکی ہیں۔ وہ رونے لگا۔ روتے روتے غش کھا کر

گر گیا، عالمِ غشی میں دیکھا کہ ایک نقاب پوش کھڑے ہیں (صلوٰۃ) اور زمین سے چند سنگ ریزے اٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ لے لو۔ جب ان کو بھناؤ تو مشکل کشا کی نذر ضرور دلانا (صلوٰۃ) جب لکڑہارا ہوش میں آیا تو دیکھا کہ وہی سنگ ریزے اُس کے ہاتھ میں تھے، اُس نے وہ جیب میں ڈال لیے اور گھر چلا آیا۔ گھر جا کر دروازے کے پیچھے چھپ رہا۔ جب بیٹی نے دیکھا کہ باپ کو گئے ہوئے دیر ہو گئی ہے تو وہ باہر آئی۔ دیکھا کہ باپ دروازے کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ کہا بابا جان اندر آیئے۔ باپ نے کہا بیٹی مجھے تم سے شرم آتی ہے۔ وعدہ کر کے گیا تھا کہ تمھارے لیے ضرور کلیجی لاؤں گا۔ لیکن تمام لکڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔ بیٹی نے کہا بابا جان آپ آ جایئے۔ خداوندِ کریم ہمیں بہت کچھ دے گا۔

جب شام ہوئی تو لکڑہارے نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سنگ ریزے نکال کر بیٹی کو دیے کہ لو بیٹی ان سے کھیلو۔ لڑکی نے وہ سنگ ریزے ایک کمرے میں پھینک دیئے۔ علی الصبح جب لکڑہارے کی بیوی نماز پڑھنے کے لیے اٹھی تو دیکھا کہ کمرے میں ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ لکڑہارے نے اٹھ کر دیکھا تو کمرے میں ہر طرف جواہرات چمک رہے ہیں (صلوٰۃ) اس نے ان پر چادر ڈال دی۔ صبح ایک ہیرا لے کر جوہری کے پاس گیا اور کہا کہ یہ ہیرا تم خرید لو اور اس کی قیمت مجھے دیدو۔ جوہری بیش قیمت ہیرا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ لکڑہارے سے کہا کہ گھر سے بوریاں لے آؤ۔ جس قدر تم سے اٹھائی جائیں اشرفیاں بھر کے لے جاؤ۔ یہ اس ہیرے کی قیمت ہے۔ لکڑہارے سے جس قدر بوریاں اٹھائی گئیں وہ لے گیا، اور وہ زمین خریدی جہاں مولا مشکل کشاؑ شیرِ خدا نے اُسے سنگ ریزے دیئے تھے۔ (صلوٰۃ) اس نے وہاں ایک نہایت شاندار محل بنوایا۔ جس میں نہایت آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے لگا۔ ایک دن لکڑہارا اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اب مجھ پر حج فرض ہو گیا ہے میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ میرے بعد ہر مہینے تیرہ تاریخ کو مولائے مشکل کشاؑ کی نذر ضرور دلانا۔ چند دنوں کے بعد لکڑہارے کی بیوی نے بیٹی سے کہا کہ جاؤ سات قسم کی مٹھائی لاؤ تاکہ اس پر مولا مشکل کشائی

نذر دلائیں۔ بیٹی نے کہا اماں اب تو ہم بہت امیر ہو گئے ہیں، ہم رنگ رنگ کی مٹھائی پر نذر نہیں دلاتے۔ ماں خاموش ہو رہی۔ کچھ دنوں کے بعد دونوں ماں بیٹی حمام میں غسل کرنے گئیں کہ یکایک غل ہوا کہ حمام کو خالی کیا جائے کیونکہ بادشاہ کی ملکہ اور شہزادی حمام میں غسل کرنے کے لیے تشریف لا رہی ہیں، چنانچہ سب لوگ چلے گئے لیکن لکڑہارے کی بیوی اور لڑکی نہ گئیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو ملکہ سے بھی زیادہ امیر ہیں، ہم نہیں جائیں گے۔ اسی اثنا میں ملکہ اور شہزادی حمام میں تشریف لائیں۔ انھوں نے سنا ہوا تھا کہ ایک لکڑہارا بہت ہی امیر ہو گیا ہے۔ جب لکڑہارے کی لڑکی حمام سے باہر نکلی تو شہزادی نے دیکھا کہ اُس کے گلے میں موتیوں کا بہت ہی قیمتی ہار ہے۔ شہزادی نے پوچھا کہ یہ ہار تم نے کہاں سے لیا ہے۔ لکڑہارے کی لڑکی نے کہا کہ آؤ ہم تم سہیلیاں بن جائیں۔ یہ ہار تم لے لو میں گھر جا کر اور پہن لوں گی۔ شہزادی نے کہا کہ ہم تم سہیلیاں بن گئی ہیں اس لیے تم ہمارے گھر ضرور آیا کرنا۔

ایک دن لکڑہارے کی لڑکی شہزادی سے ملنے کے لیے گئی۔ شہزادی غسل کر رہی تھی۔ جب غسل کر کے باہر آئی تو نوکرانی سے کہا کہ کھونٹی سے میرا ہار بھی لے آؤ۔ نوکرانی نے کھونٹی پر ہار دیکھا تو ہار غائب تھا۔ شہزادی نے کہا ہار تم نے چوری کر لیا ہے۔ نوکرانی نے کہا کہ ہم نے آج تک آپ کی کبھی چوری نہیں کی، یہ آپ کی سہیلی کا کام ہے۔ چنانچہ بادشاہ کو بلایا گیا۔ اس نے لکڑہارے کی بیٹی اور بیوی سے پوچھ گچھ کی تو انھوں نے کہا کہ جب ہم غریب تھے تو ہم نے اس وقت بھی چوری نہیں کی تھی اب ہم کیوں چوری کریں گے۔ لیکن بادشاہ کو یقین نہ آیا۔ اسی وقت حکم دیا کہ دونوں ماں بیٹی کو قید خانے میں ڈال دیا جائے اور ان کے گھر کے آگے ایک دیوار کھڑی کر دی جائے۔

لوٹ لیا۔ وہ بغیر حج کیے ہی واپس لوٹ آیا۔ آکر دیکھا کہ محل کے آگے دیوار کھڑی ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ میرے اہلِ خانہ کہاں ہیں، اور محل کے آگے دیوار کیوں کھڑی ہے۔ لوگوں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ لکڑہارا بادشاہ کے پاس آیا اور تمام ماجرا سنایا، اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ چوری تو انھوں نے تب بھی نہ کی تھی جبکہ ہم بہت ہی غریب تھے، اب کیوں کرتیں! بادشاہ کسی طرح نہ مانا، لکڑہارے نے کہا اگر آپ ان کو قید سے رہا نہیں کرتے تو مجھے بھی قید کرلیں کیونکہ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میری بیوی اور لڑکی قید میں رہیں اور میں گھر میں بیٹھوں۔ چنانچہ لکڑہارے کو بھی قید کرلیا گیا۔

جب رات ہوئی تو لکڑہارے نے اپنی بیوی اور لڑکی کو بلایا اور پوچھا کہ میرے جانے کے بعد مولا مشکل کشا شیرِ خداؑ کی نذر دلاتی رہی ہو؟ انھوں نے کہا "نہیں"، لکڑہارے نے کہا بس یہ اسی کوتاہی کی سزا ہے۔ غرض کہ تمام رات توبہ کرتے رہے اور روتے رہے۔ جب نیند آگئی تو عالمِ خواب میں دیکھا کہ وہی نقاب پوش تشریف لائے ہیں۔ (صلوٰۃ) اور فرمایا کہ تم نذر دینا بھول گئے تھے اس لیے عذابِ الٰہی کا نزول ہوا ہے۔ لکڑہارے نے کہا کہ میرے پاس نذر دینے کے لیے پیسے موجود نہیں۔ انھوں نے کہا کہ اپنا بستر اٹھاؤ اس کے نیچے سے پانچ پیسے برآمد ہوں گے اُن کی شیرینی منگوا کر نذر دلاؤ کہ تمام مصیبت ٹل جائے۔

صبح جب لکڑہارا بیدار ہوا تو اپنا بستر اٹھایا، پانچ پیسے برآمد ہوئے قید خانے کے دروازے میں جاکر کھڑا ہو گیا۔ ایک نوجوان لڑکا گھوڑے پر سوار آتا ہوا دیکھا لکڑہارے نے اُس سے کہا کہ اے لڑکے مجھے پانچ پیسے کی شیرینی لادو۔ اس نے کہا کہ بوڑھا قید بھی ہوگیا ہے لیکن اب بھی شیرینی کھاتا ہے۔ میری تو آج شادی ہے میں بازار سے مہندی وغیرہ خریدنے جارہا ہوں اس لیے میں تمھارا کام نہیں کرسکتا۔ لڑکا ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ گھوڑے سے گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ جب لڑکے کے

کے باپ کو معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا مر گیا ہے تو وہ روتا ہوا قید خانے کے دروازے سے گزرا۔ لکڑہارے نے وہی سوال کیا کہ مجھے پانچ پیسے کی شیرینی لادو۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ جو ہونا تھا وہ تو ہو گزرا، میں کیوں نہ اس قیدی کا کام کر جاؤں۔ چنانچہ اُس نے لکڑہارے کو شیرینی لا کر دیدی۔ اس شیرینی پر مولا مشکل کشا کی نذر دیکر لکڑہارے نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم اتنے آزردہ کیوں ہو! اس نے کہا کہ میرا جوان لڑکا مر گیا ہے اور آج اس کی شادی تھی۔ لکڑہارے نے کچھ شیرینی اُسے دی اور کہا کہ اس کو پانی میں حل کر کے لڑکے کے منہ میں ڈال دینا، چنانچہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ جونہی پانی کا قطرہ لڑکے کے حلق میں اترا وہ کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

(صلوٰۃ)

اِدھر دوپہر کے وقت جب بادشاہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت چڑیا منہ میں ہار لیے آرہی ہے۔ چڑیا نے ہار اسی کھونٹی پر لٹکا دیا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران ہوا اور کہنے لگا کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ اسی وقت لکڑہارے کو بلایا۔ لکڑہارے نے رات کا تمام واقعہ بادشاہ کے گوش گزار کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور تاج اپنے سر سے اتار کر لکڑہارے کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ آپ میرے باپ اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گا، آپ کی خدمت کروں گا۔ ؎

اے لنگرِ سفینۂ اعجازِ انبیا — اے مظہر العجائب برحق ترے فدا

محروم کوئی آپ کے در سے نہیں گیا — کیجیے دُرِ مُراد عطا ہم کو بھی شہا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

پروردگارِ عالم بطفیل اپنے حبیبِ مکرم حضرت محمد مصطفےٰؐ اور ان کی آلِ پاک اور خصوصاً حضرت علیؑ مشکلکشا جس طرح اس لکڑہارے کی مشکل کو حل فرمایا اسی طرح تمام مومنین و مومنات کی جائز حاجات کو بر لا اور ہمیں درستئ ایمان اور فلاح دارین عطا فرما۔ آمین ثم آمین

امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی جنگی خصوصیات

دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے نامی گرامی بہادروں کے تذکرے ملتے ہیں جیسے بھیم ارجن، رستم، سہراب، سکندر اعظم، خالد بن ولید، طارق بن زیاد، نپولین، ہلاکو، ہٹلر وغیرہ۔ لیکن علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے ان کو کسی طرح سے نسبت نہیں دی جا سکتی، شجاعت اور بہادری آپ کے نام نامی کے ساتھ وابستہ ہو گئی۔ شجاعت کا صحیح انداز اور نبرد آزمائی کے زرّیں اصول جو آپ کے تھے وہ ان بہادروں کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتے تھے۔

بہادری صرف اس کا نام نہیں کہ اپنے حریف کو پچھاڑ کر، اس کا گلا کاٹ دیا جائے یا سینہ میں خنجر پیوست کر دیا جائے، باغ جلا دیئے جائیں، کھیتیاں اجاڑ دی جائیں، آبادیوں کو ویرانہ بنا دیا جائے۔ مظلوموں، بیواؤں اور یتیموں اور ضعیف و معذور لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے جائیں۔ یہ بہادری نہیں بربریت ہے۔ دنیا میں ایک بہادر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنی شجاعت کے اتنے کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہوں جتنے میرے مولا علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے۔ ملکوں کے فرمانروا، جرنیل فوجوں کو لڑانا جانتے ہیں، خود میدانِ جنگ میں آکر نبرد آزما نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو بحالتِ مجبوری جب دشمن سر پر آجاتا ہے اور بے لڑے ہوئے چارہ کار نہیں ہوتا۔ لڑنے والے ہیں مگر اپنی شجاعت پر اتنے اعتماد کے ساتھ نہیں جیسے حضرت علیؑ جنگ کرتے تھے۔

فوجوں کی ترتیب

آپ جب لشکر لے کر کسی معرکہ کے لیے روانہ ہوتے تو اس کو چھ حصّوں میں تقسیم کرتے تھے۔

(۱) قلب، امیرِ لشکر کے رہنے کی جگہ (۲) مقدمۃ الجنین۔ قلب کے آگے کچھ فاصلہ پر رہنے والا حصّہ (۳) میمنہ، دایاں بازو (۴) میسرہ۔ بایاں بازو (۵) ساقہ۔ پیچھے رہنے والا فوجی دستہ (۶) رادہ۔ ساقہ سے پیچھے رہنے والا فوجی دستہ۔

فوجوں کی تقسیم

اسی طرح آپ نے اپنی افواج کو چھ حصّوں میں تقسیم فرمایا تھا۔

(۱) رکبان شتر سوار آگے۔ (۲) فرسان گھڑسواران کے پیچھے (۳) راجل پیادے (۴) رُماۃ تیر انداز (۵) طلیعہ۔ دشمن کا سراغ نکالنے والا دستہ (۶) رائد۔ رسد کے سامان کا حفاظتی دستہ۔

فوجیوں کے لیے ہدایات

(۱) جب دشمن مقابلہ کو آئے تو یہ خیال رکھو کہ تمھارا قیام یا تو پہاڑ پر ہو یا اونچی زمین پر یا دریا کے کنارے تاکہ وقتِ ضرورت پناہ کی جگہ مل جائے اور دشمن تم تک مشکل سے پہنچ سکے۔

(۲) لشکر کو ہمیشہ یکجا رکھو اور اس کا کچھ حصّہ اپنے پسِ پشت رکھو تاکہ وقتِ ضرورت وہ تم کو مدد پہنچا سکے۔

(۳) یاد رکھو کہ دشمن کا مقدمہ اس کی آنکھیں ہیں اور مقدمہ کی آنکھیں طلیعہ (سراغ رساں دستہ) ہوتی ہیں، ان کا فرض ہوتا ہے کہ دشمن کا پتہ لگائیں۔

(۴) جس جگہ قیام کرو وہاں منفرق نہ اترو۔

(۵) جب کوچ کا وقت آئے تو ایک ساتھ مل کر کوچ کرو۔

(۶) رات کے وقت اگر قیام کرو تو اپنے نیزے چاروں طرف گاڑ دو اور ان سے اپنی محافظت کرو۔

(۷) رات کے وقت زیادہ نہ سوؤ۔

چند ذاتی خصوصیات

(۱) آپ دشمن کی کثرت کو کبھی نظر میں نہ لاتے تھے۔

(۲) کیسا ہی نامور جنگجو مقابلے کو آئے آپ گھبراتے ہی نہ تھے۔

(۳) میدان سے کبھی راہِ فرار اختیار نہیں کی۔

(۴) میدانِ جنگ سے بھاگنے والے کا کبھی تعاقب نہیں کیا۔

(۵) جو بھی مقابل آگیا اس نے موت کا مزا چکھا۔ ہاں جس نے پناہ مانگی یا کلمۂ حق پڑھ لیا اس پر پھر تلوار نہ اٹھائی۔

عورتوں، بچوں، ضعیفوں اور بیماروں پر کبھی ہاتھ نہ اٹھایا۔

۷۔ اپنے مقتول کی لاش کو کبھی برہنہ نہ کیا نہ اس کی بے حرمتی کی۔

۸۔ اپنی طرف سے خود کبھی حملہ کی ابتدا نہ کی۔

۹۔ عام طور پر جب بہادر مقابلے کے لیے میدانِ جنگ میں آتے تھے تو بڑے ٹھاٹ باٹ سے آتے تھے۔ سر پر آہنی خود، سینہ پر دہری زرہ، دو دو تلواریں۔ فولادی گرز، دو دو ڈھالیں، نیزے، ترکش، کمان، کمند غرض جتنا بوجھ ایک گدھے پر لادا جاسکتا ہے وہ سب لادے ہوئے آتے تھے۔ مکمل طور پر اپنے آپ کو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس کر کے میدان میں اترتے تھے۔ برخلاف اس کے علی ابن ابی طالبؑ صرف ایک ڈھال اور ایک تلوار لے کر شیر کی طرح حریف کے مقابل جھومتے ہوئے آتے تھے۔ اگر کبھی زرہ پہنتے بھی تھے تو ایسی کہ پشت کی طرف کا حصّہ ندارد ہوتا تھا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ آپ ایسی غیر محفوظ زرہ کیوں پہنتے ہیں تو فرماتے تھے کہ پشت کا حصّہ وہ رکھے جس کو پیچھے سے دشمن کے حملے کا خوف ہو۔ میں کبھی دشمن کی طرف بھاگنے کے ارادہ سے پشت کرتا ہی نہیں۔ خدا مجھے اس دن کے لیے نہ رکھے

۱۰۔ پہلے یا دوسرے ہی وار میں ہمیشہ دشمن کا کام تمام کر دیتے۔ زیادہ دیر جنگ کا اسے موقع ہی نہ دیتے۔

۱۱۔ تمام عمر کسی جنگ میں کسی دشمن سے شکست نہ کھائی۔

۱۲۔ آپ کی عمر معرکہ آرائیوں میں گذری اور ہر معرکہ میں آپ کو فتح حاصل ہوئی۔

۱۳۔ کسی جنگ میں آپ کو کبھی کسی امیر کے ماتحت نہیں بھیجا گیا۔

۱۴۔ آپ کی دلیری اور ثابت قدمی پر نظر رکھتے ہوئے خدا کے رسولؐ نے ہمیشہ آپ کو اپنے لشکر کا علمدار بنایا۔

۱۵۔ مؤرخین اسلام کا بیان ہے کہ علی علیہ السلام کی تلوار سے جو کفّار و مشرکین قتل ہوئے ان کی تعداد کم و بیش دس ہزار تھی، کیا دنیا کا کوئی بہادر اور تیغ آزما ایسا گذرا ہے جس نے اس کثرت سے اللہ کے دشمنوں کو قتل کیا ہو۔ کیا ایسا بہادر انسان اسلام کے لیے مایۂ ناز نہیں۔

۱۶۔ میدان جنگ میں جتنے سپاہی لڑتے ہیں وہ کسی نہ کسی ذاتی غرض کے لیے لڑتے ہیں۔ لیکن دنیا کا علیؑ ہی وہ انوکھی شان کا جنگجو ہے جس نے دس ہزار میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نفس کے لئے اپنی ذاتی غرض کے لیے یا کسی جذبۂ انتقام کے

کے تحت قتل کیا۔

۱۷۔ اہلِ عرب کو اپنی شجاعت پر بڑا ناز تھا اور جان لینے اور جان دینے کو کھیل سمجھتے تھے، جنگ وجدال ان کی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ تھا اور اس پر ان کو بڑا ناز تھا، لیکن ان کے اس نقارۂ فخر کی آواز کو جس نے دبایا اور ان کی اکڑی ہوئی گردنوں کو جس نے اپنے قدموں پر جھکایا وہ صرف اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ذات تھی۔

۱۸۔ آپ اکثر جنگ کے موقع پر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ ابوطالبؑ کا بیٹا موت کا اتنا شائق ہے جتنا ایک بچہ اپنی ماں کے پستان کا ہوتا ہے۔"

۱۹۔ آپ اپنے لشکریوں سے فرمایا کرتے تھے۔ "لوگو! اگر تم میدانِ جنگ میں قتل نہ ہوگے تو ایسے بھی تو مرنا ہے، اس لیے موت سے بالکل نہ ڈرو اور بے خوف ہو کر دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ۔" آپ بستر پر مرنے کے بجائے میدانِ جنگ میں تلوار کی ہزار ضربوں سے مرنے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

۲۰۔ ایک دفعہ سعید بن قیس ہمدانی نے عین جنگ کے موقع پر آپ کو صرف دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ سعید نے کہا سخت لڑائی کے وقت لوگ زرہ پہنتے ہیں، آپ یہ معمولی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ شیرِ خدا نے جواب دیا "میں موت سے کہاں بھاگ سکتا ہوں، جس دن وہ آنے والی ہو اس دن اس کو کوئی نہیں روک سکتا ہے، اور جس دن نہیں آنے والی ہو اُس کو کوئی نہیں بلا سکتا۔

۲۱۔ آپ عام طور پر گھوڑے کے بجائے خچر پر سوار ہو کر جنگ کرتے تھے۔ لوگ اکثر سوال کرتے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس پر مولائے کائنات ارشاد فرماتے۔ گھوڑا دوڑنے اور بھاگنے کے لیے ہوتا ہے۔ نہ میں دشمن کے سامنے سے فرار اختیار کرتا ہوں نہ بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرتا ہوں۔

۲۲۔ ابنِ عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو جنگ میں اس طرح دیکھا ہے کہ سر کھلا ہوتا تھا، ایک ہاتھ میں عمامہ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔

۲۳۔ ایک دفعہ جنگ کے دوران مقابلہ کے دوران دشمن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اس کو یہ معلوم تھا کہ علیؑ سائل کا سوال کبھی رد نہیں کرتے ہیں۔ اس نے آپ سے تلوار مانگی، آپ نے فوراً اپنی تلوار اس کو دیدی، یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا، کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟

مولاؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں، میں نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں کیا حضرت کی اس بات کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً کلمۂ حق پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

۲۴۔ عَمرابن عبدِ ودعرب کا نامی گرامی پہلوان تھا، یہودیوں کو اس کی طاقت اور بہادری پر ناز تھا، جنگِ خندق میں صحابۂ کرام نے بتایا کہ یہ تنہا ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہے۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس کے مقابل آتا، حضرت علیؑ نے سرکار رسالت پناہؐ سے اجازت طلب کی، جب آپ اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج کُلّ ایمان کُلّ کفر کے مقابلہ کو جارہا ہے، آپؑ نے اسے زیر کیا اور اس کے سینہ پر سوار ہوئے تو اُس نے اپنا لعابِ دہن حضرتؑ کی طرف پھینکا، آپ فوراً اس کے سینہ سے اتر آئے۔ اس پر تمام مسلمانوں کو تعجب ہوا، حضورؐ سے کہنے لگے کہ علیؑ نے یہ کیا کیا! آپؐ نے فرمایا کہ جب علیؑ واپس آئیں گے تو ان سے خود دریافت کر لینا۔ جب آپ واپس آئے تو لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ مولا نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس حالت میں مَیں اس کو قتل کرتا تو میرا نفس شامل ہو جاتا، لیکن میں جنگ تو صرف اللہ کے لیے کر رہا تھا۔ حریفِ گستاخ کے مقابلہ میں یہ عظمتِ کردار علیؑ کے سوا کسی اور کی ذات میں نظر نہیں آتی۔ اسی موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ "علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔"

۲۵۔ شجاعت و بہادری کا جیسا گہرا تعلق علی ابن ابی طالبؑ سے ہے اور کسی سے نہیں۔ آپ کا نام فتح کی علامت بن گیا ہے۔ قوی سے قوی دشمن کے مقابلہ میں بھی جب نعرۂ حیدری بلند کیا جاتا ہے تو اس کا دل دہل جاتا ہے۔ "یا علیؑ" کا نعرہ پاکستان کے لیے قوت کا سرچشمہ اور فتح و کامرانی کی نشانی ہے، اسی لیے شجاعت کا اعلیٰ ترین اعزاز ہماری بہادر افواج نے "نشانِ حیدر" قرار دیا ہے۔ "یا علیؑ مدد"۔

فضائلِ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام

مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است
بوتراب از فتح اقلیم تن است

مرسلِ حق کرد نامش بوتراب
حق یداللہ خواند در اُمّ الکتاب

(علامہ اقبالؒ)

"اگر تمام سمندر روشنائی ہو جائیں، تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام مل کر لکھتے جائیں اور تمام جن شمار کرتے جائیں تب بھی اے ابوالحسن آپ کے فضائل کا شمار نہیں کر سکتے" (حضرت عمر)

ان الفاظ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ فضائل حضرت علی علیہ السّلام بیان کر سکے۔ دنیا نے دیکھا کہ تاریخ داں، محقق حضرات، ادیب، فلاسفر اور شعراء آپ کی ثنا کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ کی لائقِ تحسین صفات کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے، حدِ وہم و گمان میں ہوتے ہوئے بھی آپ کی ذات زبان و بیان کی حد سے باہر ہے۔ انسانی ذہن آپ کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے، چشمِ انساں آپ کے مقاماتِ بلند کو دیکھنے سے عاجز ہے۔ آپ کے لیے خدا اور اس کے آخری رسول حضرتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر تعریف شایانِ شان ہے۔

یا علیؑ! ۔ آپ کے فضائل دشمنوں نے اپنی عداوت کی وجہ سے چھپائے اور دوستوں نے دشمنوں کے خوف سے۔ مگر فضائل کا بے پناہ طوفان دونوں کے روکے نہ رک سکا بلکہ وہ لاہوتی قوت سے فوّارہ بن کر جو چھوٹا تو آج تاریخِ اسلام کا کوئی ورق فضائلِ علیؑ سے خالی نظر نہیں آتا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان بے بہا موتیوں سے اپنے دامن کو پُر کیا ہے۔ میرے مولا! یہ آپ ہی کی ذاتِ والاصفات ہے جس کے فضائل دوست اور دشمن دونوں بیان کرنے پر مجبور ہو گئے۔

رتبہ شناس کوئی بجز مصطفےٰؐ نہ تھا
شیرِ خدا، امیرِ عرب، بوترابؑ کا
(نہال رضوی)

فضائل علیؑ بزبان نبیؐ آخرالزماں حضرت علیؑ کی امتیازی صفات و خدمات کی بنا پر رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کی بہت عزت کرتے تھے، اور حضورؐ اپنے قول و فعل سے آپؑ کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے، رسولِ کریمؐ کے ارشادات مولا علیؑ کے

بارے میں درجِ ذیل ہیں :-

(١) علیؑ میرے علوم کا خزانہ ہے۔

(٢) علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور یہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تا آنکہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔

(٣) میرے بعد سب آدمیوں سے بہتر علیؑ ہے، جو شخص اس سے انکار کرے وہ بیشک کافر ہے۔

(٤) علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔

(٥) میںؐ اور علیؑ ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں۔

(٦) علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

(٧) میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، جو کوئی بھی شہر میں داخل ہونا چاہے اس کو دروازے سے آنا چاہیئے۔

(٨) علیؑ تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(٩) علیؑ کو مجھ سے وہ تعلق ہے جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے۔

(١٠) رسولؐ اکرم نے علیؑ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی قرار دیا۔

(١١) رسولِ اکرمؐ نے میدانِ غدیرِ خم میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اعلان فرمایا کہ "اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے۔"

(١٢) اگر تم علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا لو گے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسا نہ کرو گے۔ وہ تم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے گا اور تم اس کو ایک قائد پاؤ گے جو کہ خود اچھی طرح ہدایت یافتہ ہے۔

(١٣) اے فاطمہؑ! میں نے تمھاری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی ہے جس کو میں تمام آدمیوں میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔

(١٤) میں تمام نسلِ انسانی کا سردار ہوں اور علیؑ عربوں کا سردار ہے۔

(١٥) وہ آتا ہے سب سے زیادہ سچا اس دنیا میں اسلام کا گواہ، وہ آتا ہے سب سے زیادہ ہیں دنیا میں اسلام کا سچا گواہ پیغمبرؐ نے دہرایا، جب علیؑ کو آتے ہوئے دیکھا۔

(۱۶) پیغمبرِ خدا نے علیؑ کو ابو ریحانتین کہہ کر پکارا۔ (دو خوشبوؤں کا باپ)

(۱۷) میں اللہ کا آخری نبی ہوں اور اے علیؑ تم پیغمبروں کے آخری وصی ہو

(۱۸) علیؑ ایسے ہی اچھے حاکم ہیں جیسا کہ میں ہوں۔

(۱۹) یا علیؑ! تم کو تین خوبیاں وہ نصیب ہوئیں جو میرے پاس بھی نہیں (۱) تم کو میرا جیسا خسر ملا جو کہ میں نہیں رکھتا (۲) تم کو میری بیٹی فاطمہؑ جیسی زوجہ ملی جیسی کہ میری نہیں (۳) جس سے دو لڑکے حسنؑ اور حسینؑ جیسے پیدا ہوئے جیسے کہ میرے نہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(۲۰) سرکارؐ نے فرمایا کہ قبلِ خلقت کائنات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ بَرادرِ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

(۲۱) کسی نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ آپ کا علم روزِ قیامت کون اٹھائے گا۔ آپؐ نے جواب دیا اور کون ہو سکتا ہے سوائے اس کے جو دنیا میں بھی میرا علم اٹھاتا ہے۔

(۲۲) اے علیؑ! تم کو جنت میں اس قدر نعمتیں ملیں گی کہ اگر تمام عالم کے آدمیوں کو بھی تقسیم کرو تو ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہو۔

(۲۳) علی اس وقت تک انتقال نہیں کریں گے جب تک ان کا دل غم سے نہ بھر جائے اور ان کو شہید کیا جائے گا۔

(۲۴) یا علیؑ تم میری سنت کی خاطر مارے جاؤ گے۔

(۲۵) وقتِ رحلت پیغمبرؐ نے علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ وہ اُن کو غسل دیں۔

(۲۶) میرا وصی اور میرے رازوں کا خزانہ اور تمام آدمیوں سے ممتاز جن کو میں اپنے بعد چھوڑ کر جاؤں گا وہ میرے وعدوں کو پورا کرے گا، میرے قرضوں کو ادا کرے گا وہ علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

(۲۷) اے علی! تیری محبت ایمان ہے، تیرا بغض نفاق ہے، تیرا محب جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا اور دوزخ میں تجھ سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے داخل ہوگا۔

(۲۸) اے علیؑ اگر تم نہ ہو تو میری امت بڑی مشکلوں میں پڑ جائے۔

(۲۹) یا علی! جنت کی بہاریں اس کیلئے ہیں کہ جو تمھارے ساتھ ہے اور تم کو دوست رکھتا ہے، اور جہنم کے شعلے اس کے لیے ہیں جو تم سے حسد رکھتا ہے اور تمھاری فضیلتوں کا منکر ہے۔

(۳۰) علیؑ کی محبت دوزخ کی آگ سے بچاتی ہے۔

(۳۱) علیؑ بابِ حطہ ہے (یعنی گناہوں کی معافی کا دروازہ ہے) جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

(۳۲) علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

(۳۳) جو شخص میرے ساتھ زندگی اور موت اور جنت میں رہنا چاہتا ہے جہاں کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی ہے جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے وہ خواہ مرد ہو کہ عورت علیؑ کو دوست رکھے علی تم کو کبھی گمراہ نہ ہونے دیں گے صراطِ مستقیم سے اور نہ ہی وہ تمھاری گمراہی کو برداشت کرسکیں گے۔

(۳۴) اے علیؑ! میرے اللہ نے مجھے وہ سب کچھ دیا جو میں نے مانگا اور میں نے کوئی چیز ایسی نہیں مانگی جو تمھارے لیے بھی نہ مانگی ہو۔

(۳۵) اے اللہ! حق کو اُدھر پھیر دے جدھر علیؑ جائیں۔

(۳۶) علیؑ شارح ہوں گے نیکی کے جبکہ امت میں نا اتفاقی ہوگی۔

(۳۷) اے علیؑ! جو مجھ سے برگشتہ ہوا اس نے اپنے آپ کو اللہ سے بیگانہ کرلیا اور جو کوئی تم سے برگشتہ ہوا اس نے اپنے آپ کو مجھ سے برگشتہ کیا۔

(۳۸) جو کچھ میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں اے علیؑ وہ تمھارے لیے بھی پسند کرتا ہوں اور جو کچھ میں اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں تمھارے لیے بھی ناپسند کرتا ہوں۔

(۳۹) یا علیؑ! خوش ہو کہ تمھاری حیات و موت میرے ساتھ ہے۔

(۴۰) علیؑ کا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے نزدیک میرا رتبہ ہے۔

(۴۱) جو کوئی نوحؑ کو ان کے فہم میں، ابراہیمؑ کو ان کی خُلت میں اور یوسفؑ کو ان کے جمال میں دیکھنا چاہے وہ علیؑ پر نظر کرے۔

(۴۲) علیؑ مسلمانوں کی سپر ہے۔

(۴۳) میں اور علیؑ تمام انسانوں کے لیے حرفِ آخر ہیں۔

اللہ نے اور تمام پیغمبروں کا سلسلہ ان کے ہی سلسلۂ نسب میں رکھا لیکن میرا اور علی کا ایک ہی سلسلہ میں رکھا۔

(۴۴) دوسرے تمام لوگ دوسرے درختوں سے ہیں لیکن علی اور میں ایک ہی درخت سے ہیں۔

(۴۵) علیؑ کو امت پر وہ حق ہے جو ایک باپ کو بیٹوں پر ہوتا ہے۔

(۴۶) یا علیؑ تم میرے بہترین منتخب دوست ہو اور میرے امین بھی ہو۔

(۴۷) یا علیؑ تم میرے داماد بھی ہو اور میرے سب سے پیاروں کے باپ بھی ہو۔

(۴۸) علیؑ کے لیے بری زبان استعمال نہ کرو، وہ میرے بعد تمھارے امیر بھی ہیں۔

(۴۹) میرے فرائض یا تو میں خود ادا کر سکتا ہوں یا صرف اکیلے علیؑ میرے عوض ادا کر سکتے ہیں۔

(۵۰) علیؑ کی ضربت عمر ابن عبدِ ود پر وزنی ہے تمام جن و انس کی عبادت سے۔

(۵۱) وہ علیؑ تھا جس نے سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی۔

(۵۲) اے علیؑ! تم پہلے ہو مجھ پر ایمان لانے میں اور میری مدد کرنے میں۔

(۵۳) اے علیؑ! تمھارے لیے علم کی برکتیں چاہتا ہوں تم نے علم کو پانی کی طرح سیر ہو کر پیا ہے۔

فضائلِ علیؑ بزبان حضرت ابوبکر

(۱) حضرت ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ صلعم سے سنا کہ کوئی شخص پلِ صراط سے نہیں گذر سکے گا جب تک کہ اس کے پاس حضرت علیؑ کا پلِ صراط سے گذرنے کا اجازت نامہ نہ ہو گا۔

(۲) حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ نے ان سے پوچھا کہ آپ اکثر علیؑ کے چہرے کو کیوں دیکھا کرتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

(۳) حضرت ابوبکر اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رسول اللہؐ صلعم کی عترت ہیں یعنی ان لوگوں میں ہیں جن کے ساتھ وابستہ رہنے کا اور جن کی پیروی کرنے کا رسول اللہؐ صلعم نے حکم دیا ہے۔

(۴) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے غدیرِ خم میں حضرت علی ابنِ ابی طالب سے کہا۔ اے ابوطالب کے فرزند آپ (دنیا کے) تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے۔

(۵) حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکر عدالت و انصاف میں میرا اور علی کا ہاتھ برابر ہے۔

(۶) حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو آتے دیکھ کر کہا کہ جو ایسے انسان کو دیکھنا چاہتا ہو جو تمام لوگوں میں رسول اللہؐ سے قریب تر ہے، سب سے زیادہ بامنزلت ہے، جو خدا کی نظر میں بھی سب سے زحمت کش اور بامرتبہ ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے، یہ کہہ کر انھوں نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان حضرت عمر

(۱) حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کسی شخص نے حضرت علی کی طرح فضائل حاصل نہیں کیے، وہ اپنے دوست کو صداقت کا راستہ دکھاتے ہیں، اور ہلاکت سے بچاتے ہیں۔

(۲) حضرت عمر بن خطاب نے کہا (اے لوگو!) شریفوں سے محبت کرو اور کمینوں سے اپنی عزت بچاؤ اور یقین کر لو شرافت کامل نہیں ہو سکتی جب تک حضرت علی کی ولایت حاصل نہ ہو۔

(۳) حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر تمام لوگ حضرت علی کی محبت پر اتفاق کر لیتے تو خداوندِ عالم آتشِ جہنم کو نہ پیدا کرتا۔

(۴) حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ ہم سب میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

(۵) حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں ایسی مشکل میں جس سے بچانے کیلئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

(۶) ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت علی سے کچھ پوچھا، حضرت علیؑ نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمر نے کہا اے ابوالحسن میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی قوم میں باقی رہوں اور آپ اس میں نہ ہوں، کیونکہ مشکلوں کو حل کرنے والے اور زحمتوں سے بچانے والے آپ ہی ہیں۔

(۷) حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ اصحابِ محمدؐ کی اٹھارہ فضیلتیں تھیں، جن میں سے تیرہ فضیلتیں صرف حضرت علی سے مخصوص تھیں اور باقی پانچ فضیلتوں میں ہم سب شریک تھے۔

(۸) حضرت عمر نے اعلان کیا کہ پیغمبرؐ نے اس حالت میں انتقال فرمایا جبکہ وہ علیؑ سے بہت خوش تھے۔

(۹) ایک مرتبہ حضرت عمر کے سامنے علیؑ کا ذکر آیا، انہوں نے کہا علیؑ پیغمبرؐ کے داماد ہیں، جبریل پیغمبرؐ کے پاس اللہ کا حکم لے کر آئے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ کے ساتھ کر دو۔

(۱۰) حضرت عمر کہتے ہیں کہ علیؑ ہمارے درمیان سب سے بہتر عادل ہیں۔

(۱۱) حضرت عمر دعا مانگتے تھے کہ "اے اللہ مجھ پر کوئی بلا نازل نہ کرنا جبکہ علیؑ میرے پاس نہ ہوں۔"

(۱۲) حضرت عمر نے مختلف مشکل مراحل کے دوران زندگی میں بارہ مرتبہ کہا کہ "عمر ہلاک ہو جاتا اگر علیؑ نہ ہوتے۔"

(۱۳) حضرت عمر نے کہا کہ "اگر ساتوں سیّارے اور ساتوں آسمان ترازو کے ایک پلّہ میں اور دوسرے پلّہ میں علیؑ کے ایمان کو رکھا جائے تو علیؑ کا پلّہ بھاری رہے گا۔"

(۱۴) حضرت عمر نے فرمایا کہ تم لوگ علیؑ کا ذکر بجز نیکی کے مت کرو، اگر تم نے ان کی شان گھٹائی تو پیغمبرؐ کو قبر میں ایذا دو گے۔

(۱۵) حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "علی ابنِ ابی طالبؑ کو تین فضیلتیں ایسی ملی ہیں کہ ان میں سے ایک اگر مجھ کو ملتی تو یہ اس سے بہتر تھا کہ سرخ رنگ کے اونٹوں کی قطار مجھے مل جائے۔" کسی نے پوچھا کہ وہ کیا فضیلتیں ہیں؟ کہا (۱) فاطمہ بنتِ رسول اللہؐ کے ساتھ آپ کی شادی۔
(۲) مسجدِ رسولؐ میں رسولؐ کے ساتھ آپ کی سکونت اس عنوان سے کہ جو بات رسول اللہؐ کو مسجد میں حلال تھی وہ علیؑ کو بھی حلال تھی۔
(۳) خیبر میں علم ملنا۔"

(۱۶) حضرت عمر نے کہا کہ "اگر علیؑ کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام قائم نہ ہوتا۔"

(۱۷) حضرت عمر سے روایت ہے کہ "رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "اے علیؑ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے تم وہیں جاؤ گے جہاں میں جاؤں گا۔"

(۱۸) حضرت عمر سے روایت ہے کہ "علیؑ اس کے مولا ہیں جس کے رسولؐ مولا ہوں۔"

(۱۹) حضرت عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ہم کو حکم دیا کہ جب بھی ہم میں اختلاف ہو تو

علیؑ کو حکم بنائیں۔

(۲۰) حضرت عمر نے فرمایا کہ علم کے چھ حصے ہیں ان میں سے پانچ علیؑ کو ملے، چھٹا حصہ باقی تمام لوگوں کو، اس چھٹے حصہ میں بھی علیؑ شریک ہیں اور وہ ہم سب سے اَعلَم ہیں۔

(۲۱) حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ تعجب کے ساتھ حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن! آپ سے جب بھی کوئی بات پوچھی جاتی ہے آپ فوراً بغیر رُکے بتلا دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سنکر اپنا دستِ مبارک حضرت عمر کے سامنے کر دیا اور پوچھا کہ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں؟ حضرت عمر نے کہا پانچ۔ حضرت علی نے کہا اے ابوحفصہ! تم نے بڑی جلدی بتلا دیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا "یہ تو مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے"۔ آپ نے فرمایا، جن امور کے بتلانے میں میں جلدی کرتا ہوں وہ مجھ پر پوشیدہ نہیں ہوتے"۔

(۲۲) حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ خبردار کوئی شخص مسجد میں اس وقت فتویٰ نہ دے جبکہ علی مرتضٰےؑ موجود ہوں۔

فضائلِ حضرت علیؑ بزبان حضرت عثمان

(۱) حضرت عثمان رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "میں اور علیؑ ایک نور سے خلق ہوئے ہیں، آدمؑ کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے۔ پس جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو یہ نور ان کے صلب میں منتقل کیا، اس کے بعد عرصہ تک یہ نور راز رہا یہاں تک کہ ہم صلبِ عبدالمطلب میں جدا ہوئے پس مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں ولایت۔

(۲) حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول خدا کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے علی کے چہرۂ مبارک کے نور سے کچھ ملائکہ کو خلق فرمایا ہے جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس کا ثواب علی اور اولادِ علی اور ان سے محبت کرنے والوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

فضائل حضرت علی بزبان امیرِ شام معاویہ بن ابی سفیان

(۱) ابو حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر معاویہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ معاویہ نے کہا "علیؑ سے دریافت کرو وہ اعلم ہیں۔ اس نے کہا اے امیر آپ کا جواب مجھ کو علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے کتنی بُری بات کہی، تو نے ایک ایسے شخص سے کراہت کی جس کو رسول اللہؐ نے علم سے پُر کر دیا ہے۔ اس کے لیے فرمایا کہ یا علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت عمر پر جب بھی کوئی مشکل وقت آتا تھا تو آپ حضرت علی ہی سے پوچھا کرتے تھے۔

(۲) جب معاویہ کو حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر ملی تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "علی ابن ابی طالبؑ کے مرنے سے علمِ فقہ کا خاتمہ ہوگیا۔"

(۳) امیر معاویہ نے خالد بن معمر سے پوچھا "تم علیؑ کو ہم سب سے زیادہ کیوں دوست رکھتے ہو۔ خالد نے جواب دیا۔ میں علی کو ان کی تین صفات کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ (۱) جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو دامنِ حلم ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ (۲) جب گفتگو کرتے ہیں تو سچ ہی کہتے ہیں (۳) جب فیصلہ کرتے ہیں تو عدالت کے مطابق ہوتا ہے۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان اُمّ المومنین حضرت عائشہ

(۱) عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ خیر البشر ہیں جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔

(۲) اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں حضرت رسول خدا کے پاس تھی کہ حضرت علیؑ آ گئے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ عرب کے سردار ہیں۔

(۳) حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے کہا وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سنتِ رسولؐ کے جاننے والے ہیں۔

(۴) ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا تمام عورتوں میں سب سے زیادہ فاطمہ کو اور تمام مردوں میں سب سے زیادہ ان کے شوہر علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ (بشکریہ ماہنامہ تبلیغ کراچی)
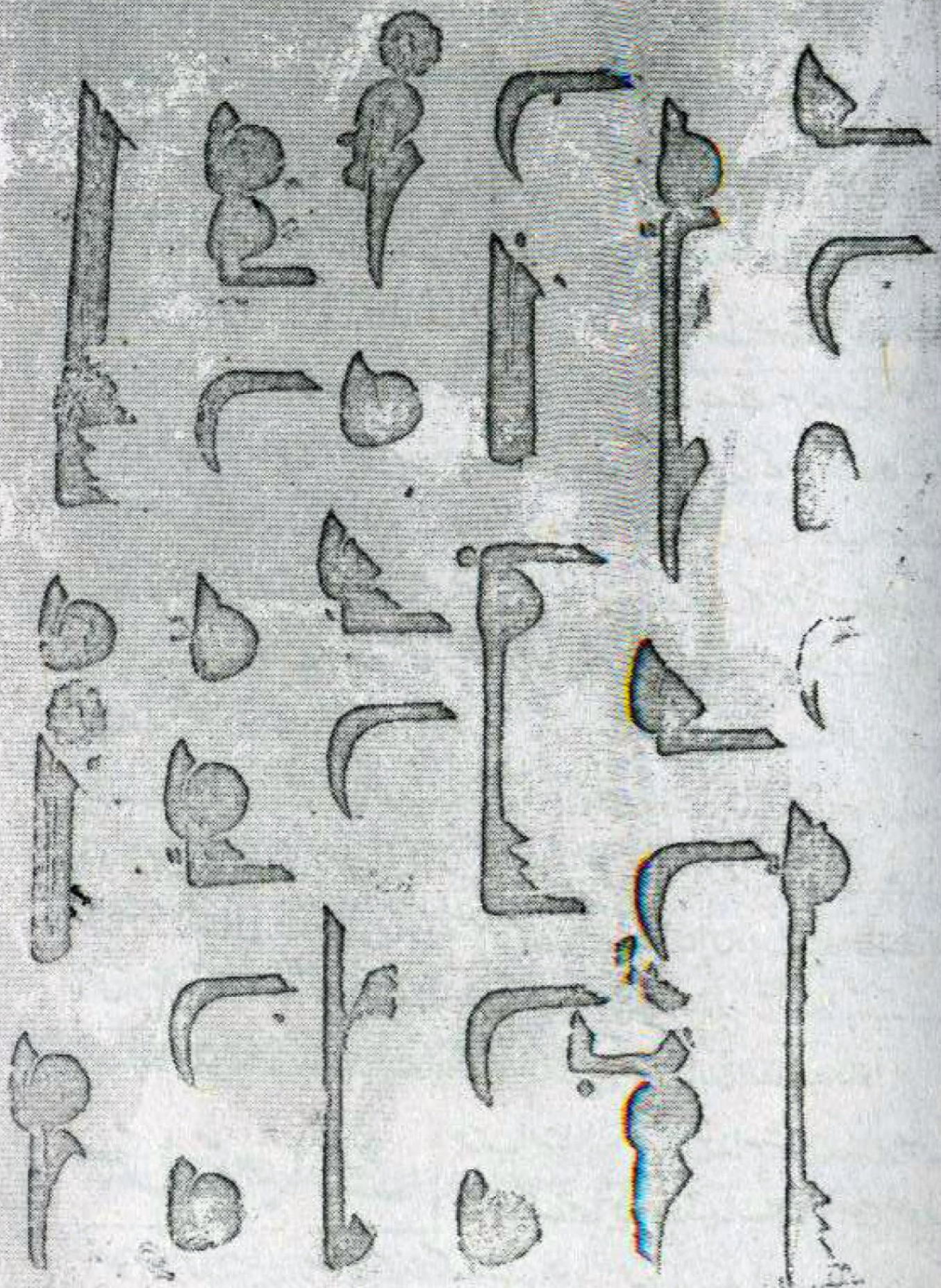
امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب کے

اسمائے مبارک والقابات

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

صاحب ارجح المطالب نے اسناد کے ساتھ وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں حضرت علی علیہ السلام کے اسمائے مبارک اور القاب کا ذکر ہے۔ یہ القابات آنحضرت کی طرف سے علی کو ان کی دینی و دنیاوی خدمات وصفات کی وجہ سے عطا ہوئے تھے۔ ہر القاب کا تعلق کسی نہ کسی واقعات اور رسول اکرم کی بے بہا خدمت سے ہے اگر ان کو توضیح کے ساتھ لکھا جائے تو امیر المومنین کی مقدس زندگی کے بہت سے واقعات پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ اصحاب رسول میں سے کوئی صحابی بھی اتنے القاب کا حامل نہیں بلکہ عشر عشیر سے بھی اس کا تعلق نہیں اگر دل کی گہرائیوں سے سمجھا جائے اور ردر باطن پر نظر ڈالی جائے تو اس سے جناب امیر علیہ السلام کا ایک ایسا صاحب فضل وشرف ہونا ظاہر ہوتا ہے جس کی نظیر نہ اولین میں ملتی ہے نہ آخرین میں۔ جناب امیر علیہ السلام کے ایک القاب کا ذکر کر رہا ہوں امیر المومنین جناب رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کب سے حضرت علی کا نام امیر المومنین رکھا گیا ہے تو، ہرگز اس کے فضائل سے انکار نہیں کرتے۔ علی کا نام امیر المومنین اس وقت سے ہوا ہے کہ ابھی آدمؑ روح اور جسد کے درمیان تھے۔ اس وقت پروردگار نے ارواح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور محمد تمہارا نبی ہے اور علی تمہارا امیر ہے۔ (ارجح المطالب ص۱۷)

اسمائے مبارک

جناب امیر کا اہل آسمان میں نام شمائیل، اہل زمین کے نزدیک جمجائیل۔ لوح پر آپ کا نام قسوم، قلم پر منصوم عرش پر معین، رضوان کے نزدیک امین، حور العین کے نزدیک اصب عبرانی زبان میں قبا طیبی، سریانی زبان میں شر حیل، توریت میں ایلیاء، زبور میں اری، انجیل میں بری (چونکہ آپ شرک سے بری ہیں) عربی میں علی، ہندی میں کبکر (یعنی وہ شخص جو اراده

کسی بات کا کرے تو جب تک اس کو نہ کرے اور اختتام تک نہ پہونچائے اس سے علیحدہ نہ ہو) روم میں بطرلیس (معنی ہیں روحوں کا نہایت سرعت سے چھین لینے والا) فارس میں جیر ہے (یعنی وہ باز جو شکار کرتا ہے) ترک میں تبیر ہے (یعنی وہ چیتا کہ جب اس نے کسی شے پر پنجہ مارا اسے پھاڑ ہی ڈالا) زنج میں نام یعبر ہے (یعنی وہ شخص جو بند بند کو جدا کردے) حبشہ میں نام تبریک ہے (یعنی ہر چیز کا برباد کرنے والا) فلسفین کے نزدیک یوشع، کاہن کے نزدیک بوی (جسکے معنی جگہ دینے والا) جنات کے نزدیک جنین، مشرکین کے نزدیک موت احمر، مومنین کے نزدیک سحاب، دائی کے نزدیک میمون، والد کے نزدیک ظہیر ماں کے نزدیک اسد وحیدرہ، پیغمبر کے نزدیک ناصر، خدا کے نزدیک آپ کا نام علی ہے۔

کنیت

ابوالحسن، ابوالحسین، ابومحمد، ابوریحانتین، ابوتراب، ابوالسبطین۔

القاب

امیرالمومنین، امام المتقین، سیدالصادقین، سیدالمسلمین، سیدالعرب، سید فی الدنیا والآخرہ، قائدالغرالمحجلین،......

یعسوب المومنین، صدیق الاکبر، فاروق الاعظم، کل ایمان، خاتم الوصیین، خیرالوصیین، الوصی، امام البررہ، قاتل الفجرہ، صاحب الرایہ، مقیم الحجہ، اسداللہ، یداللہ، عین اللہ، لسان اللہ، اذن اللہ جنب اللہ، نفس اللہ، حجۃ اللہ، رایۃ الہدیٰ، ولی اللہ، صفوۃ اللہ، شیخ المہاجرین والانصار قسیم النار والجنۃ، وارث رسول اللہ، خلیفہ رسول اللہ، منار الایمان، امام الاولیاء، الہادی، صاحب اللواء، ناصر رسول اللہ، صالح المومنین، مولی المومنین، منجز الوعدہ، قاتل الناکثین، والقاسطین، والمارقین، المرتضیٰ، الشاہد، الشہید، الراکع، المساجد، الصفی، الامین... باب حطہ، مثیل ہارون، نفس الرسول، سیف اللہ، ذوالاذن الواعی، قاضیٔ دین، رسول اللہ وزیر رسول اللہ، خیرالبشر، ذوالقرنین، خاصف النعل، الطاہر، الصادق، المومن، الانزع، البطین، العابد، الزاہد، کاسرالاصنام، الساقی، الفادی، بیضۃ البلا، المہدی، طود المبنی.... دابۃ الجنۃ، ایلیا، قاب عین الفتنہ، امیرالنحل، ذوالبرقہ، مثل عیسیٰ، القرم، الجبیب، باب مدینۃ العلم۔

خدا میری اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے والد مرحوم محمد عسکری خاں کی بخشش فرمائے۔ (وصی خان)

———— ⁘ ————

حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کے چند انمول پہلو

یوں تو ہر انسان کی شخصیت میں کچھ نہ کچھ نمایاں خوبیاں ہوتی ہیں لیکن جناب امیر علیہ السلام کی شخصیت میں اتنی خوبیاں تھیں کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے اس کے باوجود ناچیز کی سمجھ میں جو خوبیاں آئیں ان کو بیان کر رہا ہوں۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں جو کسی بشر میں آج تک نہ پیدا ہو سکیں اور نہ آئندہ پیدا ہو سکیں گی آپ جامع الفضائل تھے لیکن فضائل انسانی میں کوئی فضیلت ایسی نہ تھی جو آپ کو حاصل نہ ہو۔ حضرت علی علیہ السلام کی انسانی خدمات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ملے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانیں یا خدا جانے

۱۔ آپ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے یہ وہ شرف ہے جو آدم سے لیکر آج تک کسی اور کو نصیب نہ ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام کی دنیا میں سب سے پہلی غذا لعاب رسول ہے جو رسول اکرم کی زبان چوس کر حاصل کیا۔

۳۔ علی علیہ السلام کی تربیت پیغمبر آخر الزماں کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔

۴۔ دعوت ذو العشیرہ کا اہتمام رسول اکرم نے حضرت علی کے سپرد کیا۔

۵۔ شب ہجرت بستر رسول پر حضرت علیؑ سوئے۔

۶۔ وقت ہجرت رسول خدا نے اہل مکہ کی امانتوں کا امین حضرت علی کو بنایا۔

۷۔ مسجد قبا کا سنگ بنیاد حضرت علی نے رکھا۔

۸۔ جنگ بدر میں ۷۰ مشرکوں میں سے ۳۵ کو حضرت علی نے قتل کیا۔

۹۔ جنگ احد میں ہاتف نے مژدہ سنایا۔ "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

۱۰۔ جنگ خندق میں رسول اکرم نے حضرت علی کو کل ایمان کہا۔

۱۱۔ حضرت علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے بہتر قرار پائی

۱۲۔ جنگ خیبر میں حضرت علی کو کرار غیر فرار کے معزز لقب سے ہمارے رسول نے نوازا۔

۱۳۔ حضرت علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

۱۴۔ جنت کا ملنا رضاء علی پر موقوف ہے یعنی آپ قسیم النار والجنۃ ہیں۔

۱۵۔ آپ سے زیادہ رازدار رسول کوئی نہ تھا۔

۱۶۔ آپ خطیب منبر سلونی تھے۔

۱۷۔ رسول علم کا شہر اور آپ اس کے دروازے۔

۱۸۔ رسول اکرمؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کے شوہر تھے۔

۱۹۔ بوقت مباہلہ آپ نفس رسول قرار پائے۔

۲۰۔ آپ شریک نور رسالت ہیں۔

۲۱۔ آپ ساقیٔ کوثر ہیں۔

۲۲۔ علی کا نفس خدا کا نفس کہلایا۔

۲۳۔ حضرت علی نے دس ہزار سے زیادہ مشرکوں کو قتل کیا۔

۲۴۔ دنیا کے سب سے انوکھے بہادر علی تھے جن کی زرہ میں پشت کا حصہ نہ ہوتا تھا

۲۵۔ علی کا ہر عضو خدا کی طرف منسوب ہوا۔ (الف) نفس: نفس اللہ (ب) آنکھیں: عین اللہ (ج) کان: اذن اللہ (د) پہلو: جنب اللہ (ہ) زبان: لسان اللہ۔

۲۶۔ مشکل کشائے عالم اور عقدہ کشائے خلق ہیں۔

۲۷۔ آپ امام مبین ہیں۔

۲۸۔ آپ ابوالائمہ ہیں۔ گیارہ اماموں کے باپ (آپ کی نسل سے گیارہ امام ہوئے)

۲۹۔ رسول اکرمؐ کی نبوت کے عینی گواہ حضرت علی تھے۔

۳۰۔ حضرت علی کئی علوم کے موجد تھے۔

۳۱۔ حضرت علی فرشتوں کی آواز سنتے تھے۔

۳۲۔ رسول خدا وحی الہی کو سب سے پہلے حضرت علی سے بیان کرتے تھے۔

۳۳۔ حضرت علی کی طرح دین اسلام کی خدمت کسی نے نہیں کی۔

۳۴۔ نفسانی اور روحانی کمالات کی کوئی منزل طے کئے بغیر نہیں چھوڑی۔

۳۵۔ علی وہ لسان صدق ہیں جن کی دعا حضرت ابراہیم نے مانگی تھی۔

۳۶۔ ارشاد نبی کی روشنی میں علی کے چہرہ پر نظر کرنا، آپ کا ذکر کرنا، آپ سے محبت،

رکھنا عبادت قرار پایا۔

۳۷۔ دوش رسول پر چڑھ کر خانہ کعبہ کے بتوں کو مسمار کرنیوالے حضرت علی تھے۔

۳۸۔ حضرت علی کو رسول خدا نے کبھی کسی امیر لشکر کا ماتحت نہیں بنایا۔

۳۹۔ شب معراج خدا نے اپنے رسول سے علی کے لہجہ میں کلام کیا۔

۴۰۔ حضرت علی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سخی نہیں ہوا۔

۴۱۔ حضرت علی وجہ اللہ ہیں یعنی ان کی وجہ سے خدا کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

۴۲۔ حضرت علی جیسا فصیح و بلیغ دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

۴۳۔ حضرت علی علیہ السلام سابق الاسلام ہیں۔

۴۴۔ حضرت علی تمام مسلمانوں سے سات برس پہلے رسول کے ساتھ نماز پڑھنے والے تھے۔

۴۵۔ آپ رسول خدا کیساتھ سائے کی طرح رہتے تھے۔

۴۶۔ حضرت علی سب سے بہتر قضایا کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

۴۷۔ تمام زندگی کوئی کام اپنے نفس کے لئے نہ کیا۔

۴۸۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا علی اور خدا کے سوا کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔

۴۹۔ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا میرے اور علی کے سوا خدا کو کسی نے نہیں پہچانا۔

۵۰۔ علی نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی اس لئے مسلمان آپ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

۵۱۔ آپ مصداق من عندہ ام الکتاب ہیں۔

۵۲۔ آپ روز قیامت صاحب الوالحمد ہوں گے۔

۵۳۔ آپ نے کسی جنگ میں کبھی شکست نہیں کھائی۔

۵۴۔ آپ کی شہادت حالت نماز میں مسجد کوفہ میں ہوئی۔

۵۵۔ حضرت علی شہید علی الخلق ہیں یعنی لوگوں کے اعمال دیکھتے ہیں۔

۵۶۔ حضرت علی وہ حافظ احکام دین ہیں جنھوں نے اپنے عہد حکومت میں اپنی کسی ذاتی غرض یا کسی رو رعایت سے کبھی حکم خدا اور رسول کی خلاف ورزی نہیں کی۔

۵۷۔ علی میں اضداد صفتیں پائی جاتی تھیں وہ معرکہ کارزار میں سب سے زیادہ قوی محراب عبادت میں سب سے زیادہ کمزور دل، کفار کے مقابل حد درجہ سخت۔ مومنین

کے مقابل) حد درجہ نرم۔ اپنے لئے سوکھی روٹی دو سروں کیلئے لذیذ غذا پسند کرنیوالے تھے۔

۵۸۔ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے گئے مگر حضرت علی کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا۔

۵۹۔ رسول خدا کی وفات کے وقت حضرت علی آپ کے ساتھ ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔

۶۰۔ جنگِ بدر کی فتح آپ کی شجاعت کا نتیجہ تھی۔ جنگ کے کل کفار مقتولین میں نصف آپ نے فی النّار کیے۔

۶۱۔ جنگِ اُحد میں سب مسلمان آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ کر بخوفِ جان بھاگ گئے، لیکن حضرت علی علیہ السّلام بدستور ثابت قدم رہے اور جنگ کرتے رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اَنّہٗ مِنّی وَ اَنَا مِنْہُ اور جبرئیلؑ نے کہا اَنَا مِنکما اور ہاتفِ غیبی نے کہا لَا فَتیٰ اِلَّا علی لاسیف اِلَّا ذوالفقار۔

۶۲۔ جنگِ احزاب میں آپ نے عمر ابن ودّ کو قتل کیا، مسلمانوں کی جان بچائی۔ جس پر جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا روزِ خندق میں علیؑ کی ایک ضرب میں امامت کے قیامت تک کے اعمال سے بہتر ہے۔

۶۳۔ جنگِ خیبر میں جب سب شکست کھا کر بھاگ آئے تو جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو کرّار و غیر فرّار ہے۔ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو علم ملا، مرحب وعنتر کو مارا، درِ خیبر اکھاڑا اور فتح کر کے واپس ہوئے۔

۶۴۔ صلحِ حدیبیہ میں ایمانِ کامل کے ساتھ آپ نے صلح نامہ لکھا۔

۶۵۔ فتحِ مکہ میں آپ نے جنابِ رسولِ خداؐ کے کاندھے پر سوار ہو کر بُت توڑے۔

۶۶۔ جنگِ حنین میں تمام لوگ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ ثابت قدم رہے اور کافروں سے لڑتے رہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ایک مخصوص دعا

منقول ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو کوئی نہایت پریشانی اور اضطراب انگیز مہم درپیش ہوتی تھی تو آپ دو رکعت نماز ادا کر کے سو مرتبہ استخیر اللہ پڑھنے کے بعد دعائے ذیل کو پڑھتے تھے۔ اس کے بعد اپنے کام (تدبیر) کو شروع فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو کسی کام میں نقصان یا پریشانی نہیں ہوتی تھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ قَدْ ھَمَمْتُ بِاَمْرٍ قَدْ عَلِمْتَہٗ فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ کَرِھَتْ ذَالِکَ اَوْ اَحَبَّتْ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ٥

خدایا میں نے جو ارادہ کر رکھا ہے تو اس سے ضرور واقف ہے دیکھ اگر وہ دینی دنیاوی و اخروی حیثیت سے میرے لئے بہترین ہے، تو سہل و آسان فرما دے۔ اور اگر تیری حقیقت میں نظر سے دینی و دنیاوی و اخروی حیثیت سے میرے لئے بُرا ہے۔ تو رد فرما دے چاہے مجھے اچھا لگے چاہے بُرا لگے۔ کیونکہ تو سب جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا (اور کیوں نہ ہو) تو ذاتی طور پر غیب کا جاننے والا ہے

"اللہ سے کچھ تو ڈرو چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اس کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو چاہے وہ باریک ہو۔" (حضرت علیؑ)

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کے ارشادات

اخلاق و آداب

"آداب و اخلاق نو بہ نو زیور ہیں ــــ آداب کے برابر کوئی زیور نہیں ــــ"

1. اخلاق و آداب نت نئے زیور ہیں جو اپنے پہننے والے کو سنوارتے ہیں۔
2. لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ اگر تم مرجاؤ تو لوگ تم پر آنسو بہائیں، اور
3. زندہ رہو تو تمھارے مشتاق اور آرزومند رہیں۔
4. جب دشمن پر غلبہ پاؤ تو اُسے معاف کر دو۔
5. ہر مرد کی قیمت اس کے حسنِ عمل کے موافق ہے۔
6. حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی مصاحب نہیں۔
7. مشورہ کرنا بہترین مددگار ہے۔
8. آدمی کی قدر و منزلت اس کی ہمت کے موافق ہوتی ہے اور اس کی سچائی اس کی مروت کے مطابق۔
9. خوش خُلق نعمتوں میں بسر کرتا ہے۔
10. جس شخص نے شرم و حیا کا جامہ پہن لیا لوگ اس کے عیب نہیں دیکھ سکتے۔
11. مَردوں کے جوہر تغیّرِ حالات میں کھلتے ہیں۔
12. محسن کے دوست بہت ہوتے ہیں۔
13. میانہ روی سے دشمن مغلوب ہو جاتا ہے۔
14. جس نے خدا کی عظمت کو پہچانا اس کی نگاہ میں مخلوق بے حقیقت و حقیر ہو جاتی ہے۔
15. خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

(۱۶) مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پست کیا، نیک کام کیے اور اچھی خصلتیں اختیار کیں، اپنے خرچ سے بچنے والے کو خدا کی راہ میں دے دیا۔

(۱۷) صاحبانِ مروت کی لغزشوں سے درگزر کرو کیونکہ خداوندِ عالم ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند کرتا ہے

(۱۸) وہ برائی جس پر انسان نادم و پشیمان ہو خدا کے نزدیک اس کی نیکی سے بہتر ہے جو کبر و نخوت میں مبتلا کرے۔

(۱۹) جس بات کا آغاز اچھا ہوتا ہے اس کا انجام بھی اچھا ہوتا ہے۔

(۲۰) جو شخص لوگوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جن سے وہ راضی نہ ہوں تو وہ

(۲۱) اسے ایسی تہمتیں لگائیں گے جس کا اسے بھی علم نہیں ہے۔

(۲۲) آدمی جس قدر غیور ہو گا اسی قدر پاک دامن ہو گا۔

(۲۳) جو شخص بدلا نہیں لے پاتا وہ غیبت ہی کیا کرتا ہے۔

(۲۴) سلطنت و امارت لوگوں کے گھوڑے دوڑانے کا میدان ہے۔

(۲۵) دن کے ارادوں کو رات کا سونا کسی قدر توڑنے والا ہے۔

(۲۶) جس نے حق سے مقابلہ کیا اُسے حق پچھاڑ دے گا۔

(۲۷) کسی کے رنگ میں آپ بھی رنگ جانا اس کی شرارتوں سے بچنا ہے۔

(۲۸) رزق میں کمی ہو جائے مگر لوگوں کا وسیلہ نہ تلاش کرو۔

(۲۹) مرجاؤ مگر پستی کی طرف نہ جھکو۔

(۳۰) استحقاق سے زیادہ تعریف چاپلوسی ہے۔

(۳۱) اس چیز سے خود بھی پرہیز کرو جسے دوسروں کے واسطے برا سمجھتے ہو۔

(۳۲) عدالت کا مقتضیٰ یہ نہیں کہ محض اپنی رائے کو سمجھ کر حکم دیدیا جائے بلکہ ثبوت اور دلیل بھی لازمی ہے۔

(۳۳) مظلوم کا ظالم سے بدلا لینے کا دن ظالم کا مظلوم پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

(۳۴) بغیر عمل کے دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر اندازی کرنے والا ہے۔

(۳۵) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ لوگوں کے ان عیبوں کی گرفت کرے جو اس میں خود ہی موجود ہیں۔

(۳۶) وہ نیکی ہرگز نہیں جس کا انجام خرابی ہو اور وہ بدی ہرگز نہیں جس کا انجام بھلائی ہو۔

(۳۷) خدا ایسا نہیں جو اپنے بندہ پر شکر کا دروازہ کھول دے اور زیادتی نعمت کا دروازہ بند کر دے

(۳۸) تیرے رہنے کے قابل وہ شہر ہے جہاں کے رہنے والے تیری خاطر تواضع کریں اور تیرے خواہاں رہیں۔

(۳۹) جو شخص تیری طرف راغب ہے اس سے پرہیز کرنا بے عقلی ہے اور جو شخص تیری طرف مائل نہیں اس پر گرنا نفس کی ذلت و خواری ہے۔

(۴۰) دنیا میں جو چیز تمھیں مل جائے اسے لے لو اور جو چیز ہاتھ نہ آئے اس کی طرف تم ہاتھ نہ بڑھاؤ، اگر تم سے یہ بات نہیں ہو سکتی تو طلب ہی میں اعتدال برتو۔

(۴۱) فتح اور کامیابی احتیاط سے حاصل ہوتی ہے۔

سوائے خدا کے کسی سے امید نہ رکھو اور سوائے اپنے گناہوں کے کسی چیز سے نہ ڈرو۔

(۴۲) پیشوا بننے کے لیے دوسروں کو تعلیم دینے کے بجائے اسے افعال واطوار سے تعلیم دو

(۴۳) جو حسنِ خلق کی تصویر بن گیا، جس نے اپنی زبان کو روکا، جس نے اتباعِ سنت کیا اور بدعتی نہیں کہلایا۔

(۴۴) خود پسندی زیادتیِ نعمت کو روکتی ہے۔

(۴۵) موت قریب ہے اور دنیا کی مصاحبت کا زمانہ قلیل۔

(۴۶) دیانت دل کی وسعت کا آلہ ہے۔

(۴۷) لجاجت و منت کرنا رائے کو باطل کرنا ہے۔

(۴۸) قابلِ ملامت وہ شخص ہے جو ایسے کام میں دست اندازی کرتا ہے جس کا وہ اہل نہیں

(۴۹) محبت ایک ایسی قرابت ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

(۵۰) جو شخص تم سے ملول ہوا اور رنجیدہ ہوا اسے اپنا امین نہ بناؤ۔

(۵۱) فریب اور غدار سے بدلہ لینا یہی ہے تو اس کی مکاریوں کو بھلا دے۔

(۵۲) جس شخص نے اپنی قدر نہ پہچانی وہ ہلاک ہو گیا۔

(۵۳) جو شخص کسی جماعت کے فعل سے راضی ہو گیا تو گویا وہ خود بھی اس میں داخل ہو گیا۔

(۵۴) جس شخص نے مختلف عقلوں اور رایوں کی طرف رُخ کیا اسے خطا کے مقامات معلوم ہو جائیں گے۔

(۵۵) ظلم و ستم میں سبقت کرنے والا قیامت کے دن غم و غصہ کی حالت میں اپنے ہاتھ چبائے گا۔

(۵۶) احمق کی صحبت نہ اختیار کرو کیونکہ وہ اپنی باتوں کو تمھاری نگاہوں سے زینت

دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم بھی اسی کے جیسے ہو جاؤ۔

(۵۹) آزمانے سے پہلے ہر شخص کی طرف سے مطمئن ہو جانا عجز و نا توانی ہے۔

(۶۰) شرارتوں کو وہیں واپس کر دو جہاں سے وہ آئی ہیں کیونکہ شرارت ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۶۱) کلام سے پہلے سلام کرنا چاہیئے۔

عبادت

(۶۲) واجبات کو ادا کرنے کے برابر کوئی عبادت نہیں۔

(۶۳) جو عبادت ثواب کے لیے کی جائے تجارت ہے، جو عذاب کے خوف سے کی جائے غلامی ہے، اور جو ادائے شکر کے لیے کی جائے وہ آزادانہ بندگی ہے۔

(۶۴) معبود! اس لیے تیری عبادت نہیں بجالاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی تمنا دامنگیر ہے ... ... نہیں۔ مالکِ اعلیٰ کے سامنے سرِ نیاز اس لیے اور صرف اس لیے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے۔

صدقہ، زکوٰۃ، خیرات

(۶۵) صدقہ دے کر اپنے ایمان کے مالک بن جاؤ۔

(۶۶) زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے مال کی حفاظت کرو اور دعاؤں کے ساتھ بلاؤں کی موجوں کو دور کرو۔

(۶۷) جس شخص نے ایسے کا حق ادا کیا جو اس کا حق نہیں ادا کرتا تو اسے بندۂ بے دام بنالیا۔

(۶۸) جو شخص بطورِ واجب محض خدا کے لیے دوسروں کی حاجت پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو اس نے نعمتوں اور فنا کے سامنے رکھ دیا۔

(۶۹) کریم کی سطوت سے ڈرنا چاہیے درحالیکہ وہ بھوکا ہو، اور بخیل اور کمینے کے حملے سے ڈرنا چاہیے درحالیکہ وہ شکم سیر ہو۔

(۷۰) جب تنگ دست ہو جاؤ تو صدقے کے ذریعے اللہ سے سودا کرو۔

جہالت

(۷۱) جہالت سے بڑھ کر اور کوئی حاجت نہیں۔

(۷۲) جاہل ہر کام میں یا تو حد سے گذر جاتا ہے یا اسے ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔

(۷۳) جس شخص نے اپنے آپ کو تہمت کے مقام پر رکھا وہ اپنے سے بدگمان ہونے والے کو

ملامت نہیں کر سکتا۔

عورت

۷۴ عورت ایک بچھو ہے جس کا کاٹ کھانا نہایت خوش گوار ہے۔

۷۵ عورت کا جہاد یہی ہے کہ وہ شوہر سے اچھی طرح پیش آئے۔

۷۶ دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اچھی اور خوبصورت ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ خوبصورت

۷۷ پرہیزگار عورت ہے۔

فکر و حیا

۷۸ ۷۹ فکر ایک شفاف آئینہ ہے - حیا، ایمان کی شاخ ہے۔

سفارش

۸۰ سفارش کرنے والا حاجتمند کے لیے پر و بازو کا کام دیتا ہے۔

بے صبری

۸۱ بے صبری سے اور مصیبتیں آتی ہیں۔

درگزر

۸۲ معاف کرنا دشمن پر فتح پانے کی زکواۃ ہے۔

موت

موت سے پہلے توبہ کرنے میں عجلت کرو۔

۸۳ مومن کا تحفہ موت ہے۔

ناگہانی موت غضبِ الٰہی کی پکڑ ہے۔

قناعت

۸۴ قناعت کرنے والا بادشاہ ہے۔

۸۵ قناعت ایسا مال ہے جس پر بربادی اثر نہیں کرتی۔

علم

۸۶ علم و ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں۔

۸۷ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم تمہاری خود حفاظت کرتا ہے۔

۸۸ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

۸۹ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے، علم کو جتنا خرچ کرو اتنا ہی بڑھتا ہے۔

(۹۰) مال دار مال کے زوال کے ساتھ فنا ہو جاتا ہے مگر عالم کی یہ شان نہیں۔

(۹۱) علم کا جمع کرنے والا اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دنیا قائم ہے۔ اور مال کا جمع کرنے والا دنیا کے عذابوں میں گرفتار رہتا ہے۔

(۹۲) عالم کے جسم فنا ہو جاتے ہیں لیکن صورتیں دلوں میں موجود رہیں گی۔

(۹۳) جو بات نہیں جانتے اس کے معلوم کرنے میں شرم نہ کرو۔

(۹۴) حکمت کو حاصل کرو جہاں کہیں بھی ہو، چاہے وہ منافق ہی سے کیوں نہ ملے۔

(۹۵) اگر تم سے ایسی بات پوچھی جائے جو تم کو نہیں معلوم تو اپنی لاعلمی کے اظہار میں شرم نہ کرو بلکہ صاف صاف کہہ دو۔

صبر

(۹۶) صبر شجاعت ہے۔

(۹۷) صبر و حیا کے برابر کوئی ایمان نہیں۔

(۹۸) صبر حوادثِ زمانہ کو دور کرتا ہے۔

(۹۹) بے صبری سے اور مصیبتیں آتی ہیں۔

(۱۰۰) صابر شخص ضرور فتح حاصل کرے گا چاہے ایک مدت کیوں نہ ہو جائے۔

(۱۰۱) جسے صبر نفع نہیں بخشتا وہ روتے روتے ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۱۰۲) صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے جس طرح بغیر سر کے جسم بیکار ہے اسی طرح بغیر صبر کے ایمان۔

سخاوت

(۱۰۳) سخاوت و بخشش ناموس کی نگہبان ہے۔

(۱۰۴) احسان و اکرام سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۰۵) جس شخص نے سخاوت کی اس نے بزرگی اور عروج پایا۔

(۱۰۶) تھوڑی سی بخشش سے شرم نہ کرو، کیونکہ سائل کو بالکل محروم کر دینا اس سے کمتر بات ہے۔

(۱۰۷) اندازہ کے موافق نفقہ دو اور اپنے نفس و عیال کو تنگی میں گرفتار نہ کرو۔

(۱۰۸) سخاوت یہ ہے کہ سوال سے پہلے دیا جائے، مانگنے پر دینا سخاوت نہیں بلکہ حیا ہے تاکہ لوگ بُرا نہ کہیں۔ سخی بن جا پر مُسرف نہ بن۔

دوستی

(۱۰۹) منافق کبھی دوست نہیں بن سکتا۔

(۱۱۰) دوستوں کا باقی نہ رہنا غریب الوطنی ہے۔

(۱۱۱) نادان کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمھیں نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا لیکن اپنی بیوقوفی سے نقصان پہنچا دے گا۔

(۱۱۲) بخیل سے دوستی نہ کرو کیونکہ ضرورت کے وقت وہ تمھاری مدد نہ کرے گا۔

(۱۱۳) برائیوں سے ڈرانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ نیکیوں کی ترغیب دینے والا شخص۔

(۱۱۴) دوست وہ ہے جو اپنے دوست کا تین حالتوں میں ساتھ دے، پریشانی اور تنگدستی میں، غیبت اور مرنے کے بعد۔

(۱۱۵) جھوٹے دوست نہ بناؤ، کیونکہ تمھارے مطلوب کو جو تم سے دور ہے قریب دکھائیگا اور جو قریب ہے اسے دور بتائے گا۔

(۱۱۶) بُرے لوگوں کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ ذراسی لالچ میں تم کو بیچ ڈالیں گے۔

(۱۱۷) خلقت کے ساتھ دوستی کرنا آدھی دانش مندی ہے۔

تونگری

(۱۱۸) تونگری عیوب کو چھپا دیتی ہے۔

(۱۱۹) مال تمام خواہشوں کی بنیاد ہے۔

(۱۲۰) دولت کو سفر میں بھی وطن کی آسائش حاصل ہے۔

(۱۲۱) وسعتِ مال ایک نعمت ہے۔

(۱۲۲) بہت سے عقلمند آدمی بھی امیروں کی نفسانی خواہشات کے مطیع ہوتے ہیں۔

(۱۲۳) بہترین تونگری یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کر دیا جائے۔

غرور

(۱۲۴) سب وحشتوں سے بڑھی ہوئی وحشت غرور و تکبر ہے۔

(۱۲۵) تکبر سے زیادہ کوئی تنہائی وحشتناک نہیں۔

(۱۲۶) مغرور کی حالت کو دیکھو کہ کل بھی وہ ایک نجس کیڑا تھا اور کل پھر ایک نجس مردار ہو جائے گا۔

(۱۲۷) جس شخص نے اپنی رائے پر بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

(۱۲۷) جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نیکی

(۱۲۸) نیکی وہ ہے جس سے علم وعمل میں ترقی ہو۔

(۱۲۹) عملِ صالح سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں۔

(۱۳۰) نیکی کرنے والا نیکی سے بہتر ہے اور بدی کرنے والا بدی سے بُرا ہے۔

(۱۳۱) دوسروں کے لیے دردسری کرنا اپنے عیبوں کی قبر کھودنا ہے۔

(۱۳۲) لوگوں کے ساتھ صلح رکھنا اپنے عیوب کے لیے خیمہ لگانا ہے۔

(۱۳۳) جو شخص نیک کام میں سستی کرتا ہے اس کی بزرگی بھی جلدی نہیں کرتی اور وہ بزرگی نہیں حاصل کر پاتا۔

(۱۳۴) جس شخص کو نرمی سے محروم کیا جاتا ہے اسے گویا نیکی سے محروم کیا جاتا ہے۔

خوش طبعی

(۱۳۵) بشاشت اور خندہ پیشانی رہنا دوستی کا جال ہے جو دوسروں کو گرویدہ بناتا ہے۔

(۱۳۶) غم اور فکر میں مبتلا رہنا آدھا بڑھاپا ہے۔

(۱۳۷) تم میں سے وہ شخص مجھے بہت پیارا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

گناہوں کا کفارہ

(۱۳۸) زبردست کفارہ تمھارے گناہوں کا یہ ہے کہ بیکسوں کی مدد کرو اور غم زدوں کو خوش کرو۔

(۱۳۹) وہ گناہ جس کا تمھیں رنج ہو، اس نیکی سے بہتر ہے جو تمھیں خود پسند بنادے۔

ادبار

(۱۴۰) جس شخص کی طرف سے دنیا اپنا منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے۔

طمع ولالچ

(۱۴۱) طمع باعثِ ذلت ہے۔

(۱۴۲) طمع کرنے والا ذلت وخواری کی قید میں ہے۔

(۱۴۳) کسی شخص سے کسی چیز کی طمع کرنا ہمیشہ کی بندگی ہے۔

(۱۴۴) جس شخص نے طمع کی اس نے اپنے نفس کو ذلیل وخوار کر دیا۔

(۱۴۵) دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔

(۱۴۶) اہلِ دنیا مثل ان سواروں کے ہیں جو سفر کرتے ہیں پر سو رہے ہیں ۔

(۱۴۷) اکثر عقلوں کی قتل گاہیں شمشیرِ طمع کی بجلیوں کے نیچے ہیں ۔

حلم

(۱۴۸) بردبار کے علم کا پہلا نفع یہ ہے کہ جاہل کے مقابلہ میں لوگ اس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔

(۱۴۹) حِلم و بردباری نادان کے ہونٹ سی دیتی ہے ۔

(۱۵۰) حِلم ایک ڈھانکنے والا پردہ ہے اور عقل ایک کاٹنے والی تلوار لہٰذا اپنی برائیوں کو حلم و بردباری سے ڈھانپ لو اور اپنی خواہشوں کو عقل سے کاٹ دو ۔

بخل

(۱۵۱) بخیل اور لئیم کے حملے سے حذر کرو جبکہ وہ شکم سیر ہو ۔

(۱۵۲) بخل تمام عیبوں اور برائیوں کا جامہ ہے ۔

(۱۵۳) بخل فقر و فاقہ سے بچتا ہے لیکن اس کی طرف نہایت تیزی سے جا رہا ہے ؛ وہ تونگری کو ڈھونڈھتا ہے لیکن اس کو کھوئے دیتا ہے لیکن اسی کی دنیا ہے، وہ دنیا میں فقیروں کی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں امیروں کی طرح حساب دینے کے لیے تیار ہے ۔

(۱۵۴) بخل، بزدلی اور تکبّر مردوں کے لیے تو بُری خصلتیں ہیں لیکن عورتوں کے واسطے اچھی ہیں ۔ کیونکہ تکبّر سے وہ کسی کو اپنے سامنے نہ آنے دیں گی ۔ بزدلی کی وجہ سے ہر چیز سے ڈریں گی اور اپنے آپ کو بچائیں گی ، اور بخل کے باعث اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کریں گی ۔

(۱۵۵) بخیلوں سے سوال کرنے کی بہ نسبت موت نہایت شیریں ہے ۔

افلاس

(۱۵۶) مفلس کا اس کا شہر میں بھی کوئی دوست نہیں ہوتا ۔

(۱۵۷) جو لوگ مالدار ہو کر راہِ خدا میں صَرف نہیں کرتے ان کو اولاد کی کمی رہتی ہے ۔

نفس پروری

(۱۵۸) جو شخص اپنے نفس سے راضی ہوا اس پر غصہ کرنے والے بہت ہو جاتے ہیں ۔

(۱۵۹) جس نے اپنے نفس کو دنیا کے ہاتھ بیچ ڈالا وہ ہلاک ہوا اور جس نے اسے دنیا سے خرید لیا وہ آزاد ہو گیا ۔

خوف

(۱۶۰) سوائے اپنے گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرو۔

دعوت

(۱۶۱) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

خود پسندی

(۱۶۲) جو شخص خود پسند ہوتا ہے دوسرے اس سے نفرت کرتے ہیں۔

(۱۶۳) جو شخص لوگوں کے متعلق فوراً ناگوار باتیں کہہ دیتا ہے تو پھر وہ اس کے لیے ایسی باتیں کرتے ہیں جنھیں وہ جانتا بھی نہیں۔

مرض

(۱۶۴) مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

(۱۶۵) اکتسابِ علم و ہنر سے باز رہنا بھی ایک مرض ہے۔

وقت

(۱۶۶) فرصت کا زمانہ بادل کی طرح ہوا جاتا ہے لہٰذا نیک کام میں اسے صرف کرو۔

(۱۶۷) فرصت کا وقت ضائع کرنا غم و غصّہ میں گرفتار ہونا ہے۔

(۱۶۸) وہ عمر جس کے بعد حق تعالیٰ آدمی کے عذر قبول نہیں کرتا ساٹھ برس کی ہے۔

(۱۶۹) جس شخص نے اپنی آرزوؤں کی لگام کو چھوڑ دیا وہ اوندھے منہ اپنی ہلاکت کے غار میں گر پڑا۔

حرص

(۱۷۰) حرص باعثِ ہلاکت ہے اور طمع موجبِ ذلت۔

(۱۷۱) فخر و سربلندی کو چھوڑ دو، غرور کو مٹا دو اور قبر کو یاد کرو۔

(۱۷۲) جس شخص نے اپنی آرزوؤں کو طول دیا اس نے اپنے عمل کو خراب کر دیا ہے۔

(۱۷۳) شریف ترین بے نیازی یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کردو۔

شکر و قناعت

(۱۷۴) شکر نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔

(۱۷۵) شکر کرنا تونگروں کی آرائش ہے۔

(۱۷۶) شکر سے تر زبان رہنا مالدار کی آسائش ہے۔

(۱۷۷) نعمت کو کفرانِ نعمت کی وجہ سے بھگا نہ دو کیونکہ ہر بھاگا ہوا لوٹ کر نہیں آتا۔

(۱۷۸) جب نعمت حاصل ہو تو اس کا شکر ادا کرو تاکہ نعمتیں مکمل ہو جائیں۔

(۱۷۹) جب خدا تم پر رحمتیں نازل کرے تو ڈرو کہ کہیں کفرانِ نعمت نہ ہو اور یہ نعمتیں تم سے چھین نہ لی جائیں۔

(۱۸۰) کریم کی سطوت سے ڈرو جبکہ وہ بھوکا ہو۔

پرہیزگاری

(۱۸۱) پرہیزگاری ڈھال کی مانند ہے۔

(۱۸۲) زہد و تقویٰ ثروت ہے۔

(۱۸۳) محرمات سے بچنا سب سے بڑا زہد ہے۔

(۱۸۴) پرہیزگاری تمام اخلاق کی سرتاج ہے۔

(۱۸۵) واجبات کے ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

(۱۸۶) تقویٰ و پرہیزگاری کے برابر کوئی بزرگی نہیں۔

اقبال

(۱۸۷) تمہارے عیب اس وقت چھپے ہوتے ہیں جب تک تم کو دنیاوی ثروت حاصل ہے۔

(۱۸۸) دنیا جب کسی کی طرف مائل ہوتی ہے تو دوسروں کی اچھائیاں اس کو عاریتاً بخش دیتی ہے اور جو اچھائیاں اس میں نہیں بھی ہوتی ہیں وہ بھی دوسروں کو نظر آنے لگتی ہیں۔

(۱۸۹) ہر صاحبِ اقبال کے لیے ادبار ہے جس چیز سے اقبال نے منہ پھیر لیا وہ گویا تھی ہی نہیں۔

حاجت

(۱۹۰) جس شخص نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا وہ اپنی ذلت و خواری میں خوش ہوا۔

(۱۹۱) عقلمند کبھی سوال کی ذلت کو گوارہ نہیں کرتا۔

(۱۹۲) بخیلوں سے سوال کرنے سے موت بہتر ہے۔

(۱۹۳) سوال نہ کرنا فقر کا زیور ہے۔

(۱۹۴) حاجت پوری نہ ہونا بہتر ہے اس سے کہ ایک نااہل سے درخواست کی جائے۔

(۱۹۵) لوگوں کی حاجتیں اسی کی طرف بڑھی ہوتی ہیں جس پر خدا کی نعمتیں بکثرت نازل ہوتی ہیں

(۱۹۶) تمھاری آرزو برف کی طرح جمی ہوئی ہے جسے سوال پگھلا کر ٹپکاتا ہے لہٰذا سوال کرنے سے پہلے دیکھ لو کہ تم اس کو کس کے سامنے ٹپکاتے ہو۔

زبان

(۱۹۷) سب گناہوں سے بڑی جھوٹی زبان ہے۔

(۱۹۸) آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

(۱۹۹) ہمیشہ خاموشی اختیار کرنے سے ہیبت و جلال بڑھتا ہے۔

(۲۰۰) بے وقوف کی بات اس کی زبان پر رہتی ہے اور عقلمند کی دل میں۔

(۲۰۱) عقلمند کی زبان اس کے قلب کی آڑ میں ہے اور احمق کا قلب اس کی زبان کے پیچھے۔

(۲۰۲) زبان ایک درندہ ہے جب تک اس کے راستوں کی حفاظت نہ کی جائے گی ضرور گزند پہنچائے گی۔

(۲۰۳) جس بات کو نہیں جانتے اس میں زبان نہ ہلاؤ۔

(۲۰۴) زبان کی اس طرح حفاظت کرو جس طرح کوئی درہم و دینار کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ بہت سی باتیں متکلم کی نعمت کو صلب کر لیتی ہیں۔

(۲۰۵) جس شخص کا کلام حد سے بڑھا اس کی خطا بھی زیادہ ہوئی اور جس کی خطا زیادہ ہوئی اس کی حیا کم ہوئی، جس کی حیا کم ہوئی اس کا زہد کم ہوا، اور جس کا زہد کم ہوا اس کا قلب مر گیا۔

(۲۰۶) جب تک تم نے کوئی بات زبان سے نہیں نکالی وہ تمھاری قید و حراست میں ہے جب تم نے اسے آزاد کر دیا تو پھر تم خود اس کے پابند ہو گئے۔

(۲۰۷) زبان ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ پھاڑ کھائے۔

(۲۰۸) یہ نہ دیکھو کہ کون بول رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔

تواضع

(۲۰۹) تواضع اور فروتنی سے عمدہ کوئی بزرگی نہیں۔

(۲۱۰) معاف کرنا دشمن پر فتحیابی کی زکوٰۃ ہے۔

(۲۱۱) تواضع اور فروتنی سے نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔

(۲۱۲) امیروں کو غریبوں سے تواضع کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔

(۲۱۳) غیروں کے ساتھ احسان کرو تاکہ تمھاری اولاد کے ساتھ اس کا بدلا محفوظ رہے۔

(۲۱۴) اپنے دشمن سے بھی خلق و مدارات سے پیش آؤ، ممکن ہے کسی دن تمہارا دوست ہو جائے۔ احسان و اکرام کرنے سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

کفر

(۲۱۵) کفر کے چار ستون ہیں۔ (۱) حق پوشی (۲) حق سے تنازعہ۔ حق میں مجادلہ و جہالت کا شریک کرنا ہے
(۳) حق سے انحراف۔ حق کی طرف اندھا کر دیتا ہے ________ (۴)
حق کی مخالفت سے انسان مشکلوں میں پھنس جاتا ہے جن سے نکلنا دشوار ہوتا۔
جو حق سے انحراف کرتا ہے اس کو برائیاں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اچھائیاں بری نظر آتی ہیں۔

دنیا اور عقبےٰ

(۲۱۶) دنیا سے رغبت کرنا رنج کے کھولنے کی کنجی ہے۔

(۲۱۷) دنیا دھوکے کی ٹٹی ہے ضرر پہنچاتی ہے اور تلخیاں چکھاتی ہے۔

(۲۱۸) دنیا کی اصلاح کے لیے دین میں کسی شئے کو ترک نہ کرو۔

(۲۱۹) دنیا اور آخرت مشرق و مغرب کی مانند ہیں اور چلنے والا ان کے درمیان میں ہے جس قدر ایک سے قرب حاصل کرو گے دوسرے سے دوری ہوتی جائے گی۔

(۲۲۰) نادان دھوکا کھاتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے لیکن عقلمند اس سے بچتا ہے۔

(۲۲۱) اس شخص کی حالت نہایت تعجب خیز ہے جو سرائے فانی کی تعمیر میں مشغول ہے لیکن باقی رہنے والا مکان چھوڑ جائے گا۔

(۲۲۲) دنیا دوستانِ خدا کے لیے تجارتی منڈی ہے اور عبادت کی جگہ۔

(۲۲۳) دنیا مثل ایک سانپ کے ہے جو چھونے سے تو بہت نرم و نازک معلوم ہوتا ہے مگر اس کی کچلی میں زہر بھرا ہوا ہے جو مہلک اور قاتل ہے۔

(۲۲۴) دنیا اپنے تصدیق کرنے والے کے لیے سچا مکان ہے۔ جو اس کی باتوں کو سمجھے اس کیلیے امن و عافیت کا گھر ہے۔ جو شخص اس سے زادِ راہِ آخرت حاصل کرے اس کے واسطے تونگری کی جگہ ہے۔ جو شخص اس کی نصیحت قبول کرے اس کے لیے نصیحت کا مقام ہے۔

(۲۲۵) اہلِ دنیا موت کے لیے سلسلۂ توالد و تناسل قائم کرتے ہیں۔ فنا ہونے کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور خراب ہونے کے لیے عمارتیں بناتے ہیں۔

(۲۲۶) دنیا دار البقا کی گذرگاہ ہے جس کا دل دنیا کی دوستی کی طرف راغب ہوا اس پر تین چیزیں واجب ہوگئیں۔ اول رنج و غم جو کبھی اس سے الگ نہ ہوں گے۔ حرص جو کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑے گی اور آرزو جو کبھی بر نہ آئے گی۔

(۲۲۷) عملِ صالح کے برابر کوئی تجارت نہیں۔

(۲۲۸) خدا کے نزدیک بدترین آدمی وہ ہے جو ناحق جھگڑا کرتا ہے۔

غدّاری

(۲۲۹) غدّاروں سے وفا کرنا اسے اس کی غدّاری اور غدّاروں سے غدّاری، اس کے نزدیک وفا ہے۔

(۲۳۰) غیر عادل گواہ کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔

عقل

(۲۳۱) جب عقل کامل ہوجاتی ہے، کلام کم ہوجاتا ہے۔

(۲۳۲) عقل سے زیادہ کوئی مال نفع بخش نہیں۔

(۲۳۳) عقل سے بڑھ کر کوئی بے نیازی نہیں۔

خلقت کے ساتھ دوستی کرنا آدھی عقلمندی ہے۔

عناد رکھنے والوں کے دل حکمت سے خالی ہوتے ہیں۔

(۲۳۴) عاقل وہ ہے جو ہر ایک چیز کو اس کے مقام پر رکھ دے اور جو اس کے برعکس کرے وہ جاہل ہے۔

(۲۳۵) جس شخص نے خودرائی کی وہ ہلاک ہوا، اور جس نے عقلمندوں سے صلاح کی وہ ان کی عقل میں شریک ہوگیا۔

(۲۳۶) اس شخص کی اطاعت لازم سمجھ جس کی شناخت میں تم جہالت کا عذر نہیں پیش کرسکتے۔

(۲۳۷) مشورہ کرنا عقلمندوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، زمانے کے تجربوں کو یاد رکھنا بھی ایک توفیق ہے۔

(۲۳۸) عقل سے بڑھ کر مال، جہالت سے بڑھ کر مفلسی، ادب سے بڑھ کر جائداد اور

(۲۳۹) مشورے سے بڑھ کر کوئی مددگار نہیں۔

(۲۴۰)

۲۴۱ عقل کی فضیلت یہ ہے کہ آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے۔

۲۴۲ عقل کے لئے سب سے بڑی آفت تکبر اور خودی ہے۔

۲۴۳ علم کی مدد سے نفس کے مقابلے میں جہاد کرنا عقلمندی کا نشان ہے۔

۲۴۴ اپنے نفس سے جہاد کر، غصہ کو قابو میں رکھ۔ بری عادتوں کی مخالفت کر تاکہ

۲۴۵ تیرا نفس پاک ہو جائے اور عقل کامل ہو جائے۔

۲۴۶ جب عقل کمال پر پہنچ جاتی ہے تو نفسانی خواہش کم ہو جاتی ہے۔

۲۴۷ جب اللہ تعالیٰ کسی سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے صحیح عقل اور مستقیم عمل عنایت کرتا ہے۔

۲۴۸ عقلمند وہ ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کے ساتھ جہاد میں مصروف رکھا۔

۲۴۹ عقل حق کا رسول ہے۔

۲۵۰ سچائی بہترین عقل اور سب سے اچھا عمل ہے۔

۲۵۱ عقل یقینی دوست ہے۔

۲۵۲ عقلمند، عقلمند کی طرف مائل ہوتا ہے۔

۲۵۳ عقل تمام امور کی اصلاح کرنے والی ہے۔

۲۵۴ عقلمند آدمی دھوکا نہیں کھاتا۔

۲۵۵ عقلمند انسان اپنی نفسانی لذتوں کا دشمن ہے۔

۲۵۶ وقار عقل کا زیور ہے۔

۲۵۷ نفس کی خواہش عقل کی دشمن ہے۔

۲۵۸ عقل انسان کی فضیلت ہے۔

۲۵۹ عقلیں اللہ تعالیٰ کے عطیات ہیں۔

۲۶۰ انسان صرف عقل ہی سے انسان ہے۔

۲۶۱ عقل لوگوں سے نیکی کا ذریعہ ہے اور حماقت دوری کا وسیلہ۔

۲۶۲ عقل زینت ہے۔

۲۶۳ عقل شفا ہے۔

۲۶۴ عقل سوچنے سمجھنے کا ذریعہ ہے۔

۲۶۵ عقلمند اپنے آپ کو پست کرتا ہے تو اسے بلندی حاصل ہوتی ہے۔

۲۶۶ قدرت کی توفیق عقل کی ممد و معاون ہے۔

۲۶۷ عقل ایک کسوٹی ہے، جس پر ہر بات پرکھی جا سکتی ہے۔

۲۶۸ علیین کی طرف ترقی کرنے کا ذریعہ عقل ہے۔

۲۶۹ عقل کے سوا دین کی اصلاح کوئی نہیں کر سکتا۔

۲۷۰ عقلمند وہ ہے جس کے اقوال اس کے افعال کی تصدیق کریں۔

۲۷۱ علم نفس کو زندہ، عقل کو زیادہ اور جہالت کو فنا کرتا ہے۔

۲۷۲ عقلمند وہ ہے جو گناہوں سے پرہیز کرے اور عیوب سے پاک و صاف رہے۔

۲۷۳ دانشمند کی اصل عقل ہے مروت اس کا خلق ہے اور دین اس کا حسب و نسب ہے۔

۲۷۴ پورا عقلمند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا تمام چیزوں سے اپنی زبان بند کرے۔

۲۷۵ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی اطاعت میں اپنی نفسانی خواہش کو مٹا دے۔

۲۷۶ عقلمند فانی دنیا سے منہ پھیر لیتا ہے اور ہمیشگی کی جنت کی طرف رغبت کرتا ہے۔

۲۷۷ عقلمند وہ ہے جو نفسانی خواہش پر غالب ہو اور دنیا کو آخرت کے عوض بیچ ڈالے۔

۲۷۸ عقل اور نفس کی خواہش ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۲۷۹ عقلمند کی اطاعت کرو، مطلب حاصل ہو گا۔

۲۸۰ عقل نہایت مضبوط بنیاد ہے۔

۲۸۱ عقل سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

۲۸۲ عقل غور و فکر کو درست کرتی ہے۔

۲۸۳ علم عقل کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پس جسے علم حاصل ہے وہ ضرور عقلمند ہے۔

۲۸۴ عقلمند ضرورت کے بغیر یا دلیل کے بدون کلام نہیں کرتا اور اپنی آخرت کی درستی

۲۸۵ کے سوا کسی کام میں مصروف نہیں رہتا۔

۲۸۶ علم اور عقل دونوں ایک ہی رسی میں جکڑے ہوتے ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

۲۸۷ عقلمند وہ ہے جس کا کل آج سے اچھا ہو اور جس کا نفس برائی سے بری ہو۔

۲۸۸ عقلمند چپ ہوتا ہے تو خدا کی قدرت کا نظارہ کرتا ہے بولتا ہے تو خدا کو یاد کرتا ہے

۲۸۹ اور دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

۲۹۰ عقل بہت ہی بڑی دولت ہے اور دنیا و آخرت میں نہایت شرف کا باعث ہے۔

۲۹۱ عذر پیش کرنا عقل مندی کی دلیل ہے۔

۲۹۲ عقلمند وہ ہے جو زبان کو قابو میں رکھے۔

۲۹۳ عقل زبان کی ترجمان ہے۔

۲۹۴ علم، عقل کا چراغ ہے۔

۲۹۵ عقلمند کمال کا خواہاں رہتا ہے۔

۲۹۶ عقل تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

۲۹۷ عقل تجربوں کی محافظ ہے۔

۲۹۸ مومن دانا اور عقلمند ہوتا ہے۔

۲۹۹ خود بینی عقل کو برباد کر دیتی ہے

۳۰۰ سکون اور اطمینان عقل کا عنوان ہے۔

۳۰۱ عقل نہایت درجہ مدبر ہے۔

۳۰۲ عقل عزت کا موجب ہے۔

۳۰۳ عقل بردباری کے لئے سواری کی جگہ ہے۔

۳۰۴ علم، عقل کا سرنامہ ہے۔

۳۰۵ عقل تمام کاموں کی درستی کا باعث ہے۔

۳۰۶ دنیا عقلوں کے پچھاڑ کھانے کی جگہ ہے۔

۳۰۷ غور و فکر سے عقل صیقل ہوتی ہے۔

۳۰۸ عقلمند ہمیشہ فکر مند نظر آتا ہے۔

۳۰۹ عقل ایسا نیا کپڑا ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

۲۱۰ عقل جسے نصیب ہو جائے، اس کے لیے زینت کا باعث ہے۔

۲۱۱ اچھے اخلاق عقل کا پھل ہیں۔

۲۱۲ عقلمندی ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے سفر میں بھی لوگوں سے تعلق پیدا ہو جاتے ہیں۔

۲۱۳ عقلمند وہ ہے جو غیر سے عبرت حاصل کرے۔

۲۱۴ عقلمند وہ ہے جو اپنی ہر ایک رائے کو درست نہ سمجھے اور جس چیز کو اس کا نفس خوبصورت

۲۱۵ بنا کر اس کے سامنے پیش کرے اس پر بھروسہ نہ کرے۔

۲۱۶ عقلمند ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے اور جاہل اس کے خلاف کرتا ہے۔

۲۱۷ ہوشیاری یہ ہے کہ آدمی انجام کو سوچے اور عقلمندوں سے صلاح مشورہ کرے۔

۲۱۸ عقل مند کو علم حاصل ہوتا ہے تو عمل کرتا ہے ہر عمل میں اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص

۲۱۹ کے سبب سے تنہائی اختیار کرتا ہے۔

۲۲۰ عقل مند وہ ہے جو اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔

۲۲۱ عقل علم کی جڑ اور سمجھ کا باعث ہے۔

۲۲۲ عقل مند کسی کی ملامت سے پست ہمت نہیں ہوتا اور نہ سستی سے اپنے کام کو چھوڑ بیٹھتا ہے

۲۲۳ حرام کاموں سے ناخوش ہونا عقلمندوں کی عادت اور بزرگوں کی خصلت ہے۔

۲۲۴ انسان میں ادب ایک درخت کی مثال ہے اور اس کی جڑ عقل ہے۔

۲۲۵ عقلمند وہ ہے جو غصے، خواہش اور خوف کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔

۲۲۶ عقل سراسر منفعت ہے، عقلمند ان حقوق کے ادا کرنے کیلئے جو اس پر واجب ہیں بے چین

۲۲۷ رہتا ہے اور اس کے جو حقوق دوسروں پر ہوں ان کے تقاضے کا خیال تک نہیں کرتا۔

۲۲۸ علم مومن کا دوست، عقل اس کی وزیر، صبر اس کا سپہ سالار اور عمل اس کا منتظم اور

۲۲۹ نگراں ہے. تواضع عقل کا شرف ہے اور تکبر جہل کا سرمایہ۔

۲۳۰ سخاوت عقل کا نتیجہ ہے اور قناعت بزرگی کا ثبوت۔

۲۳۱ عقل ہدایت کرتی ہے اور نجات دیتی ہے۔

۲۳۲ عقل مند وہ ہے جو ایک سانس بھی غیر مفید کام میں ضائع نہ کرے اور ایسی چیز جمع نہ کرے جو

۳۳۳ عقل بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اچھے کاموں کا حکم دیتی ہے۔

۳۳۴ عقلمند کے ساتھ نیکی کرنا بڑا اچھا کام ہے۔

۳۳۵ عقلمند وہ ہے جو اپنا کام خود سنبھالے۔

۳۳۶ بردباری سراسر عقل ہے۔

۳۳۷ علم سمجھ کا باعث اور عقل علم کی سواری ہے۔

۳۳۸ عقل سے ہوشیاری لازم ہوتی ہے۔

۳۳۹ مغرور میں عقل نہیں ہوتی۔

۳۴۰ ادب عقل کی مجسم تصویر ہے۔

۳۴۱ عقل جہاں بھی ہو نہایت پیارا دوست ہے۔

۳۴۲ عقل ایسا درخت ہے جس کا پھل حیا اور سخا ہے۔

۳۴۳ عقلمند وہ ہے جو لوگوں کے گناہ چھپا دے اور معاف کر دے۔

۳۴۴ حکمت عقلمندوں کا باغ اور بزرگوں کی سیر گاہ ہے۔

۳۴۵ دین اور ادب عقل کا نتیجہ ہیں۔

۳۴۶ وفاداری عقل کی تدبیر اور بزرگی کی نشانی ہے۔

۳۴۷ علم عقل کا چراغ اور فضیلت کا سرچشمہ ہے۔

۳۴۸ تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے عقلمند وہ ہے جو تجربوں میں ترقی کرتا ہے۔

۳۴۹ عقلمند وہ ہے جو ایسی جگہ رہے جہاں لوگ اس کی قدر کریں۔

۳۵۰ عقلمند دل اور بولنے والی زبان بلاغت کا آلہ ہے۔

۳۵۱ عقلمند وہ ہے جو ایسی چیزوں کی خواہش نہ رکھے جن کے جاہل خواہشمند ہیں۔

۳۵۲ عقل ایک غریزی (جبلی) فطری صفت ہے جو علم اور تجربے سے بڑھتی ہے۔

۳۵۳ خاموشی بزرگی کی نشانی اور عقل کا پھل ہے۔

۳۵۴ لوگوں سے دوستی اور محبت رکھنا عقل کا کمال ہے۔

۳۵۵ عقلمند وہ ہے جو اپنا مال اور دولت لوگوں پر خرچ کرے۔

۳۵۶ ساتھ نہ دے۔

۳۵۷ کامل وہ ہے جو اپنی عقل سے نفسیاتی خواہشوں کا قلع قمع کر دے۔

۳۵۸ عقل مند نہایت قابل تعریف دوست ہے۔

۳۵۹ عقل مندی کا ایک نصف بردباری ہے اور دوسرا نصف چشم پوشی ہے۔

۳۶۰ عقل مند دشمن کو نادان دوست سے اچھا سمجھو اور ایسے دوست کی رائے اور مشورہ پر کبھی

۳۶۱ کاربند نہ رہو۔

۳۶۲ اپنی عقلوں کو ناقص سمجھتے رہو، اگر ان پر بھروسہ کرو گے تو خطا کرو گے۔

۳۶۳ عقل مند کی صحبت میں امن و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۳۶۴ جس چیز کے طریقے سے تم ناواقف ہو اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو اس میں کلام کرنے

۳۶۵ سے بچے رہو۔ کیونکہ تمہاری گفتگو تمہاری عقل کا پتہ دیتی ہے۔

۳۶۶ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو سب سے زیادہ بخشش کرنے والا ہے۔

۳۶۷ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو عقل والوں کی اطاعت کرتا ہے۔

۳۶۸ بہترین عقل راست روی اور بہترین قول راست گوئی ہے۔

۳۶۹ عقلمندی کی ابتدا دوستی پیدا کرنا ہے۔

۳۷۰ سب سے زیادہ بزرگ مومن وہ ہے جو عقل میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔

۳۷۱ عقل سے زیادہ قریب وہ رائے ہے جو نفس کی خواہش سے زیادہ دور ہو۔

۳۷۲ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو کمینہ باتوں سے زیادہ دور رہے۔

۳۷۳ سب سے زیادہ احمق شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند خیال کرے۔

۳۷۴ عقل مندی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ آدمی کی تدبیر اچھی ہو۔

۳۷۵ عقلیں اکثر وہاں ٹھوکریں کھاتی ہیں جہاں لالچ کی چمک نظر آئے۔

۳۷۶ بہترین عقلمندی وہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو پہچانے۔

۳۷۷ جو شخص سب سے زیادہ عقلمند ہے وہ اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

۳۷۸ عقل کے بڑھانے اور تیز کرنے میں سب سے زیادہ مدد دینے والی چیز فہم ہے۔

۳۷۹ سب سے زیادہ عقلمند شخص وہ ہے جو جاہلوں کو یہ سزا دے کہ ان کے مقابلے میں

۳۸۰ خاموش ہو جائے اور کوئی جواب نہ دے۔

۳۸۱ سب سے زیادہ عقل مند وہ شخص ہے جس کی سنجیدگی اس کی ہنسی سے بڑھ جائے اور عقل کی

۳۸۲ مدد سے دل کی خواہش پر غالب آئے۔

۳۸۳ سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو انجام کو زیادہ سوچتا ہے

۳۸۴ عقل تنگدستی سے حیران ہو جاتی ہے۔

۳۸۵ جہل سے اتنی ہی بے رغبتی ہونی لازم ہے جتنی کہ عقل سے رغبت ضروری ہے۔

۳۸۶ بے شک عقلمند آدمی ادب سکھانے سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور جانوروں پر بغیر

۳۸۷ مار پیٹ کے کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳۸۸ جو شخص تیری خوشامد اور تعریف کرتا ہے، وہ تیری عقل کو دھوکا اور جھوٹ موٹ

۳۸۹ کی تعریف کے ساتھ تیرے نفس کو فریب دیتا ہے۔

۳۹۰ اگر کسی شخص میں عقل اور دین نہ ہو تو میں در گذر نہیں کر سکتا کیونکہ دین کے بغیر امن

۳۹۱ نہیں اور عقل کے بغیر زندگی ہی نہیں۔ بُرے کے ساتھ بیٹھنے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

۳۹۲ تیری عقل سے لوگ تیرا وزن کرتے ہیں پس تو عقل کو علم سے بڑھا۔

۳۹۳ شرافت محض عقل اور ادب سے ہوتی ہے نہ کہ مال اور حسب و نسب سے۔

۳۹۴ جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام گھٹ جاتا ہے یعنی کوئی عقلمند آدمی زیادہ کلام نہیں کرتا

۳۹۵ جب عقلیں کم ہو جاتی ہیں تو فضولیات بڑھ جاتے ہیں۔

۳۹۶ جب تجھے کسی امر میں کوئی خرابی معلوم ہو تو کسی عقلمند کی رائے کی پیروی کر۔

۳۹۷ جب تم کچھ لکھو تو ختم کرنے سے پہلے اس کو دیکھ لو کیونکہ مضمون کا ختم تمہاری عقل کے مطابق ہوگا

۳۹۸ حکمت کے گہرے راز عقل سے معلوم ہوتے ہیں۔

۳۹۹ ہر بہتری اور خوبی عقل سے حاصل ہوتی ہے۔

۴۰۰ جتنی عقل زیادہ ہوگی اتنا ہی علم زیادہ ہوگا۔

۴۰۱ علوم کے پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں تک رسائی عقل کے ذریعے ہوتی ہے۔

مسئلہ جانشینی رسول خدا محمد المصطفےٰ خاتم النبی

اور

حضرت علی علیہ السلام

بڑھ کر نبی کی ذات سے کوئی بشر نہیں
بعد از نبی علی کی ولایت پہ ہے یقیں

علی اللہ کے ولی ہیں اور حضرت محمد کے وصی و خلیفہ ہیں بلا کسی فاصلے کے قدیم زمانہ سے یہ سنت خداوندی چلی آرہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کی جاتی ہے وہ حجت کبھی تو نبی کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔ یا بعض اوقات خداوند عالم اس حجت کو جانشین نبی کے ذریعہ پورا کرتا ہے تاکہ بندے یہ نہ کہیں کہ ہمیں ڈرانے والا کوئی نہ آیا۔ یہ سنت خداوندی ایسی ہے کہ جسکو اس نے اپنے اختیار ہی میں رکھا ہے خود نبی کا انتخاب ہو یا اس کے وصی کا۔ خداوند عالم نے اس کا اہتمام خود کیا۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ، اسی طرح پھر ارشاد ہوا۔ یاداؤد انا جعلنٰک فی الارض خلیفہ پھر اپنے انبیا کی زبان سے ان کے جانشینی کا مسئلہ حل کر دیا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کو اور جناب رسالتمآب صلی علیہ والہ وسلم نے اپنے بھائی ابن عم علیؑ ابن ابی طالب کو وصی اور خلیفہ نامزد فرمایا۔ علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل،

حضرت آدم سے لیکر خاتم تک جانشینی کا سلسلہ جاری رہا۔

ذیل میں ہم چند معتمد تاریخ سے کچھ عبارتیں نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام یہ سمجھ سکیں کہ حضرت آدم سے لیکر جناب خاتم الانبیاء تک جتنے بھی مشاہیر انبیاء اور رسول گزرے ہیں، انہوں نے اپنے بعد اپنا جانشین اور وصی بحکم خدا

خود مقرر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ طبری حضرت آدم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

(ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام موت سے پہلے گیارہ دن بیمار رہے اور اپنے فرزند شیثؑ کو وصی مقرر کیا۔ اور اس وصیت نامہ کو لکھ کر حضرت شیثؑ کے حوالے کیا۔ (طبری ۔ جلد اول ۔ صہ ۷۶)

اسی طرح جناب شیثؑ نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے مہلائیل کو اور مہلائیل نے اپنے بیٹے یارد کو اور اس نے اپنے فرزند ادریس کو وصی مقرر کیا۔ اور ادریس نے متلوشخ کو اور متلوشخ نے اپنے بیٹے ملک کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا جو حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔ (طبری ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۷۰، تاریخ کامل ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۲۰)

جب حضرت نوح علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کو وصی قرار دیا۔ (تاریخ کامل ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۲۶)

اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا حضرت ابراہیم تک پہونچا حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسحٰق اور اسحاق نے یعقوبؑ اور جناب یعقوبؑ نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو وصی اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں جناب یوسف علیہ السلام نے جس روز انتقال کیا انہوں نے اپنے بھائی یہودا کو وصی مقرر کیا۔ (طبری ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۱۷۳)

حضرت ایوبؑ کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے حویل کو اپنا جانشین مقرر کیا اور ان کے بعد ان کا بیٹا عیدان وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا۔ (طبری ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۱۶۷)

حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنا جانشین خود مقرر فرمایا۔ اول حضرت ہارونؑ کو اور جب انکا انتقال ہو گیا تو پھر یوشع بن نون کو وصی بنایا۔ (طبری ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۲۲۵)۔ اس طرح خداوند عالم کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت یوشع بن نون نے کالب بن یوحنا اور انہوں نے اپنے فرزند یوساتوس کو خلیفہ بنایا۔ (کامل ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۷۰)

جناب الیاس پیغمبر اور ان کے بعد الیسعؑ اور جناب شعیا وغیرہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے حضرت داؤدؑ کی نسبت علامہ اثیر لکھتے ہیں: "حضرت داؤد نے اپنی عمارت مکمل کرنے سے قبل ہی انتقال کیا اور خلافت کی وصیت اپنے بیٹے سلیمانؑ کی طرف کی (کامل ۔ جلد ۱ ۔ صہ ۷۷)

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے وصایا میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ خداوند عالم نے انہیں شمعون کو وصی مقرر کرنے کا حکم دیا۔ اور حواریوں نے شمعون کی خلافت کو قبول کیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱۔ صہ۱۸۴)

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت ادریس تک جن اوصیاء کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ ان تمام کے متعلق حامد الانصاری تک نے بھی اپنی کتاب "اسلام کا نظام حکومت" مطبوعہ دہلی صفہ ۱۰۷ میں نہایت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ علامہ مسعودی جنہیں مورخین میں غیر معمولی تفوق حاصل ہے۔ وہ اپنی تاریخ "مروج الذہب" میں انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء کے تقرر کا بیان تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہوئے آخر کلام میں لکھتے ہیں (ترجمہ) پس یہ وصیت ایک زمانے سے دوسرے زمانہ تک منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس نور کو صلب عبد المطلب میں اور حضرت عبد اللہ والد حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں ودیعت کیا۔ (مروج الذہب جلد ۱۔ صہ۳۹)

حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ تک انبیاء کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشینی اور تقرر وصی کا کام بندوں کے سپرد نہیں ہوا۔ بلکہ خداوند عالم نے اپنے خاص اہتمام سے اس امر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ان میں ایسے نبی اور رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل نہ تھی اور ایسے انبیاء بھی تھے جنہیں اقتدار کی مسند حاصل تھی یہ قاعدہ بلا استثناء کے جاری رہا۔

ہر نبی اور ہر رسول اپنا جانشین بحکم خداوندی مقرر کرتا چلا آیا۔ اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا۔ اس کے بعد نبی یا رسول اس کا اعلان کر دیتا اور ہونا بھی ایسا چاہیئے تھا کیونکہ سنت الٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی جیسا کہ خود اس نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے "خداوند عالم کی سنت تبدیل نہیں ہوتی" (قرآن) چنانچہ اس سنت قدیمہ کے مطابق خداوند عالم نے خاتم الانبیاء کے خلفاء اور جانشینوں کا مسئلہ حل فرمایا اور وصایت کا سلسلہ جاری فرمایا یعنی امت محمدیہ کے خلفاء کو بھی اسی طرح مقرر کردیگا جیسا کہ سابق انبیاء کے اوصیاء و خلفاء کے متعلق طریقہ اختیار کر چکا ہوں لہٰذا خداوند عالم کے اسی اصول تقرر اور سنت انبیاء کے مطابق جناب سرور کائنات نے بھی وصایت علی کا اعلان فرمایا۔ نبوت کی ابتدائی دعوت کے دور میں ہی "دعوت ذوالعشیر" کے موقع پر اپنے برادر و ابن عم حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی وصایت کا اعلان کھلے بندوں فرمایا۔ مورخین اور محدثین اسلام نے اس وصیت کے الفاظ کو اس طرح پیش کیا ہے قال ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم "فرمایا اے لوگو! یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے" (تاریخ ابوالفداء

جلد ۱ صہ ۱۱۱ . طبری جلد ۲ ص ۲۱۷ . کامل جلد ۲ صہ ۲۲ . البدایہ والنہایہ . ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۰ . کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۹۲ . مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صہ ۳۳۱ . مستدرک حاکم جلد ۳

مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی نقشبندی حضرت علی علیہ السلام کی وصایت (جانشینی) کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔" فرمایا صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدمؑ سے شیثؑ۔ اور نوحؑ سے سامؑ ابراہیمؑ سے اسحاقؑ اور جیسے موسیٰؑ سے ہارونؑ اور عیسیٰؑ سے شمعونؑ ہیں۔ تم میرے وصی اور میرے وارث ہو۔ اور ان تمام وصیوں میں سے تم دین و علم اور حلم و شجاعت اور سخاوت میں افضل و بہتر ہو۔" (ینابیع المودۃ مطبوعہ استامبول)

امام شافعی جو ائمہ اسلام میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہیں۔ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

علی حبہ جنۃ ؛ قسیم النار والجنۃ
وصی المصطفیٰ حقاً ؛ امام الانس والجنۃ

(ترجمہ) علی کی محبت گناہوں کے لیے ڈھال ہے۔ علی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں اور وہ محمد مصطفیٰ کے حقیقی وصی اور جن و انس کے امام ہیں۔ (ینابیع المودۃ صہ ۸۶)

مسئلہ جانشینی کے سلسلے میں مندرجہ بالا تحریر کے علاوہ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص متواترہ اس مدعا پر روشن دلیل ہیں۔ جن میں سے آیت ولایت۔ حدیث ولایت حدیث منزلت، حدیث غدیر اور حدیث ثقلین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تفسیر و حدیث اور سیر و تواریخ کی جن کتابوں میں وصایت و خلافت علی کا تذکرہ ہے ان میں پیغمبر اسلام سے یہ الفاظ صاف طور پر مرقوم ہیں کہ "یا علیؑ تم میرے بعد میرے وصی خلیفہ جانشین۔ میرے ولی اور خاتم الاوصیاء ہو۔" شیعی نقطۂ نظر اور اس مکتب خیال کے اعتبار سے حضرت علی علیہ السلام دیگر اوصیاء کی طرح وصیٔ رسولؐ منصوص من اللہ والرسول خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت و امامت کسی کے بیعت کر لینے کی محتاج نہ تھی کیونکہ منصب خداوندی کے عہدہ دار ہر اعتبار سے اس منصب جلیلہ پر فائز رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اقتدار شرط نہیں بلکہ خلیفۂ رسولؐ کے لئے ابقاء شریعت کا ضامن اور حفاظت دین و اسلام کا کفیل ہونا ضروری ہے۔ اپنے ناظرین کی سہولت کے لیے ہم چند ایک حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں تاکہ ارباب ذوق ان مصنفات کی طرف رجوع فرما سکیں۔ (فتح الباری پارہ ۱۸ صہ ۱۰۹ . کنز العمال جلد ۶

حضرت علی علیہ السلام کی برجستگی

حضرت علی علیہ السلام خطیب منبر سلونی تھے۔ آپ ہر علم میں کمال کے درجہ پر فائز تھے لوگ آپ کی خدمت میں طرح طرح کے سوالات کرتے تھے۔ آپ ان سوالوں کا فوراً اور اسی وقت بڑا عالمانہ جواب عنایت فرماتے تھے۔ اکثر آپ خود ہزاروں لوگوں کے مجمع میں منبر رسول پر بیٹھ کر خود لوگوں سے ارشاد فرماتے رہتے تھے تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔

اس سلسلہ میں جناب امیر علیہ السلام کے چند واقعات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ (۱) ایک دفعہ جناب امیر کی خدمت میں ایک شخص نے سوال کیا۔

سوال: مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ میرے مولا نے فوراً جواب دیا۔

جواب: سورج کی ایک روز کی مسافت کے برابر

(۲) ایک بار فرقہ خوارج کے دس علماء نے آکر کہا ہم سب مل کر آپ سے ایک سوال کریں گے۔ آپ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ اس سوال کا جواب دیجئے۔ میرے مولا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔

سوال: علم بہتر ہے یا مال؟

(۱) علم بہتر ہے۔ مال متروکات فرعون سے ہے اور علم میراث انبیاء ہے۔

(۲) علم بہتر ہے۔ مال کی تم حفاظت کرتے ہو اور علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔

(۳) علم بہتر ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے

(۴) علم بہتر ہے۔ مال والے کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں اور علم والا ہر دلعزیز ہوتا ہے

(۵) علم بہتر ہے۔ مال دار بخیل ہوتا ہے اور صاحب علم کریم

(۶) علم بہتر ہے۔ مال چوری ہو جاتا ہے اور دولت علم ہمیشہ کیلئے محفوظ ہے۔

(۷) علم بہتر ہے۔ مال کیلئے حساب ہے۔ علم کیلئے کچھ بھی نہیں۔

(۸) علم بہتر ہے۔ مال کہنہ و فرسودہ ہو جاتا ہے اور علم نقصان سے بری ہے۔

(۹) علم بہتر ہے۔ مال والے کا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور علم والے کا دل منور رہتا ہے

(۱۰) علم بہتر ہے۔ مال کی کثرت آدمی کو فرعون بنا دیتی ہے اور علم والے کی معرفت بڑھتی ہے

(۳۲) ایک دفعہ حضرت عمر کے پاس شاہ روم نے کچھ سوال لکھ کر بھیجے۔ حضرت عمر نے ان سوالات کو صحابہ کے آگے پیش کیا لیکن ان میں سے کوئی ان کا جواب نہیں دے سکا۔ پھر انہوں نے وہ سوالات حضرت علی کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے فوراً ایسے بہترین جواب دے دیئے جن سے بہتر کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

پہلا سوال: وہ کون سی چیز ہے جو اللہ نے خلق نہیں کی۔؟

جواب: وہ شے جس کو اللہ نے خلق نہیں کیا۔ قرآن ہے کیونکہ وہ اس کا کلام ہے اور اس کی ایک صفت ہے اسی طرح دوسری آسمانی کتابیں اس کی مخلوق ہیں کیونکہ خداوند عالم قدیم ہے اس کی صفات بھی قدیم ہے۔

دوسرا سوال: وہ کون سی شے ہے جس کو اللہ نہیں جانتا۔؟

جواب: وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ بات ہے جس کو تم اللہ کے لئے ثابت کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے، بیوی ہے، شریک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

تیسرا سوال: وہ کون سی شے ہے جو اس کے پاس نہیں۔؟

جواب: جو چیز اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔

چوتھا سوال: وہ کیا شے ہے جو پوری کی پوری دہن ہے۔

جواب: وہ چیز جو ہمہ تن دہن ہے آگ ہے۔ جو چیز اس میں ڈال دی جائے اسکو کھا جاتی ہے۔

پانچواں سوال: وہ کیا شے ہے جو ساری کی ساری پیر ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو ہمہ تن پیر ہے وہ پانی ہے۔

چھٹا سوال: وہ کیا شے ہے جو ہمہ تن آنکھ ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو پوری کی پوری آنکھ ہے وہ سورج ہے۔

ساتواں سوال: وہ کیا شے ہے جو ہمہ تن پر ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو پوری کی پوری پر ہے وہ ہوا ہے۔

آٹھواں سوال: وہ کون مرد ہے جس کا کوئی خاندان نہیں؟

جواب: وہ شخص جس کا خاندان نہیں وہ حضرت آدم ہیں۔

نواں سوال: وہ کون سی چار چیزیں ہیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں۔؟

جواب: وہ چار چیزیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں وہ عصائے حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم کا بینڈھا جو قربانی کیلئے جنت سے آیا تھا، حضرت آدم اور حضرت حوا ہیں۔

دسواں سوال: وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں؟

جواب: وہ چیز جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے صبح ہے جیسا کہ خداوند کریم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے" صبح کی قسم! جب کہ وہ سانس لیتی ہے۔

گیارھواں سوال بتایئے کہ ناقوس (گھنٹہ) کیا کہتا ہے؟

جواب: جناب امیر نے اس کے جواب میں پوری نظم "صدائے ناقوس" پڑھی جس کے چند شعر عربی کے ساتھ اس کا منظوم ترجمہ لکھ رہا ہوں۔

اب رہا ناقوس تو وہ یہ کہتا ہے۔

سبحان اللّٰہ حقاً حقاً	پاک ہے اللہ خالق سب کا، برحق ہے یہ میرا کہنا (بیشک ہے)
ان المولیٰ صمد یبقیٰ	وہ سب کا آقا، سارا جہاں محتاج ہے اس کا
حقاً حقاً صدقاً صدقاً	تا بہ ابد باقی وہ رہے گا، برحق سمجھو میرا کہنا
یحکم عنا رفقاً رفقاً	کلمہ کلمہ سب ہے سچا، حلم ہے وہ ہم سب پر کرتا
لولا حلمہ کنا نشقیٰ	رہتے ہم بدبخت ہمیشہ، حلم جو اس کا ہم پر نہ ہوتا

اس ہی طرح اور بہت سے اشعار ہیں۔

بارھواں سوال: وہ کون سا مسافر ہے جس نے صرف ایک دفعہ سفر کیا۔؟

جواب: وہ مسافر جس نے صرف ایک دن سفر کیا۔ طور سینا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ بنی اسرائیل نے سرکشی اختیار کی۔ خداوند کریم کے حکم سے پہاڑ کا ٹکڑا ان کے سروں پر مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل نے یہ گمان کیا کہ وہ ان پر اب گرا اور جب گرا اس وقت کے نبی نے ان سے کہا کہ ایمان لاؤ ورنہ یہ تمہارے سروں پر گرتا ہے پس جس وقت انھوں نے توبہ کی، خداوند عالم نے اس کو دوبارہ اپنی جگہ واپس کر دیا۔

تیرھواں سوال وہ کون سا درخت ہے جس کے سایہ میں مسافر اگر سو سال بھی سفر کرے تو اس کے سایہ سے نہیں نکل سکتا اور اس کی مثال اس دنیا میں کیا چیز ہے۔

جواب: وہ عظیم الشان درخت جس کے سایہ میں

ہے جو ساتویں آسمان پر واقع ہے۔ یہ درخت جنت کے درختوں میں سے ایک ہے محلات، ومکانات میں سے کوئی قصر ومکاں ایسا نہیں جس پر اس درخت کی شاخیں نہ پھیلی ہوں۔ اس درخت کا نمونہ دنیا میں سورج ہے جس کی اصل ایک لیکن اس کی روشنی سب جگہ ہے۔

چودھواں سوال: وہ کون سا درخت ہے جو بغیر پانی کے روئیدہ ہوا۔؟

جواب: وہ درخت جو بغیر پانی کے روئیدہ ہوا وہ شجر یونس ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ہم نے یونس پر درخت کدو اگایا۔

پندرہواں سوال: وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج ایک مرتبہ سے زیادہ طالع نہیں ہوا۔

جواب: وہ جگہ جہاں سورج صرف ایک مرتبہ چمکا وہ اس سمندر کی زمین ہے جس کو خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے لئے چیرا تھا۔ آپ کے گزرنے کے بعد دوبارہ اپنی شکل میں ہو گیا۔

سولہواں سوال: جنت کے لوگ کھائیں گے پئیں گے لیکن بول و براز نہیں کریں گے۔ دنیا میں، اگر اس کی کوئی مثال ہو تو پیش فرمائیے؟

جواب: اہل جنت کی غذا کی مثال دنیا میں جنین ہے جو شکم مادر میں اپنی ناف کے ذریعہ کھاتا ہے پیتا ہے لیکن پاخانہ پیشاب نہیں کرتا۔

سترہواں سوال: جنت میں دستر خوان پر جو برتن ہوں گے ان میں سے ہر ایک برتن میں رنگ برنگ کی غذائیں ہوں گی۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہو سکتی ہے۔؟

جواب: ایک پیالہ میں کئی رنگ کی غذا کی مثال اس دنیا میں انڈا ہے جس میں دو رنگ ہوتے ہیں، سفید اور زرد لیکن وہ دونوں آپس میں ملتے نہیں۔

اٹھارہواں سوال: جنت میں ایک دانہ سیب سے حوریہ برآمد ہوگی لیکن سیب جوں کا توں باقی رہے گا۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے۔؟

جواب: یہ حوریہ سیب سے برآمد ہوگی اس کی مثال دنیا میں کرم ہے جو پھل سے نکلتا ہے لیکن پھل میں، اس کے نکلنے سے کوئی نقصان یا کمی واقع نہیں ہوتی۔

انیسواں سوال: وہ کون سی کنیز ہے جو دنیا میں دو آدمیوں کی ہوگی لیکن روز آخرت میں صرف ایک کی ہوگی۔؟

جواب: اس کنیز کی مثال جو دنیا میں دو شخصوں میں مشترک اور آخرت میں صرف، ایک شخص کا حصہ ہے وہ درخت خرمہ ہے جو مجھ جیسے مومن اور تجھ جیسے کافر کے درمیان

میں ہوگا۔ اور تو اپنے کفر کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

بیسواں سوال: فرمائیے کہ جنت کی کنجیاں کیا ہیں۔؟

جواب: جنت کی کنجی یہ کلمہ ہے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ**

(۴۴) حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں کچھ علمائے یہود ان کے پاس حاضر ہوئے ان کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے اور ان کے جوابات کے طالب ہوئے۔ حضرت عمر نے یہ سوال حضرت علی کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت علی نے کہا میں ان سوالوں کا جواب ایک شرط پر دوں گا۔ اگر میں نے جواب دیدیا تو تم لوگ مسلمان ہو جاؤ گے۔ علمائے یہود نے اقرار کیا کہ اگر جواب صحیح ہوئے تو ہم لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس پر میرے مولا نے کہا اب تم ایک ایک کر کے سوال کر سکتے ہو۔

"علمائے یہود کے سوالات اور مولا علیؑ کے جوابات"

سوال نمبر ۱:۔ آسمان کے قفل کیا ہیں۔

جواب:۔ آسمانوں کا قفل اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے کیونکہ انسان جب شرک اختیار کرتا ہے تو پھر اس کا کوئی عمل آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۲:۔ آسمان کی کنجیاں کیا ہیں؟

جواب:۔ آسمان کی کنجی کلمہ توحید ہے۔ **اشہد أن لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ**

سوال نمبر ۳:۔ اپنے ساتھی کے ساتھ چلنے والا کون ہے۔

جواب:۔ یہ وہ مچھلی ہے جس نے حضرت یونس کو نگل لیا تھا اور ان کے ساتھ سات سمندروں میں پھرتی ہے۔

سوال نمبر ۴:۔ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا لیکن وہ نہ جن سے تھا نہ انس سے؟

جواب:۔ وہ حضرت سلیمان کی چیونٹی ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ وہ پانچ چیزیں کیا ہیں جو زمین پر چلیں لیکن رحم مادر میں نہیں رہیں؟

جواب:۔ وہ پانچ مخلوقات۔ آدم، حوا، ناقہ صالح، عصائے موسیٰ اور حضرت ابراہیم کا گوسفند ہیں۔

سوال نمبر ۶:۔ بتائیے تیتر اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔

جواب:۔ تیتر اپنی آواز میں کہتا ہے "الرحمن علی العرش استویٰ"

سوال ۷:۔ مرغ اپنی زبان میں کیا کہتا ہے۔؟

جواب:۔ اے غافلو! اللہ کی یاد کرو۔

سوال ۸:۔ گھوڑا اپنے ہنہنانے میں کیا کہتا ہے۔؟

جواب:۔ جب مومنین کافرین سے جہاد کرنے کیلئے برآمد ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے، پالنے والے اپنے مومن بندوں کو کافروں پر نصرت عطا کر۔

سوال ۹:۔ مینڈک اپنی ٹرٹر میں کیا کہتا ہے۔

جواب:۔ وہ کہتا ہے پاک ہے وہ ذات معبود جس کی تسبیح و تقدیس گہرے سمندروں میں بھی کی جاتی ہے۔

سوال ۱۰:۔ شاما اپنی سیٹی میں کیا کہتی ہے۔

جواب:۔ شاما کہتی ہے اے پالنے والے محمد و آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کرنا۔

یہ جوابات سن کر ان میں سے دو آدمی فوراً ایمان لے آئے لیکن تیسرے نے کہا اگر آپ میرے آخری سوال کا جواب دیدیں تو میرا بھی دل نور ایمان سے منور ہو جائے گا۔ میرے مولا نے کہا دریافت کرو۔

سوال:۔ وہ کون لوگ ہیں جن کو قرن گذشتہ میں خداوند کریم نے ۳۰۹ سال تک مردہ رکھا اور اس کے بعد ان کو زندہ کر دیا۔؟

جواب:۔ حضرت نے فرمایا اے یہودی! یہ اصحاب کہف ہیں۔ خداوند کریم نے ہمارے نبی پر جو قرآن نازل کیا ہے اس میں اس کا قصہ موجود ہے۔

(۵) ایک بار امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا کے ساتھ خرمے نوش فرما رہے تھے۔ آنحضرت خرمے کھاتے جاتے تھے اور گٹھلیاں حضرت علی کے سامنے رکھتے جاتے ہیں۔ جب کھا چکے تو حضرت نے صحابہ سے پوچھا۔ زیادہ خرمے کس نے کھائے ہیں؟ صحابہ نے کہا جس کے سامنے گٹھلیاں زیادہ ہیں اس نے زیادہ کھائے۔ حضرت علی نے فرمایا جس نے مع گٹھلیوں کے کھائے وہ زیادہ کھانے والا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جس کے آگے گٹھلیاں نہیں اس نے زیادہ کھایا)

تین اور سوالات اور ان کے جوابات

۱۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچے گا؟

حضرت علی نے جواب دیا۔ جہاں سے اس کی اجل آئے گی۔

۲۔ ایک دفعہ ایک کافر نے عین نمازِ عصر کے لئے تیار ہونے کے وقت آپ سے یہ سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے جانور بچے دیتے ہیں۔ اس سوال سے اس کافر کا مقصد یہ تھا کہ آپ تمام جانوروں کی تفصیل بتائیں گے اور نماز جماعت کا وقت گذر جائے گا لیکن میرے مولا نے فوراً دو جملوں میں اس طرح جواب عطا فرمایا۔ حضرت علی نے جواب دیا۔

وہ جانور جن کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جن کے کان باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ انسان مجبور ہے یا مختار۔؟

حضرت علی نے فرمایا۔ اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ اس نے ٹانگ اٹھالی پھر آپ نے فرمایا اب دوسری ٹانگ اٹھاؤ۔ اس شخص نے مجبوری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال مختار اور مجبور کی ہے۔

علیٔ علم الجبرا کی روشنی میں

علم الجبرا اور شانِ علیؑ

حضرت علیؑ مظہر العجائب ہیں۔ جہاں دیکھئے۔ جس جگہ دیکھئے۔ جس علم کو پڑھیے۔ جس شعبہ پر نظر ڈالیے علیؑ کے فضائل جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم الجبرا کو دیکھئے۔ بظاہر اس میں کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ اور اگر مدبر باطن نظر دوڑائیے تو اس علم کی بنیاد ہی سے شانِ علیؑ ظاہر ہونے لگتی ہے۔ الجبرا کا دار و مدار (لا) پر ہے۔ یعنی الجبرا کا وجود ہی (لا) ہے۔ خدا کی الوہیت اور علی کی ولایت۔ امامت کو بھی لا کے سوا بیان نہیں کیا جا سکتا۔

الوہیت کی صفات بیان کرنے کے لیے لا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے لااله الا اللہ صفات خداوندی کو بیان کرنے کے لیے پہلے لا اور بعد میں اِلّا اکثر استعمال ہوا ہے۔ لا منفی اور الاّ مثبت۔ پہلے منفی اور پھر مثبت۔ یعنی جب خدا کی صفات کا ذکر ہوا تو پہلے ہر شے کی نفی کر دی گئی۔ لااله۔ نہیں ہے کوئی خدا! دنیا کے گوشہ گوشہ میں تلاش کرو مگر نہیں ہے کوئی خدا.... الا اللہ سوائے اللہ کے۔ یہ ایک امر فیصل ہے جو لا اور الاّ نے جاری کر دیا۔ اسی طرح مظہر صفات خدا علیؑ کی شان بیان کرنے کے لیے بھی لا اور الاّ کا اکثر استعمال ہوا ہے۔ جو انداز خدائی صفات بیان کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہی مظہر صفاتِ خدا کے لیے بھی ہے۔ اللہ کے لیے لا اور الاّ استعمال ہوا ہے۔ اور علیؑ کے لیے بھی لافتی الا علی نہیں ہے کوئی جواں مرد سوائے علیؑ کے۔ اس بھری کائنات میں علیؑ کے سوا کوئی جواں مرد ہے ہی (اور) نہیں ہو سکتا ہی نہیں۔ ہوگا ہی نہیں الاّ علی سوائے علیؑ کے۔

اسی طرح جہاں جہاں علیؑ کی صفات اور علی کا شان بیان ہوا ہے لا کا استعمال ضرور ہوا ہے۔ مثلاً جیسے لاسیف الا ذوالفقار ہے کوئی تلوار نہیں ہے مگر ذوالفقار۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں نہ علیؑ جیسا کوئی مرد اور نہ علیؑ کی ذوالفقار جیسی کوئی تلوار۔ اس بھری دنیا میں علیؑ اور آپ کی تلوار کے سوا ہر شے لا ہے۔

اور اس بھری دنیا میں اگر کچھ "الا" ہو سکتا ہے تو یا علیؑ کا وجود ہے یا اس کی تلوار
رسول اکرمؐ کو اللہ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔ ان لوگوں سے کہدو۔۔۔۔
لا اسئلکم علیہ اجراً۔۔۔۔۔ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا
۔۔۔۔ الا المودۃ فی القربیٰ۔۔۔۔ سوائے اس کے کہ میرے قریبوں
سے محبت رکھو۔ یہاں بھی لا اور الا کا استعمال ہوا ہے۔ اردو کے لفظ
نزدیک' کو عربی میں قریب کہتے ہیں۔ اور جو بہت ہی قریب اور نزدیک
ہو اسے اقرب کہتے ہیں۔ یہاں اس جملہ میں "اقربا" استعمال ہوا ہے
اب آپ ذرا اپنی عقل سلیم سے سوچئے اقربا کون ہیں؟" جواب دیں، غور کریں
تدبر سے کام لیں۔ سوچیں سمجھیں تو آپ کو ایک ایسی ذات نظر آئے گی جس کو
سرکار دو عالم نے لحمک لحمی۔ روحک روحی۔ دمک دمی
کہا اور وہ ذات صرف جناب امیر علیہ السلام کی ہے۔

علیؑ علم برقیات کی روشنی میں

یعنی

علم الیکٹرک سٹی اور شان علیؑ

حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی ایک ایسی ذات اقدس ہے جو دنیا کے تمام علوموں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہر علم کو دیکھو اور در باطن نظر ڈالو تو مظہر العجائب کی شان ہر علم میں جھلکتی ہوئی نظر آئے گی۔ علم برقیات یعنی الیکٹرک سٹی ہماری زندگی کا ایک ضروری جز بن کر رہ گیا ہے۔ دنیا کی تمام ترقی کا دار و مدار علم برقیات کی بدولت ہے۔ سائنس دانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دنیا میں تمام گل کاریاں اسی علم کی وجہ سے ہیں۔ پتھروں میں سختی۔ پانی میں روانی، پھولوں میں خوشبو، پھلوں میں رس، جانوروں میں دوڑ دھوپ، بزم انسانی میں ہر طرح کی آسائش اور آرام اسی علم کی مرہون منت ہے۔

نور سائنس کی اصطلاح میں نور کو الکٹرک سٹی کہتے ہیں (قوت برقیات) ارباب سائنس کو مادے کے اجزار کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلا کہ برقی قوت "نور" کے الکٹرون اور پروٹون کے بغیر مادے کے اجزار ایک دوسرے کے ساتھ اتصال قبول نہیں کر سکتے:۔ اس انکشاف سے یہ پتہ چلا کہ مادے کی خلقت سے پہلے نور یعنی قوت برقیا کا موجود ہونا ضروری ہے جو مادے کے اجزاد کو ملا دے۔ اسی لئے سب سے پہلے ایک نور کا وجود دنیا میں آیا۔

میرے دوست تم نور کو تسلیم کر دیا کہ کر دنیا کے سائنسدانوں کا علم جس قدر بڑھتا جا رہا ہے وہ نور کی حقانیت کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں کولمبیہ یونیورسٹی امریکہ کے شعبۂ فیزکس کے صدر فرماتے ہیں کہ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور فضائی مصنوعی سیاروں کے مسلسل تجربات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں جب کچھ نہ تھا اس وقت ایک نور

کا شعلہ چمکا اس سے فضاؤں میں ایک دھماکہ ہوا اور اس شعلۂ نور سے الیکٹرون اور پرو
ٹون (ذرات نوری) مثبت و منفی فضا میں پھیل گئے جن کے آپس میں ملنے سے چیزیں وجود میں
آگئیں۔ چاند، سورج، ستارے، کہکشاں اور دنیا وجود میں آئی۔ جب نور کا درجہ حرارت
تین لاکھ ڈگری سے کم ہوگیا تو یہ الیکٹرون اور پروٹون آپس میں مل گئے اور یہ کائنات
وجود میں آگئی۔ یہ ایک ایسا شعلہ تھا جس کو سمجھنے کے لئے انسانی عقل دنگ رہ گئی
اور نہ آج تک اس کو سمجھ سکتی ہے۔ خدا نے اس ایک نور کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ اس
نور کے ذریعے سے اس کی معرفت ہو۔ اس نور کے کمالات دیکھ کر قدرت الٰہی کا پتہ
چلے۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ اسی نور کی بدولت ہے مگر یہ نور ایک نہیں بلکہ دیکھنے میں ایک
ہے اور عمل میں دو ہے۔ یہ ایک ہے مگر یہ دو ہیں یہ دو ہیں مگر ایک ہے اس نور کی
دو قوتیں ہیں۔ ایک الیکٹرون اور دوسری پروٹون۔ جب تک یہ دونوں قوتیں نہ
ملیں نور پیدا ہی نہیں ہوتا۔ نور کو اللہ نے جب بھی دنیا میں بھیجا دو کرکے بھیجا کیونکہ
اس کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ نور اولین کو بھی جب قدرت نے دنیا میں بھیجا انا علی
من نور واحد کرکے بھیجا قدرت نے کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی اس ایک نور
کے دو حصے کر دیئے کیونکہ کائنات کی تخلیق اور مکان و زمان کا تعین دو نکات کے
سوا ناممکن اور محال ہے یہ کائنات کیا ہے؟ مکان اور زمان کا مجموعہ ہے۔ آپ دو نکتے
فرض کریں ب ـــ ا ان دونوں نکتوں کے درمیان میں جو حد ہے وہ مکان کہلائے گا
اور ایک نکتے سے دوسرے نکتے تک جانے میں جتنا وقت لگے گا وہ زمان کہلائیگا۔

یہ کائنات کیا ہے؟ صرف دو نکتے ہیں۔ ایک عرش کا نکتہ اور دوسرا فرش کا
نکتہ۔ ان دونوں نکتوں کے درمیان جو خلا ہے ستارے، سیارے، شمس، قمر، افلاک
کہکشاں، یہ سب کچھ اسی خلا میں واقع ہے از روز ازل تا روز ابد جو وقت گذر
رہا ہے یہ زمان ہے۔ کائنات کے اس مکان اور زمان کو قائم کرنے کے لئے دو
نکتوں کا تصور ضروری تھا۔ تب ہی تو کائنات کی تخلیق ممکن تھی اس لئے قدرت
نے اس نور اولین کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور نور کے ان دو نکتوں سے کائنات
کا تصور پیدا ہوا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ یہ ہزاروں سورج، یہ
اربوں ستارے یہ اٹھارہ ہزار عالمین یہ سات افلاک، یہ گیارہ حجابات آسمانی۔
یہ ایٹم، یہ مادہ، یہ گیس، یہ

یہ فرش سب کچھ اس نور کے صدقے میں بنا اور نور کے ان دو نقطوں کے ذریعے سے ہی تخلیق ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نور کہاں رہا؟ یہ عرش کے نیچے رہا جہاں فہم انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن قدرت و حکمت مطلقہ نے گتھی سلجھا دی اور فرمایا کہ وہ نور ایک تھا بہت ہی جامع اور مکمل جو سبب تخلیق موجودات بنا اور اس نے کہہ دیا لولاک لما خلقت الافلاک۔ اور رسول نے اگر مزید توجہ فرمایئے اول ماخلق اللہ نوری سمجھنے والوں کے لئے اور سمجھانے کی کوشش فرمائی انا و علیؑ من نورٍ واحد۔

اب آیئے علم البرق یعنی الکٹرک سٹی پر ایک اچھوتی سی نظر ڈال کر شمع ایمانی کو فروزاں کیجئے کہ میٹر سے جو بجلی گھروں میں مہیا کی جاتی ہے اس میں دو تار ہوتے ہیں۔ ایک مثبت کہلاتا ہے اور دوسرا منفی یہ دونوں تار ایک "سوچ" میں سے گذر کر ہولڈر میں جس کے اندر بجلی کا بلب لگتا ہے چلے جاتے ہیں اسی اصول پر تمام جگہوں پر بجلی آگے بڑھائی جاتی ہے۔ یہ الکٹرک سٹی کا ضابطہ حیات ہے۔ کتنا عظیم ہے میرا خدا جس نے اس ضابطہ کے ماتحت نور اولین کو خلق فرمایا اور پھر اس نور اولین یعنی جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے انا و علیؑ من نورٍ واحد

رسول اکرمؐ قوت مثبت	حضرت علیؑ قوت منفی
• رسولؐ نے رسالت کا بوجھ اٹھایا	• علیؑ نے ان کی تصدیق کی
• امام جماعت رسولؐ	• امام امت علیؑ
• سپہ سالار اسلام رسولؐ	• علمدار اسلام علیؑ
• زبان سے جہاد رسولؐ نے کیا	• تلوار سے جہاد علیؑ نے کیا۔
• رحمت کی تصویر رسولؐ	• غضب کا پیکر علیؑ
• قرآن کے لفظ رسولؐ نے بتائے	• تفسیر علیؑ نے کی
• حق کی طرف رسولؐ نے بلایا	• سینہ سپر علیؑ رہا

- شہر علم رسولؐ
- باب مدینۂ علم علیؑ
- سلطان دین و دنیا رسولؐ
- وزیر با تدبیر علیؑ
- نبی رسولؐ تھے
- علیؑ وصی تھے۔

گویا دونوں تاروں کے میزان برابر برابر اپنا کام کر رہے ہیں۔ جو کام بجلی کے ایک تار کا اس ہی سے ملتا جلتا کام دوسرے تار کا۔

یہ نظام قدرت ہے اور اصول الکٹرک سٹی بھی۔ قوت برقیہ یعنی الکٹرک سٹی کے دو حصے ہیں، ایک کرنٹ دوسرا والٹیج یعنی کرنٹ کا دباؤ۔ روانی یا طاقت۔ جو جی میں آئے نام دے لو۔ ایک مرکز نور ہے (رسولؐ) دوسرا اس کی نفس یعنی مرکز نور سے نکلنے والی قوت۔ طاقت جتنی بڑی پاور طاقت کا ملیب ہوگا۔ اس ہی کی نسبت سے اس کی روشنی ہوگی۔

ہمارا رسولؐ تمام رسولوں سے افضل واعلیٰ تھا۔ ظاہر ہے قدرت نے اس کے وصی کو بھی تمام لوگوں سے افضل واعلیٰ بنا دیا

رسولؐ اکرم ہیں مرکز نور۔ نور اول بلکہ نور کل۔ تو ان کے الکٹرون میں بھی قوت مکمل ہوں گے۔ اس لئے تو قدرت نے اس الکٹرون کو "کرار وغیر فرار" کے نام سے یاد کیا۔ یعنی ایسی قوت جو کسی بھی قوت سے ہٹ نہیں سکتی اور نہ بھاگ سکتی ہے۔

الکٹرون اور مرکز نور ایک میں دو اور دو میں ایک ہوئے ہیں۔ یہ جدا کر دیئے جائیں تو دو ہو جاتے ہیں اور اکٹھے کر دیئے جائیں تو ایک ہو جائیں گے۔

سرور کائناتؐ نے بھی اسی بات کی تصریح فرمائی ہے لحمک لحمی۔ جسمک جسمی۔ روحک روحی۔

شانِ علیؑ

علم الابدان کی روشنی میں

میں نہ ڈاکٹر ہوں نہ حکیم بلکہ پیشے کے لحاظ سے ایک انجینیر ہوں علم الابدان کو سمجھنے کے لئے عمر چاہیئے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ایک انجنیر کا یہ مضمون ہے تو آپ کو ضرور تعجب ہوگا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

حضرت علیؑ مظہر العجائب اور مظہر صفات خداوندی ہیں۔ جہاں دیکھئے، جس جگہ دیکھئے، جس علم کو پڑھئے جس شعبہ پر ڈالئے علیؑ کے فضائل جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم الابدان کو دیکھئے اس علم میں کس کس جگہ شان علیؑ جلوہ فرما ہے۔

جدید سائنس کی رو سے جسم انسانی ۳۶ عناصر کا مرکب ہے۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی، کاربن یورنیم، فاسفورس، ریڈیم، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کیلشیم وغیرہ۔ غرضیکہ جتنے بھی عناصر حل کر مادے کی تشکیل کرتے رہتے ہیں وہ سب کے سب عناصر جسم انسانی کے اجزاء ہیں۔ اور یہ تمام عناصر جو جسم انسانی میں موجود ہیں ان سب کا منبع مخزن اور خزانہ زمین ہے۔ یعنی اس خطہ زمین میں یہ تمام کے تمام عناصر موجود ہیں جن سے انسانی جسم بنا ہے۔

انسان خاکی ہے۔ خاک یعنی مٹی میں چونکہ یہ تمام عناصر موجود ہیں (مختلف شکلوں میں) اس لئے انسانی جسم کی ساخت میں ان عناصر کو بڑا دخل حاصل ہے۔ میرے دوستو! یہ کل عناصر جن سے انسانی جسم بنا ہے وہ سب کے سب زمین، خاک، مٹی، جو جی میں آئے کہہ لو موجود ہیں۔

زمین، خاک، مٹی کو عربی میں "تراب" کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ کو سرور کائنات، فخر موجودات رسول کرمؐ "ابوتراب" یعنی مٹی کا باپ کہا کرتے تھے۔ اس طرح فرمان رسولؐ کی رو سے حضرت علیؑ زمین کے باپ ہوئے۔ اس طرح ان تمام عناصر کے باپ بھی علیؑ ہوئے۔

حضرت آدم سے لے کر قیامت تک جتنے انسان پیدا ہوئے، ہو رہے ہیں یا ہونگے ان سب کے باپ کون ہوئے؟ تو پتہ چلا کہ وہ جس کو ہمارے نبیؐ اکرام ہمیشہ ابوتراب

کہہ دیا کرتے تھے

جسم انسانی کے مختلف حصوں کا تذکرہ کروں گا اور ارشادِ رسول کی روشنی میں شانِ علی بیان کروں گا۔

سر : جسم انسانی میں سر ہے۔ ارشادِ رسولؐ "یا علیؑ تجھے مجھ سے یہ نسبت ہے جیسے جسم کو سر سے ہوتی ہے"۔ گویا علیؑ رسالت کا سر ہیں۔ سر میں دماغ ہوتا ہے تو اسی ارشاد کی روشنی علیؑ رسالت کا دماغ ہوئے۔

چہرہ : جسم انسانی میں چہرہ ہے ارشادِ نبیؐ "علیؑ وجہ اللہ ہے۔"

زبان : جسم انسانی میں زبان ہے ارشادِ نبیؐ کی رو سے "علیؑ لسان اللہ ہے۔"

کان : جسم انسانی میں کان ہے۔ ارشادِ نبیؐ اکرم کی روشنی میں "علیؑ اذن اللہ ہے۔"

سینہ : جسم انسانی میں سینہ ہے۔ ارشادِ نبیؐ کی روشنی میں "علیؑ جنب اللہ ہے۔"

ہاتھ : جسم انسانی میں ہاتھ ہے۔ ارشادِ نبیؐ کی روشنی میں "علی ید اللہ ہے۔"

دل : بدن انسانی میں دل کی حکومت ہے یہی خون کی PUMPING MACHINE ہے۔ اپنے عمل سے یہ خون کو جسم کے ہر حصہ میں بھیجتا ہے۔ دماغ اس کا وزیر ہے۔ پہلے دل بات کو محسوس کرتا ہے پھر دماغ کے ذریعہ اس پر عمل کراتا ہے۔ جیسے محمد مصطفٰےؐ سرکارِ دو عالم اس کائنات کے شہنشاہ ہیں اسی طرح علی مرتضٰیؑ ان کے نائب اور وزیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے میرے پیارے مولاؑ کے لئے "دعوت ذوالعشیرہ" کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ "یہ ہے میرا بھائی، میرا وزیر میرا نائب اور میرا خلیفہ۔"

علیؑ دماغ ہے رسالت کا، علیؑ وزیر ہے محمدؐ کا۔ وزیر کے تدبر پر حکومت کا نظام چلتا ہے۔ رسول اکرمؐ کی پوری زندگی دیکھ لیجئے۔ جنگ ہو یا صلح، ہجرت ہو یا واپسی۔ مسجد ہو یا گھر ہر جگہ آپ کو علیؑ ہی نظر آئیں گے۔ دماغ اور دل میں اتنا گہرا تعلق ہے، اتنی قریبی واسطہ ہے کہ یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ بات دل سے نکل کر آئی ہے یا دماغ سے۔ علیؑ اور محمدؐ میں بھی اتنا ہی گہرا تعلق ہے۔ کہ جو بات محمدؐ کی ہے وہی بات علیؑ کی اور جو بات علیؑ کی ہے وہی محمدؐ کی۔ دماغ دل کا دروازہ ہے۔ محمدؐ شہر علم ہیں اور علیؑ اس علم کا دروازہ ہیں۔ دل انسانی جسم میں نیچے ہے اور دماغ اوپر۔ رسول اکرمؐ علیؑ کو اپنے کاندھوں پر سوار کرا کے خانہ کعبہ میں بتوں کو مسمار کرا رہے ہیں۔ دماغ بدن کی اصلاح کرتا ہے۔ جسم کے ہر حصہ میں روح کے احکامات کو بھیجتا ہے۔ گویا دماغ "مشکل کشائے" جسم انسانی ہے۔ اگر دل و دماغ قائم ہیں اور اپنا کام ٹھیک طرح سے انجام دے

رہے ہیں تو سمجھ لو کہ بدن کی تمام قوتیں بھی قائم ہیں۔ گویا دماغ جسم کا "اولی الامر" ہے۔ دل جسم کا ایک شہر ہے اور دماغ اس کا دروازہ ہے۔ ہم جو کچھ اس سے سنتے ہیں دیکھتے ہیں کرتے ہیں سوچتے ہیں، سب کچھ دماغ کی امداد سے کرتے ہیں۔ دل سے جو کچھ جسم انسانی سے ملتا ہے وہ دماغ کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اب آپ اس کو پھر ارشاد نبیؐ کی روشنی میں دیکھئے۔ علیؑ باب مدینۂ علوم ہیں جو کچھ مخلوق خدا کو ملتا ہے اسی دروازہ سے ملتا ہے۔ دماغ کا بدل دماغ ہی ہے۔ یہ اپنے اصلی مقام پر رہے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور درست ہے۔

آنکھیں: جسم انسانی میں سب سے قیمتی چیز جو چیز ہے وہ آنکھیں ہیں۔ ارشاد نبیؐ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو علیؑ عین اللہ ہے۔ یہ نورانی چیز ہے۔ یہ جسم انسانی میں دو ہوتی ہیں۔ ان کا کام جسم کا راستہ دکھانا ہے۔ یہ نہ ہوتی تو ہم بھٹکتے پھرتیں۔ ہماری زندگی کی رہنمائی ان دو نورانی مخلوق کی وجہ سے ہوتی ہے دیکھنے میں یہ دو ہیں اور کام ان دونوں کا ایک ہے۔ ان کی بصارت ایک ہے۔ جو کام ایک آنکھ کا ہے وہی کام دوسری آنکھ کا۔ اللہ پاک نے ان کو دو بنایا ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم انسانی میں نورانی مخلوق ہے۔ کیونکہ خدا نے نور کو جب تخلیق فرمایا دو کر کے پیدا کیا۔ اب آپ اس سلسلہ میں حدیث رسولؐ دیکھئے۔ "انا و علیؑ من نور واحد۔" اگر ایک آنکھ چلی جائے تو اس کا پورا کام دوسری آنکھ سرانجام دیتی ہے۔ آنکھ کی جانشین آنکھ ہی ہو سکتی ہے ناک نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ دیکھیں گے کہ ناک ان دونوں آنکھوں کے بالکل قریب ہے مگر آنکھ کا کام نہیں کر سکتی۔ نور کا جانشین نور ہی ہو سکتا ہے۔

خون: جسم کی قوت خون سے قائم ہے۔ روح اس کے سہارے پر ہے۔ صحت انسانی اسی کے باعث قائم ہے۔ رسول اکرمؐ کے ارشاد کی روشنی میں "علی تمہارا خون میرا خون ہے۔" یعنی جو خون رسالت کا ہے وہی خون امامت کا۔

ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ انسان کے جسم میں جو خون ہے وہ کیٹیگری کے لحاظ سے ہے۔ اس کے مختلف گروپس ہیں۔ اگر کسی مریض کو خون دینے کی ضرورت ہو تو اس کو اسی قسم یعنی گروپ کا خون دیا جانا مناسب ہے جس قسم کا خون مریض کے اندر موجود ہے۔ ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ دین اسلام اور رسالتؐ اب تک قائم ہے تو صرف اس لئے کہ اس کی بقا کیلئے اسے علیؑ اور اولاد علیؑ نے ہر دم اپنا خون پیش کیا ہے۔ اسی موقع کے لئے شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے؟
اک ضرب ید اللہی، یک سجدۂ شبیری

بدن کا کل نظام خون کے تابع ہے۔ جسم میں جہاں کہیں تکلیف واقع ہوتی ہے، قوت مدبرہ فوراً ہی اس مقام پر خون کو امداد کے لئے بھیجتی ہے۔ جیسے علیؑ نے ہر مقام پر پہونچ کر محمد مصطفےٰؐ کی مدد فرمائی۔

روح : جسم انسانی میں روح ہے۔ نبیؐ آخر نے ارشاد فرمایا "علی تمہاری روح میری روح ہے۔"

نفس : جسم انسانی میں نفس ہے۔ ارشاد نبی اکرمؐ کی روشنی میں "علی نفس اللہ بھی ہے اور نفس رسول بھی ہے۔"

حضرتِ علیؑ کی معجزنمائی

مادی دنیا روحانی طاقتوں کا انکار کرتی ہے تو کرے۔ ایٹمی دور کا انسان خدا کے برگزیدوں کے اعجاز کرامات سے منکر ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ مگر وہ خالق ارض وسما جس نے اپنے معصوم دوستوں کے نظاروں کے لئے کائنات کا ایک ایک ذرہ پیدا کیا۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے محبوبوں کے معجزات دکھا کر یہ اعلان فرماتا رہتا ہے کہ دنیا مٹ سکتی ہے۔ ارض وسما فنا ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کا اٹل قانون نہیں مٹ سکتا اور وہ قانون یہی ہے کہ

ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یہ لوگ ذرات مقدسہ ہیں۔ زندگی اور موت میں برابر ہیں۔ ان کی موت کے بعد بھی ان سے حیات کی طرح عجیب وغریب معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ عالم الغیب ہیں اور مشرق ومغرب میں ہونے والے حوادث سے باخبر ہیں۔

حضرت علی مظہر العجائب ہیں اور مظہر صفات خداوندی ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور رسول اکرمؐ کی تعلیم اور رہنمائی کی وجہ سے آپ کے اندر اتنے صفات پیدا ہو گئے تھے کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے۔ حیدر کرارؑ مشکل کشا کی سیرت وکردار، فضائل وشمائل معجزات و کرامات کو اٹھانے، چھپانے اور جھٹلانے کی ناپاک سعی ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے مگر ضرغام حق ضیغم الٰہی اسد اللہ الغالب دنیا کے ہر دور میں مظہر العجائب ہی رہے ہیں۔ چند معجزات جناب امیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ان معجزات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے مولا نے کہاں کہاں اور کس کس کی کس کس حالت میں مدد فرمائی ہے۔

پہلا واقعہ: سندھ کے علاقہ دادو میں قصبہ میہنگ واقع ہے جو جھان گارا سے ۱۲ میل اور سہون شریف سے تقریباً ۳۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس علاقہ تک کوئی پکی سڑک نہیں ہے۔ سارا علاقہ تقریباً کوہستانی ہے۔ مسافر، مسافرت پیدل یا اونٹ کے ذریعہ طے

کرتے ہیں۔

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے واعظ مولانا سید محمد عارف صاحب قبلہ نے مارچ ۱۹۳۲ء
میں اپنے تبلیغی دورہ کے دوران بچشم خود اس قصبہ کے حالات حسب ذیل الفاظ میں تحریر کئے
ہیں۔ جس کو علامہ آغا مہدی صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب "لال شہباز قلندر" کے اندر درج
کیا ہے۔ قصبہ مٹینگ کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی زمانہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام یہاں
خود تشریف لائے تھے۔ ایک کافر سنگ نامی ظالم و جابر حکمراں تھا۔ اس کی زمین میں ایک کنواں تھا
جس سے وہ اپنی زمینوں کی کاشت کرتا تھا۔ اس کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے جو ڈول تھا اس
کو ۱۰۰ آدمی مل کر کھینچتے تھے۔ کوئی آدمی ذرا سی بھی اپنے کام میں غفلت کرتا تھا تو اس کو یہ بڑی
بے رحمی سے مارتا تھا۔ مظلوموں کی فریاد سن کر جناب امیرؑ خود تشریف لائے اور تن تنہا ۱۰۰
آدمیوں کا جو کام تھا وہ کیا۔ اس ظالم کو تنبیہ کی اور صدائے تکبیر بلند کی۔ آپ کی آواز کے ساتھ ہی
وہ کافر مکان میں دب کر ہلاک ہو گیا اور کنوئیں کا پانی کنارے تک آگیا۔ اب تک یہ کنواں باقی
ہے۔ اس کنوئیں میں خاص بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کنارے پر کھڑا ہو کر علیؑ علیؑ کی صدا بلند
کرتا ہے تو پانی جوش مارنے لگتا ہے۔ مولانا سید محمد عارف صاحب کہتے ہیں کہ میں چند مقامی
حضرات کو جمع کر کے اس مقام پر پہنچا اور کنارے کھڑے ہو کر علیؑ علیؑ کی صدائیں بلند کیں
تو پانی میں تموج پیدا ہو گیا اور جب ہم خاموش ہو گئے تو پانی اپنی جگہ تھم گیا۔ یہ پانی جاڑے
میں اتنا گرم رہتا ہے کہ جیسے نہانے کے لئے پانی درکار ہوتا ہے اور گرمیوں میں سرد رہتا
ہے۔ یہ پانی ہمیشہ ایک حال میں رہتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔ یہ جگہ علیؑ باغ کے نام سے
مشہور ہے۔

(الواعظ۔ ۲۴ رمئی ۱۹۳۳ء نمبر ۷ جلد ۱۲)

اس مقام کے متعلق سید غیور حسین نقوی صاحب ساکن قلعہ جینبر حسن کالونی کراچی
نے چشم دید گواہی دی ہے اور اقراری ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس مقام کو دیکھا
ہے۔ عوامی حکومت سے درخواست ہے کہ اس مقام پر پہنچنے کے لئے پکی سڑک کا بندوبست
کیا جائے تاکہ عوام آسانی کے ساتھ اس مقام مقدس کی زیارت کر سکیں۔

دوسرا واقعہ: یہ واقعہ نجف اشرف میں بہت مشہور ہے جس کو نجف کا بچہ بچہ جانتا
ہے۔ علامہ جلیل شیخ جعفر بن محمد نجفی الانوار العلویہ ص ۳۰۶ طبع
نجف اشرف میں رقمطراز ہیں کہ یہ واقعہ ان سے علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا جس کا

ماحصل یہ ہے کہ ایک دفعہ سعودیوں نے نجف اشرف پر حملہ کیا اور اہل نجف تین دن دیوار شہر میں محصور رہے۔ تیسرے روز ایک شہسوار ظاہر ہوا جو کہ بہترین گھوڑے پر سوار تھا تلوار میان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ نورانی چہرہ نقاب کے بادل میں پنہاں تھا جس کے نور کی شعاعیں آسمان کی جانب اٹھ کر فضا کو منور کر رہی تھیں۔ پس انہوں نے سعودیوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور سوائے ایک کے سب کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا اور اس ایک سے کہا کہ تم جاؤ اور اہل شہر کو بتلا دو۔ چنانچہ وہ شخص شہر میں آیا اور لوگوں سے کہا۔

اے لوگو! ہماری ساری فوج کو علیؑ ابن ابی طالبؑ نے قتل کر دیا۔ صرف مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جا کر تم اہل شہر کو بتا دو۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ اس پر اس شخص نے جواب دیا مجھ سے حضرت علیؑ نے خود کہا۔

بعض ضعیف العقیدہ لوگوں نے نہ مانا۔ تو کسی عالم دین نے کہا جا کر دیکھو اگر لاشوں پر ایک ہی وار کا نشان ہے تو وہ علیؑ کے قتل کئے ہوئے ہیں۔ جب لوگوں نے جا کر دیکھا واقعی ہر لاش پر صرف ایک ہی وار کا نشان تھا۔ پھر اس عالم نے کہا جا کر یہ بھی دیکھو کہ ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر ہیں یا کم و بیش، اگر برابر ہوں تو یقین کر لینا کہ وہ علیؑ ہی کے مارے ہوئے ہیں۔ جب لاشوں کے ٹکڑوں کو تولا گیا تو ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر نکلے۔ پس لوگوں نے یقین کر لیا۔ ہم سے بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

(جواہر الاسرار، تصنیف سید محمد جواد ہمدانی ص ۱۴۹)

تیسرا واقعہ: آنحضرت کے پاس ایک جن بیٹھا تھا جو آپ سے احکام دین کے مسائل دریافت کر رہا تھا اتنے میں علیؑ آئے تو وہ جن گھٹ کر چڑیا کی طرح ہو گیا اور آنحضرت سے عرض کی کہ مجھ کو اس نوجوان سے پناہ دیجئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ اس نوجوان سے کیوں ڈرتے ہو؟ اس نے کہا چونکہ میں نے حضرت سلیمان پر سرکشی کی تھی اور سمندروں کی طرف بھاگ گیا تھا اس وجہ سے کوئی مجھ کو گرفتار نہ کر سکا۔ اتنے میں یہ نوجوان ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ ایک حربہ تھا اس نے مجھ کو مارا اور اب تک اس کے لگائے زخم کا نشان باقی ہے۔ (تفسیر برہان ص ۹۲ ۔ جواہر الاسرار صفحہ ۱۵۶ از سید محمد جواد ہمدانی)

چوتھا واقعہ: کلکتہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء۔ راجپوتانہ سے یہ حیرت ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ وہاں کے ایک جنگل میں دو اشخاص کو ایک شیر نے گ... لیا

تھا۔ قریب تھا کہ شیر جھپٹ کر ان کو پھاڑ ڈالے مگر ان دونوں آدمیوں نے زور سے علیؑ علیؑ پکارنا شروع کر دیا۔ پیشتر اس کے کہ شیر ان پر حملہ کرے انھوں نے معمولی سے ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر علیؑ کا پرزور نعرہ لگا کر شیر پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈنڈوں سے مارتے ہوئے دور تک لے گئے اور اس وقت چھوڑا جب یہ شیر ہلاک ہو گیا۔ راجپوتانہ میں ان کے اس تعجب انگیز کارنامہ کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ وہاں سب لوگ یہی خیال کر رہے ہیں کہ ان اشخاص نے علیؑ کے نام سے کامیابی حاصل کی ہے۔ علیؑ ہی نے ان کو نجات دی ہے اور اسی نام کی برکت سے وہ موت کے چنگل سے بچ نکلے ہیں۔ لوگ دور دور سے ان آدمیوں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں

(ڈیلی ہیرالڈ۔ کلکتہ۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۲، کالم ۴۔ حاصل شدہ علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا ص۱۰۱)

علامہ مجلسی بحار الانوار۔ جلد ۹ صفحہ ۲۸۵ میں روایت کرتے ہیں کہ

پانچواں واقعہ: نساج راوی ہے کہ اس کے پڑوس میں ایک نیک سیرت اور عبادت گزار شخص رہتا تھا۔ ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گیا تو یہ شخص کپڑے اتار کر جمعہ کا غسل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ایک بالشت سے زیادہ زخم دیکھا جس سے پیپ بہہ رہی تھی۔ اس نے مجھ کو کہا ذرا غسل میں میری مدد کرو۔ میں نے کہا نہیں جب تک تم مجھ کو اس زخم کی حقیقت سے آگاہ نہ کرو تب تک میں تمہاری مدد نہیں کرونگا۔ چنانچہ اس نے وعدہ لیا اور کہا میری زندگی میں تم کسی کو اس بات سے مطلع نہ کرنا۔

چنانچہ وہ غسل سے فارغ ہوا اور قریب میرے بیٹھ کر مجھ کو اپنا قصہ بیان کرنے لگا۔ کہا سنو بات ہے کہ ہم دس دوست تھے اور ہمارا مسکن کوفہ تھا۔ مسافروں کو لوٹنا اور نقب زنی ہمارا مرغوب پیشہ تھا۔ رات کو ایک ایک دوست ہم سب کے لئے خورد نوش کا انتظام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم کھا پی کر ادھر ادھر کھسک گئے اور میں گھر آ کر سو گیا۔ کافی دیر کے بعد میری بیوی نے مجھے جگا کر کہا کہ کل کھانا پکانے کی باری تمہاری ہے گھر میں ایک دانہ تک نہیں آج جمعہ کی رات ہے لوگ زیارت کے لئے نجف جا رہے ہیں جا کر نقب زنی کرو اچھا موقعہ ہے۔ میں اٹھا تلوار لی اور کوفہ سے باہر نجف کے راستہ پر ایک خندق میں چھپ گیا۔ اندھیری رات تھی۔ آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ بجلی چمکی تو مجھ کو دور سے دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے جب وہ قریب آئے تو پھر بجلی کوندی اور میں تلوار لیکر باہر نکلا۔ دیکھا تو عورتیں ہیں ایک بوڑھی دوسری جوان۔ میں نے ان کا راستہ روک لیا اور زیور اتارنے پر مجبور کیا

دونوں نے خاموشی سے زیور اتار دیئے۔ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا اور مجھ کو برائی پر مجبور کیا اور میں نے اس جوان عورت سے بدی کا اظہار کیا۔ بوڑھی عورت کہنے لگی۔ اے بندۂ خدا! ہمارے کپڑے اور زیور لے لے اور ہم کو جانے دے یہ یتیم بچی ہے اور کل اس کی شادی ہونے والی ہے۔ اس کی قوم کو رسوا نہ کر میں نے اس کو ڈانٹا اور ایک طرف کو ڈھکیل دیا اور لڑکی کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا لڑکی نے چلانا شروع کر دیا۔ المستغاث بک اللہ و یا علیؑ۔ جیسے ہی اس نے یا الہٰی مدد، یا علی مدد کہا اچانک ایک سوار ظاہر ہوا جس کا لباس سفید تھا اور بدن سے خوشبو پھوٹ رہی تھی اور مجھ سے کہا اس کو چھوڑ دے میں نے کہا جا جا شکر کر میں تجھ کو چھوڑ رہا ہوں ورنہ تو بھی بچ کر نہ جاتا میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک مجھ کو دے ماری اور میں غش کھا کر گر پڑا۔ نہ معلوم میں کب تک پڑا رہا البتہ نیم بے ہوشی میں اتنا سنائی دیا کہ اس نے عورتوں سے کہا کپڑے پہنو اور زیور لے کر واپس چلی جاؤ۔ بوڑھی عورت نے کہا آپ کون ہیں؟ خدا آپ پر رحم کرے ذرا ہم کو نجف پہنچاتے جایئے۔ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

”میں علی ابن ابی طالب ہوں تم واپس چلی جاؤ میں نے تمہاری زیارت قبول کر لی۔“

نوروز عالم افروز

یوم تاجپوشی جناب امیر علیہ السلام
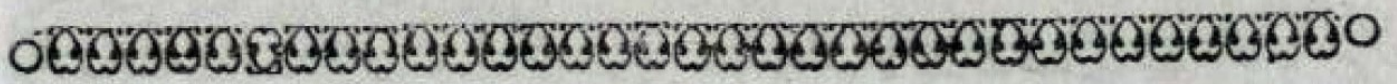
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

عام خیال کیا جاتا ہے کہ نوروز کی عید منانا مجوسی یا صیہونی سنت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو نوروز مناکر مجوسی یا صیہونی سنت کا احیاء زیبا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نوروز کی اہمیت ان لوگوں میں زیادہ ہے۔ اور یہ لوگ نوروز کو غلط یا صحیح شایان شان طریقے سے مناتے ہیں۔ خصوصاً مجوسیوں میں اس دن کی عظمت نہایت مسلم اور ناقابل فراموش حقیقت ہے۔

لیکن تاریخ کے سندی محققین بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے، کہ مجوسیوں میں اس دن کی اہمیت اور عظمت کا پس منظر صرف اور صرف اس دن کو شمسی سال کی ابتدا ہوتی ہے سورج اپنے ماہانہ بروج کے چکر سے فارغ ہوکر اس دن نئے سال کی بنیاد رکھتا ہے، اور زندگی اپنی دوڑ میں ایک برس اور آگے بڑھ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں مجوسیوں کے پاس کوئی مذہبی عظمت و حرمت کی سند ہے، نہ اہل اسلام مورخین کے پاس کوئی دوسری بات جہاں تک ابتدائے سال ہونے کا تعلق ہے اور مجوسی تقویم کا واسطہ ہے تو یہ واضح سی بات ہے کہ وہ لوگ اپنی اس تقویم اور سال نو کا استقبال کرنے میں حق بجانب ہیں، جس طرح دیگر اقوام عالم اپنے مراسم میں آزاد ہیں۔ اسی طرح مجوسی بھی پابند نہیں کئے جاسکتے۔

رہا یہ سوال کہ نوروز اور اہل اسلام کا باہمی کیا ربط ہے تو یہ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور سمجھنے والی بات ہے۔ کیونکہ یوم اوّل سے اسلام نے کسی قدم پر کہیں تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کیا

بلکہ اہل اسلام کو الحکمۃ ضالۃ المومن "دانائی مومن ہی کا گمشدہ سرمایہ ہے" کا سنہری درس دیا ہے۔ اہل اسلام کے لئے کسی ایسی ایک مثال کا تلاش کر لینا ممکن ہے جس میں اسلام نے کسی خوبی کو صرف اس جرم میں ٹھکرا دیا ہو کہ یہ فلاں قوم کی نسبت یا طریقہ ہے۔

اسلام کی عملی اور فکری جدوجہد کا مرکزی نقطہ برائیوں اور غلط قسم کے مراسم کا قلع قمع کرنا رہا ہے۔ اور رہے گا۔ انشاء اللہ اسلام کے اس بنیادی اصول کے مطابق اگر ہم کسی اچھائی کو صرف اس لئے ترک کر دیں کہ وہ فلاں قوم کا طریقہ ہے تو یہ ہماری اسلام دوستی نہیں بلکہ اسلام دشمنی ہو گی۔ اور کوئی مسلمان یہ عہدہ لینے کو تیار نہ ہو گا۔

ان حقائق کے پیش نظر اب میں بتلانے لگا ہوں کہ ہم شیعیان آل محمد عظمت نوروز کے کیوں قائل ہیں اور اس دن کو کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں۔

ہمارا مذہبی سرمایہ ایک کھلی کتاب ہے ہم ہر اس روایت کو قبول کرتے ہیں۔ جو بعد از رسول ؐ علی ؑ اور ان کی مخصوص اولاد کی وساطت سے آنحضورؐ تک پہنچے، اصول روایت کے مطابق ان آئمہ اہلبیت ؑ سے منسوب ہونے والی ہر روایت کے متعلق ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ سند حتماً آنحضورؐ سے وابستہ ہے۔ ان حضرات کے علاوہ کوئی کتنا مقدس و محترم کیوں نہ ہو ہمارے لئے قابل قبول نہیں، خواہ زندگی کا فکری دنیاوی پہلو ہو یا عملی و روحانی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں معیار امامت دیگر اقوام عالم کی نسبت معیار نبوت کی طرح بہت ارفع و اعلیٰ ہے جس طرح ہم رسول مقبول ؐ کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے عقیدہ کے مطابق آپکی مسند نیابت پر بیٹھنے والا بھی معصوم ہی ہو سکتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ جن افراد کو ہم امام مانتے ہیں مسلمانوں کی کوئی تاریخ ان حضرات کی زندگی میں آج تک کوئی نقص نہیں نکال سکتی۔ جبکہ دیگر نائبین رسولؐ کی تاریخ بھی ان کے ماننے والوں کے سامنے ہے۔ ہمیں اپنوں کو ماننے پر ہماری اپنی تاریخ بھی اور نہ ماننے والوں کی تاریخ بھی مجبور کرتی ہے۔ جبکہ دوسروں کو نہ ماننے پر خود انہی کی تاریخ ہمیں انہیں چھوڑنے پر مجبور کرتی ہے۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ فرق اسلام کے اصول دفتر میں کوئی ایک ایسی حدیث نہیں ملتی جسے اولاد رسولؐ سے نقل کیا گیا ہو۔ تو ہمیں عصر حاضر کے سیاسی نشیب و فراز اس نتیجہ پر پہنچاتے

ہیں کہ ان پاک ائمہ کو پاک کہنے والے ان کے اقوال سے فرار صرف اور صرف کسی سیاسی منصوبہ بندی اور فرقہ ورانہ تعصب ہی کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

بہر نوع میں جو کچھ ہمارے پاک آئمہ نے اہمیت نوروز کے متعلق بتلایا ہے، آج تفصیل سے آپ کے سامنے رکھنے لگا ہوں تاکہ مسلمانان عالم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ نوروز کی اہمیت مجوسیوں کے نزدیک صرف سال نو کی ابتداء ہے۔ اور ہمارے ہاں اس کی عظمت کے بیسیوں اسباب ہیں۔ مختلف ائمہ نے مختلف اوقات میں عظمت نوروز پر حسب ذیل روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ یوم میثاق: اسی دن اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کا اقرار لیا گیا تھا۔

۲۔ یوم آبادی زمین: اسی دن اس معمورہ ہستی کو انسانی خلافت کے پہلے معصوم قدم سے نوازا گیا۔

۳۔ یوم طلوع آفتاب: یہی وہ دن تھا جب آفتاب جہاں تاب نے صفحۂ ہستی کو اپنی روپہلی کرنوں سے ضیا بار کیا تھا۔

۴۔ یوم ابتدائے ہوا: یہی وہ دن ہے۔ جس میں زندگی کے اہم عنصر ہوا کو وجود دیکر صفحۂ ہستی کے اطراف و نواح میں پھیلایا گیا۔

۵۔ یوم نجات خلیل: یہی وہ دن ہے جس میں آتش نمرود کے بھڑکتے شعلوں نے خلیل خدا کو اپنی آغوش میں لے کر تاریخی گلکاری کی تھی۔

۶۔ یوم نجات کشتی: یہی وہ دن ہے جس میں حضرت نوح کی طوفانی زدہ کشتی موجوں کے تلاطم میں ہولناک تھپیڑے کھاتی ہوئی کوہ جودی کے ساحل سے آلگی تھی۔

۷۔ یوم رد خاتم سلیمان: اسی دن سلطان روئے زمین حضرت سلیمانؑ کی گمشدہ انمول انگشتری آپ کو واپس مل گئی تھی۔

۸۔ یوم حیات قوم نبی: اسی دن تیسرے پارہ میں ذکر کئے جانے والے نبی کی وہ قوم زندہ ہوئی تھی جو ایک مرتبہ موت کی تلخیاں دیکھ چکی تھی اور جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔

۹۔ یوم بعثت: اسی دن آنحضورؐ نے قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا کا پہلا تاریخی اعلان کیا تھا۔

۱۰۔ فتح برام: یہی وہ دن ہے جس میں مولائے کائنات امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بحکم سلطان عالم قوم جن سے جہاد کیا اور فتح و ظفر نے قدم چومے

۱۱۔ **یوم کسر اصنام**:۔ یہی وہ دن ہے جس میں مولود کعبہ نے عالم اسلام کے قبلہ کو مہر نبوت پر سوار ہو کر بتوں سے پاک کیا۔

۱۲۔ **یوم غدیر**:۔ یہی وہ دن ہے جس میں تاجدار امت نے حجۃ الوداع سے واپسی پر ہزاروں کے مجمع میں، خلافت علی بن ابی طالب کا اعلان فرمایا تھا۔

۱۳۔ **یوم خلافت ظاہریہ**، یہی دن ہی تو تھا جس میں جمہوری حکومت کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی تھی اور چاروناچار مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

۱۴۔ **یوم فتح نہروان**: یہی وہ دن ہے جس میں وارث مسند نبوت نے جنگ نہروان فتح کی تھی۔

۱۵۔ **یوم ظہور قائم**:۔ یہی وہ دن ہے جس میں محرومہ میراث اور مظلومہ امت ام الحسنین کا گیارہواں لال قصر ظلم و جور کی بنیادیں اکھڑنے کی خاطر پردۂ غیب سے باہر آئے گا۔

۱۶۔ **یوم موت دجال**:۔ یہی وہ دن ہے جس میں دجال امام منتظر کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچیگا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا

(۱) یہ انسان کتنا عجیب ہے جو چربی سے دیکھتا ہے۔ گوشت کے ٹکڑے سے باتیں کرتا ہے، ہڈی سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

(۲) جب دنیا کسی طرف رُخ کرتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں اُسے اُدھار دے دیتی ہے اور جب اُس سے پیٹھ پھیرتی ہے تو اُس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

(۳) جس کی رفتار کو عمل نے سست کر دیا ہو، نسب اُس کی رفتار کو تیز نہیں کر سکتا۔

(۴) اے ابنِ آدم! جب تو دیکھے کہ تیرا پاک پروردگار تجھے پے درپے نعمتیں عطا کیے جارہا ہے حالانکہ تو اُس کی نافرمانی کر رہا ہے تو (اُس کی گرفت سے) ہوشیار رہو جا۔

(۵) آپؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:- "ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ (یعنی) صبر، یقین، عدل اور جہاد پر۔ ان میں سے صبر کے چار شعبے ہیں۔ شوق، خوف، زہد اور ترقب۔ چنانچہ جو جنت کا مشتاق ہوگا وہ نفسانی خواہشات کو بھول جائے گا، اور جسے دوزخ کی آگ کا خوف ہوگا وہ محرّمات سے بچا رہے گا، اور جو دنیا سے بے رغبتی (زہد) اختیار کرتا ہے، وہ مصیبتوں کو آسانی سے برداشت کر جاتا ہے۔ اور جو موت کا منتظر رہتا ہے وہ کارہائے خیر کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے۔

(نہج البلاغہ)

علامہ اقبال حضرت علی علیہ السلام
کے حضور میں

اردو فارسی ادب کی تاریخ میں علامہ اقبال (مرحوم) کی شخصیت ایک ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا مجموعۂ کلام آج بھی دنیائے ادب میں لافانی اہمیت کا حامل ہے آپ کو ائمہ معصومین علیہ السلام سے بہت عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے کلام بلاغت نظام کے ذریعہ جگہ جگہ دنیا والوں کو ان عظیم الشان شخصیتوں کی زندگی سے درس اور سبق کا راستہ دکھایا ہے آپ عاشقان حضرت علی علیہ السلام تھے۔

علامہ اقبال کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام مذہب عشق کے رکن اعظم ہیں۔ اور ان کا سینہ اسرار الہیٰ کا محفوظ خزینہ ہے۔ درحقیقت ڈاکٹر صاحب حضرت علی علیہ السلام کے عشق خدا اور رسول اور خدمات اسلامی کی بنا پر اس قدر معتقد صادق ہیں کہ راہ ہدایت کے ذرائع میں انہیں آنحضور صلعم اور ان کی ذات ستودہ صفات کے علاوہ کوئی تیسرا دکھائی ہی نہیں دیتا آپ کو محبت تمام اصحاب رسول صلعم سے ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام سے خصوصی محبت تو آنحضور صلعم کی محبت کے ساتھ عشق کی معراج پر پہنچ گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جاگزیں تھی چنانچہ اسی محبت کے فیض کی بدولت آپ نے اپنے فقر [illegible] پرواہ نہ کی اور خشک نان جویں پر زندگی گزارتے ہوئے تمام غزوات میں اپنے خدا [illegible] یافتہ طاقت ور ہاتھ میں ذوالفقار سنبھالے دین حق کے اثبات اور دین باطل کے ابطال میں مصروف رہے لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ دنیا میں جو کی روٹی کھاتے ہوئے اپنے فقر کا خیال نہ کرے اور مالک حقیقی سے محبت کا رشتہ جوڑ کر اثبات حق کے لئے کوشاں رہے۔

آپ بھی علامہ موصوف کے کلام سے باخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے جگہ جگہ اشعار کے لئے حیدری نعرہ لگاتے ہوئے عالم انسانیت کو کیا کیا درس دیا ہے۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر   حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے   اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق   کبھی سوز و سرود و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر   کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

مسلم اول شہ مرداں علی   عشق را سرمایۂ ایماں علی

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر   معنیِ ذبحِ عظیم آمد پسر

جہاں سے ملتی تھی اقبال روحِ قنبر کو   ہمیں بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے
ہمیشہ وردِ زباں ہے علی کا نام اقبال   کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس نگینے سے

یہ پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال   یہ گنہگار بوترابی ہے

فیض اقبال ہے اسی در کا   بندہ شاہ لافتیٰ ہوں میں

نجف میرا مدینہ ہے، مدینہ ہے مرا کعبہ   میں بندہ اور کا ہوں امت شاہِ ولایت ہوں[5]

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ   ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

ہر کہ دانائے رموزِ زندگیست   سرِ اسمائے علی داند کہ چیست

مرسلِ حق کرد نامش بوتراب   حق یداللہ خواند در ام الکتاب

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب   باز گرداند ز مغرب آفتاب

یہ ہے اقبال فیضِ ذکرِ نامِ مرتضیٰ جس سے — نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر — مرگِ پورِ مرتضیٰ چیزے دگر

مرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی — ترے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک

شیرِ حق ایں خاک را تسخیر کرد — ایں گلِ تاریک را اکسیر کرد

مرتضیٰ کز تیغِ او حق روشن است — بوتراب از فتحِ اقلیمِ تن است

می شناسی معنیٔ کرار چیست — ایں مقامی از مقاماتِ علی است

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ — سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی — نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسد اللّٰہی — وہی مرحبی وہی عنتری

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے — وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

ذاتِ او دروازۂ شہرِ علوم — زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم

از خود آگاہی یداللّٰہی کند — از یداللّٰہی شہنشاہی کند

تنِ خاکی کے خیبر کو کیا اکسیر حیدر نے — اسی بے نور مٹی کو کیا اکسیر حیدر نے

پیش او نہ آسماں نہ خیبر است | ضربت او از مقام حیدر است

ہزار خیبر و صد گونہ اژدر است اینجا | نہ ہر کہ نان جویں خورد حیدری داند

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی | رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھکو
نفس سے جسکے کھلی میرے آرزو کی کلی | بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھکو

نعرۂ حیدر نوائے بوذر است | گرچہ از حلق بلال و قنبر است

ہے اسکی طبیعت میں تشیع بھی ذراسا | تفضیل علی ہم نے سنی اسکی زبانی

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر | کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہلبیت | ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامن حیدر مجھے

ہوں مرید خاندان خفتہ خاک نجف | موج دریا آپ لیجائیگی ساحل پر مجھے

زیر پاش اینجا شکوہ خیبر است | دست او اونجا قسیم کوثر است

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری | مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دین او، آئین سوداگری است | عنتری اندر لباس حیدری است

کور را بیندہ از دیدار کن | بولہب را حیدر کرار کن

حکم حق را در جہاں جاری نہ کرد | نانے از جو خورد و کراری نکرد

باد طن بپیوست واز خود در گزشت ۔۔۔ دل بہ رستم داد واز حیدر گزشت

امیر قافلہ سخت کوش و پیہم کوش ۔۔۔ کہ در قبیلۂ ما حیدری ز کراری است

گہے باحق درآمیز و گہے باحق درآویزد ۔۔۔ زمانے حیدری کردہ زمانے خیبری کردہ

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن ۔۔۔ اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے

یا عقل کی روباہی یا عشق ید اللٰہی ۔۔۔ یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ

جمال عشق و مستی نے نوازی ۔۔۔ جلال عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرف حیدر ۔۔۔ زوال عشق و مستی حرف رازی

امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل ۔۔۔ نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی ۔۔۔ کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری

مقصد محکم نجمی پہ کھلی ان کی زباں ۔۔۔ یہ تو اک راہ سے تجھ کو بھی برا کہتے ہیں

سینۂ پاک علی جن کا امانت دار تھا ۔۔۔ اے شہ ذی جاہ تو واقف ہے ان اسرار سے

کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبال ۔۔۔ مرید پیر نجف ہے غلام ہے تیرا

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی ۔۔۔ بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللٰہی

فالنامہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

یہ فالنامہ حضرت علی علیہ السلام سے منسوب ہے۔ فال دیکھنے والے کو چاہیے کہ باوضو ہو کر سورہ فاتحہ، اخلاص اور درود شریف پڑھ کر حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پر فتوح کو پہنچا دے اور مندرجہ ذیل نقشہ میں کسی ایک خانہ پر انگلی رکھے اور نیچے اس کا حال معلوم کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام	حضرت شیث علیہ السلام	حضرت ادریس علیہ السلام
حضرت صالح علیہ السلام	حضرت ابراہیم علیہ السلام	حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام
حضرت یعقوب علیہ السلام	حضرت یوسف علیہ السلام	حضرت شعیب علیہ السلام
حضرت ایوب علیہ السلام	حضرت خضر علیہ السلام	حضرت داؤد علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام - اے صاحب فال جو نیت تیرے دل میں ہے اس سے خوشی حاصل ہوگی مراد دنی برآدیگی الزام سے بری ہوگا۔ محبوس رہائی پائے گا۔ درجات میں ترقی ہوگی۔ بشرطیکہ پرہیزگاری اختیار کرے کہ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت شیث علیہ السلام اے صاحب فال جان کہ تیری فال حضرت شیث علیہ السلام کے نام پر آئی ہے۔ خصومت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ سفر اچھا نہیں چند یوم صبر کر۔ مقصود بے جستجو حاصل نہیں ہوگا۔ چاندی اور صدقہ دے تاکہ مشکل حل ہو۔

حضرت ادریس علیہ السلام جو نیت تم نے کی ہے اس سے فائدہ حاصل ہوگا خوشی حاصل ہوگی۔ سفر کرنا مفید ہے۔ تجارت سے فائدہ ہوگا۔ سفر میں جانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر۔ اسی میں بہتری ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام تیرا مقصود چند یوم تک حاصل ہوگا فی الحال صبر کر۔ شب جمعہ کو فقیر کو باؤ بھر آٹا دیوے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تیری نیت برآئے گی، مراد حاصل ہوگی۔ سفر و تجارت میں فائدہ ہوگا۔ عبادت خدا میں مشغول ہو تاکہ مدعا جلد حاصل ہو۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام صبر سے کام لے کہ اسی میں فائدہ ہے۔ چند یوم کے بعد مدّعا حاصل ہوگا ایک مرغ یک رنگ دو شنبہ کو اپنے پر تصدق کر تاکہ مشکل حل ہووے۔

حضرت یعقوب علیہ السّلام جو نیت تیرے دل میں ہے تھوڑے عرصے تک بر آئے گی۔ انجام بخیر ہوگا۔ معشوق تجھے کچھ عرصے بعد ملے گا۔ صدقہ تیل ماش کا دے۔

حضرت یوسف علیہ السّلام مراد بر آئے گی، کوشش جاری رکھ تاکہ مقصود حاصل ہونے میں آسانی ہو نماز میں تاخیر نہ کر یہ وجہ رکاوٹ ہے

حضرت شعیب علیہ السّلام جو نیت دل میں ہے اس سے باز رہ۔ آخر نتیجہ پشیمانی ہے۔ جس کے ساتھ دوستی کرتا ہے وہ دشمن ہو جاتا ہے تین یوم تک زبان کو روک تاکہ تیری دستگیری کا باعث ہو۔ توکل خدا پر رکھ۔ اگر کوئی بیمار ہے تو اُسے بہت خطرہ ہے حسب مقدور صدقہ دے تاکہ شفا پائے۔

حضرت ایوب علیہ السّلام مرادِ دلی حاصل ہوگی۔ انجام نیک ہوگا۔ نماز میں سستی نہ کر۔

حضرت خضر علیہ السّلام تیری فال ستارہ عطارد سے تعلق رکھتی ہے۔ سخاوت کا ہاتھ کشادہ کر۔ فکر نہ کر کہ اب نحوست دور ہونے والی ہے۔ اگر غائب ۲۵ یوم میں نہ آیا واپس ہو آنا کچھ دشوار ہے۔ سفر و نکاح کرنا فی الحال نیک نہیں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السّلام جس کام کی طلب ہے اس کے درپے ہو مبارک ہوگا بادشاہ اور بزرگ تجھ پر مہربان ہونگے۔ بیمار شفا پائے گا۔ سفر اور تجارت سے فائدہ کلّی ہوگا۔ غائب مل جائے گا۔ گم شدہ چیز مل جائیگی

حضرت سلیمان علیہ السّلام جلد مراد حاصل ہوگی۔ فائدہ حاصل ہوگا۔ پنجشنبہ کو شیرینی سوا گز کپڑا بزرنگ سبز ایک انگشتری چاندی کی تھال میں رکھ کر علی الصبح جو فقیر آوے اس کو بیٹھ۔ بھر کر کھانا کھلا کر یہ چیزیں اسے دے دے مراد چند روز تک حاصل ہوگی۔

حضرت عیسےٰ علیہ السّلام مراد چند یوم تک حاصل ہوگی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نہایت صاحب قسمت ہے۔ فال بہت نیک ہے۔ آسودگی جلد حاصل ہو گی، خوشی دیکھے فکر و رنج سے نجات ملے گی۔ ہر کام میں فائدہ حاصل ہو گا۔

"نادِ علی"
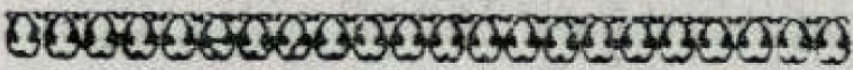
نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ
كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي بِعَلِيٍّ بِعَلِيٍّ بِعَلِيٍّ

— از افادات جناب میر محمود علی صاحب لائق مرحوم (حیدرآباد دکن)

"نادِ علی" کے خواص و عجائب و غرائب بے شمار ہیں۔ اہل معرفت نے اس کے فوائد سات سو تک تحریر کئے ہیں بعض عاملین نے اس پر مخصوص رسائل لکھے ہیں کچھ علماء کا خیال ہے کہ اس میں اسم اعظم ہے۔ جس جائز کام کے لئے بالشرائط پڑھے گا تو انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہو گی۔ لیکن اگر خلاف شرع کام کے لئے پڑھے گا تو بلاؤں میں گرفتار ہو گا۔

شرائط و ترکیب عمل عامل کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ وہ کم از کم واجبات دینی پر عمل کرنے والا اور محرمات کا تارک ہو۔ قدرت و حکمت خداوند عالم پر یقین کامل رکھتے ہوئے عمل کو اس کے شرائط و ترکیب کے ساتھ شروع کرے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہو گی۔ اگر بفرض محال کامیابی نہ ہو تو یہ یقین کرے کہ اس امر کے پورا نہ ہونے ہی میں بہتری تھی۔

اوقاتِ معینہ برائے عمل

(۱) زیادتی رزق، وسعت ہمت ظاہر و باطن کے لئے جب چاند کسی سعد برج میں ہو تو ابتدائے ماہ (یعنی پہلی سے چودھویں رات تک) میں یہ عمل شروع کیا جائے۔

(۲) محبت خلائق کے لئے جمعہ کے روز ابتدائے ماہ تا چودھویں رات تک شروع کرے۔

(۳) دشمنوں کی زبان بندی کے لئے ہفتے یا اتوار کے روز شروع کرے۔

(۴) دشمنوں کی گرفتاری اور ظالموں کی ہلاکت کے لئے منگل یا بدھ، پندرہ تاریخ سے آخر ماہ تک شروع کرے۔

(۵) دعوتِ کبیر یعنی روزانہ ۳۰۰ مرتبہ پڑھنا

(۶) دعوتِ صغیر یعنی روزانہ ۱۱۰ مرتبہ پڑھنا

(۷) عمل شروع کرنے سے پہلے "یَا اللّٰہُ صَمَدِیْ مِنْ عِنْدِکَ مَدَدِیْ وَ عَلَیْکَ مُعْتَمَدِیْ" پڑھنا۔

(۸) بعد ختم عمل پانچ مرتبہ پڑھے یَا اَبَا الْغَیْثِ اَغِثْنِیْ یَا عَلِیُّ اَدْرِکْنِیْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھنا۔

نقشِ نادِ علی

تمام بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت، جنگ میں فتح۔ دشمن پر کامیابی سحر و جادو سے حفاظت اور ہر دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہونے کے لئے یہ نقش اپنے پاس رکھے:-

نادِ	علیاً	مظہر	العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ھم
علیاً	مظہر	العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ھم	وغم
مظہر	العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ھم	وغم	سینجلی
العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ھم	وغم	سینجلی	بنبوتک
تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ھم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد
عونالک	فی النوائب	کل ھم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک
فی النوائب	کل ھم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی
کل ھم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی	یا علی

۹۔ برائے زیارت آنحضرت و آئمہ معصومین علیہم السلام بعد نافلہ نماز عشا غسل کر کے پاک اور نیا لباس پہنے خوشبو لگائے اور شروع ماہ میں (پہلی سے چودھویں شب تک) کسی شب جمعہ کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے۔

۱۰۔ برائے تحصیل علم و انشراح صدر و عطائے علم لدنی و اسرار غیب، جبکہ چاند برج جوزا یا سنبلہ میزان یا قوس یا حوت میں ہو روزانہ ۷۷ مرتبہ پڑھے یا ہر صبح ۱۴۰ مرتبہ

۱۱۔ برائے شفائے مرض لاعلاج (۱) جبکہ چاند برج جوزا یا حمل یا اسد یا میزان یا قوس یا دلو میں ہو تو ۷۰ مرتبہ آب باراں یا آب چاہ پر پڑھ کر مریض کو پلائے۔

(۲)۔ ہر روز ناد علی دس مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تمام لاعلاج امراض سے شفا ہوگی (۳) اگر بعد نماز عصر ۲۵ مرتبہ پڑھے کبھی بیمار نہ ہوگا۔

(۴)۔ بعد نماز مغرب ۲۸ مرتبہ پڑھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے

۱۲۔ لاعلاج بخار کے لئے چینی کے سفید پیالے پر مشک زعفران اور گلاب سے لکھے اور آب باران یا پاک پانی سے دھو کر پلائے۔

۱۳۔ برائے علاج ناسور، روزانہ چالیس مرتبہ پڑھ کر ناسور پر دم کرے۔

۱۴۔ سانپ اور ہر قسم کے زہر کا اثر دور کرنے کے لئے مشک و زعفران و گلاب سے کاسۂ چینی پر لکھ کر آب باراں سے دھو کر اس پر بارہ مرتبہ ناد علی پڑھ کر پلائیں یا سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں۔

۱۵۔ سحر و جادو کے اثر کا زائل ہونا، باولی (بڑے کنوئیں) کے پانی پر سات مرتبہ دم کر کے پلائیں اور اسی سے غسل کرائیں، یا ستر مرتبہ سات باولیوں کے پانی پر دم کر کے پلائیں اور اسی سے غسل کرائیں۔ یا ہر مرتبہ بعد نماز عشا ۳۲ بار پڑھیں اور اگر کسی بچے کے آسیب ہو گیا ہو تو گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس پر پھونک دیں۔

۱۶۔ نظر بد سے حفاظت کے لئے تین دن تک روزانہ بیس مرتبہ پڑھے یا قبل طلوع آفتاب تین مرتبہ پڑھے۔

۱۷۔ برائے دفع فقر و درویشی و حصول مال و دولت، صبح بیدار ہو کر بغیر کسی سے بات چیت کئے ننانوے مرتبہ پڑھے۔

۱۸۔ برائے حفاظت از ہجوم دشمنان و خطرات، پاک مٹی پر سات مرتبہ پڑھ کر ان کی طرف ہوا میں اڑا دے یا روزانہ بوقت صبح ستر مرتبہ پڑھا کرے۔

۱۹۔ برائے اطاعت دشمنان و مخالفان، ۷ دن تک روزانہ ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے یا اگر صرف ستر مرتبہ پڑھے تو دشمن کی نظر سے پوشیدہ رہے گا یا دس روز تک روزانہ ہزار مرتبہ پڑھے یا اگر روزانہ ستر مرتبہ پڑھے تو دشمنوں اور خبیثوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ یا ایک ہزار ساٹھ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے دشمن کو پلائے تو پھر وہ بدی پر قادر نہ ہو سکے گا۔ یا ۳۲ مرتبہ مٹی پر پڑھ کر دشمن پر ڈالے تو وہ دشمن مقہور و ذلیل ہو گا۔ یا صرف تین مرتبہ پڑھ کر دشمنوں میں چلا جائے ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

۲۰۔ دشمن کو دوست بنانے کے لئے، روزِ جمعہ پہلی ساعت میں ۴۷ مرتبہ پڑھ کر اس سے کلام کرے۔

۲۱۔ تہمت سے نجات اور حصول نیک نامی کے لئے ہر صبح چالیس مرتبہ پڑھے۔

۲۲۔ برائے رفع رنج و غم روزانہ ایک سو دس بار پڑھے۔

۲۳۔ سخت و دشوار کام کی انجام دہی کے لئے ایک ہزار مرتبہ پڑھے

۲۴۔ حصول دولت و حشمت و عزت ۱ ہزار مرتبہ پڑھے یا روزانہ ۱۸ مرتبہ یا دس مرتبہ یا پانچ سو مرتبہ پڑھے

۲۵۔ مقاصد میں کامیابی کے لئے چھ دن تک روزانہ سو مرتبہ یا پانچ دن تک روزانہ چار سو مرتبہ پڑھے

۲۶۔ سلاطین و حکام کے غصہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس کی غیبت میں ستر مرتبہ اور سامنے تین مرتبہ یا صرف اس کے سامنے سات مرتبہ۔

۲۷۔ سلاطین و حکام کی نظر میں عزت پانے کے لئے روزانہ سو مرتبہ۔

۲۸۔ کامیابی قاصد کے لئے اس کے کان میں صرف تین مرتبہ لیکن اس مقصد کے لئے جب قمر برج حمل، جوزا، سرطان سنبلہ میزان قوس، جدی، حوت میں ہو تو نادعلی کا ورد پہلے شروع کرے۔

۲۹۔ کسی کام میں ثابت و قائم رہنے کے لئے روزانہ دس مرتبہ پڑھے

۳۰۔ زیادتی عشق و محبت کے لئے روزانہ ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے یا جمعہ کی پہلی ساعت میں ۷۴ مرتبہ یا ساتو مرتبہ پڑھ کر پاک مٹی پر دم کرے۔ اور جس شخص کو دوست بنانا چاہتا ہو اس کے نام سے پانی میں ڈالے وہ دوست

ہو جائے گا۔ یا انگور کشمش پر سات سو مرتبہ پڑھ کر کسی کو کھلائے وہ اس کی محبت میں دیوانہ و پاگل ہو جائے گا۔ یا پان پر سات مرتبہ پڑھ کر کھلائے یا اگر زوجہ پہلی تاریخ جمعہ کے روز ۲۴ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور شوہر سے بات کرے تو وہ محبت سے بے قرار ہو گا۔ یا جمعہ کی پہلی ساعت میں ستر مرتبہ خوشبو پر پڑھ کر اپنے محبوب کو دے وہ اس خوشبو کو استعمال کرے تو وہ اس کی محبت میں بے قرار ہو گا۔ یا اگر کوئی شخص کسی دوست کو حاضر کرنا چاہتا ہو تو اس کے اور اس کی ماں کے نام کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھے فوراً حاضر ہو گا۔

۳۱۔ دشمنوں کی ہلاکت و بربادی کے لئے روزانہ بیس مرتبہ پڑھے

۳۲۔ دو غیر مسلم افراد میں دشمنی کے لئے دس روز تک روزانہ پانچ مرتبہ یا آٹھ روز تک روزانہ بیس مرتبہ یا چولہے کی مٹی پر اکتالیس مرتبہ پڑھ کر ان پر ڈالے آپس سے جدا ہوں گے۔

۳۳۔ مخالفوں کی زبان بندی کے لئے روزانہ دس مرتبہ دس دن تک پڑھے

۳۴۔ منافقوں اور ظالموں کی ذلت وخواری کے لئے روزانہ صبح ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے

۳۵۔ مخالفین کا خوف وہراس دل سے دور کرنے کے لئے روزانہ ۵۰ مرتبہ پڑھے

۳۶۔ غیر مسلم دشمن کی ہلاکت یا بیمار کرنے کے لئے کھڑے ہو کر خط کھینچے اور اس خط پر ایک سو مرتبہ اس دشمن کے نام سے پڑھے یا سات روز روزانہ ستر مرتبہ

۳۷۔ دشمنوں کے مجمع کی پریشانی کے لئے تین روز تک روزانہ ۲۵ مرتبہ پڑھے

۳۸۔ دشمن کے مقہور ہونے کے لئے پانچ روز تک روزانہ ایک سو مرتبہ پڑھے

۳۹۔ دشمن کی ذلت کے لئے روزانہ سو مرتبہ چھ دن تک پڑھے

۴۰۔ طلب دولت واقبال و دفع دشمن کے لئے روزانہ پانچ سو مرتبہ یا دفع شر دشمن کے لئے روزانہ ستر مرتبہ دس دن تک پڑھے

۴۱۔ قتل دشمن کے لئے ایک ہفتہ تک ستر مرتبہ روزانہ پڑھے

۴۲۔ دشمنوں کی خرابی کے لئے روزانہ سو مرتبہ ۳۰ دن تک یا روزانہ ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے

۴۳۔ نظر خلائق و دشمن سے پوشیدہ رہنے کے لئے وقت ضرورت ستر مرتبہ پڑھے

۴۴۔ شجاعت و دلاوری کی زیادتی و بزدلی دور کرنے کے لئے روزانہ ۵۰ مرتبہ بلیس دن تک پڑھے

۴۵ - فتح شہر و بلاد کے لئے پانچ روز تک روزانہ چار سو مرتبہ پڑھے
۴۶ - قلعہ کی فتح کے لئے ہر صبح ستر مرتبہ پڑھے
۴۷ - آسانی مہمات کے لئے ۔ ہزار مرتبہ پڑھے
۴۸ - ہر امر مشکل کے لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص امر مشکل کے لئے ورد کرے تو آسان ہوگا ۔ یا بعد غسل پاک صاف لباس پہن کر خوشبو لگا کر دو رکعت نماز قاضی الحاجات پڑھ کر بخور جلاتے ہوئے ایک ہزار ۱۸ مرتبہ ناد علی پڑھے ۔ اور پروردگار عالم سے اپنی حاجت طلب کرے فوراً پوری ہوگی یا بروز ہفتہ غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر ۱۲ مرتبہ ناد علی پڑھے اور سجدے میں جا کر اپنی حاجت طلب کرے یا حصول مقصد کی نیت سے روزانہ چوبیس مرتبہ پڑھے یا روزانہ ایک سو ساٹھ مرتبہ پڑھے یا روزانہ ایک سو ستر مرتبہ پڑھا کرے ۔
۴۹ - قیدی کی رہائی کے لئے روزانہ ایک سو ساٹھ مرتبہ یا خود قیدی روزانہ گیارہ سو مرتبہ پڑھے
۵۰ - بسلامت سفر سے واپسی کے لئے ، قبل سفر غسل کر کے دو رکعت نماز بجا لائے اور ناد علی ۱۲ مرتبہ پڑھ کر سفر کو روانہ ہو یا مسافر کے بسلامت سفر سے واپسی کے لئے کوئی شخص روزانہ سات مرتبہ پڑھے ۔
۵۱ - وسعت رزق و حصول اولاد و تحصیل مقاصد دینی و دنیوی کے لئے اتوار کے دن نیک ساعت میں ابتدا کرے اور روزانہ ۴۱ دن تک وقت مقررہ پر ۴۱ مرتبہ پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ هَمِّيْ وَكَشِّفْ غَمِّيْ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ يَا غَوْثَاهُ يَا غَوْثَاهُ وَاقْضِ لِيْ حَاجَتِيْ بِحَقِّ قُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَبِحَقِّ نَبِيِّ الْكَرِيْمِ وَوَلِيِّكَ وَاٰلِهِ الْمَعْصُوْمِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ یا ستر دن تک روزانہ ۱۲ مرتبہ یا دس دن تک روزانہ ایک ہزار مرتبہ یا توسیع رزق و بلندی مرتبہ کے لئے روزانہ صبح کو دو مرتبہ پڑھے ۔ یا ہر صبح کو اٹھارہ مرتبہ جبکہ قمر برج حمل یا جوزا یا سنبلہ یا اسد یا میزان یا قوس یا حوت میں ہو تو شروع کرے
۵۲ - برائے طلب اولاد ، کاسہ چینی پر زعفران و گلاب سے ناد علی لکھ کر پاک پانی سے دھو کر پلائیں
۵۳ - فتوح غیبی و سعادت دنیوی و آخروی کیلئے اٹھارہ روز تک ۲۵ مرتبہ پڑھے

فوائد ناد علی بحوالہ علامہ کاشانی

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی اور ان کلمات میں متعدد خواص ہیں۔ ۱۔ ایسی جگہ گرفتار ہو کہ عاجز ہو رہا ہے۔ تو اس مقصد کے لئے خاک پر سات بار پڑھ کر ان لوگوں کی جانب پھینکے جنھوں نے گرفتار کیا ہو۔ کوئی ضرر ان سے نہ پہنچے گا۔ ۲۔ جو شخص دشمنوں سے خائف ہو تو روزانہ ۲۷ مرتبہ پڑھا کرے ۳۔ سات مرتبہ ناد علی پانی پر جو سات کنوؤں کا ہو پڑھ کر سحر زدہ کو غسل کرائیں اور قدرے پلائیں جادو باطل ہو گا۔ ۴۔ جس شخص کو زہر دیا گیا ہو تو ان کلمات کو مشک و زعفران سے چینی کے برتن پر لکھ کر اکیس مرتبہ پڑھے اور دھو کر پلائے ۵۔ لاعلاج مرض کے لئے اٹھارہ مرتبہ پانی پر پڑھ کر مریض کو پلایا جائے۔ ۶۔ کسی بھی امر اہم اور رنج دور کرنے کے لئے ہزار مرتبہ پڑھے انشاء اللہ رنج دور اور مہم سر ہو۔ ۷۔ جس پر کوئی غضبناک ہو تو وہ شخص اکہتر بار پڑھ کر اس کے پاس جائے اور تین بار اپنے اوپر بھی پڑھے بحکم خدا اس کا غصہ مبدل بخوشی ہو۔ ۸۔ سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے لئے اس کے کان میں تین مرتبہ پڑھیں۔ اس کی شفاعت انشاء اللہ مقبول ہو۔ ۹۔ اول ساعت روز جمعہ ۱۲ مرتبہ یہ کلمات پڑھے جس سے ملے گا اس کا دوست ہو جائے گا۔ ۱۰۔ غلط طور پر متہم کیا جانے والا ان کلمات کو روزانہ ۴۰ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے بحکم خدا تہمت اس سے دور ہو۔ ۱۱۔ بے خوابی کی شکایت ہو تو قبل نماز جمعہ ۲۵ مرتبہ پڑھے۔ ۱۲۔ برائے غنا و مالداری، صبح شام بارہ مرتبہ پڑھے۔ ۱۳۔ برائے زیادتی دولت و حشمت روزانہ ۲۱ مرتبہ ۱۴۔ دشمن پر کامیابی کے لئے روزانہ سترہ ۱۷ مرتبہ۔ ۱۵۔ وقت ضرورت چشم دشمنان سے پوشیدہ ہونے کے لئے اٹھارہ مرتبہ پڑھے۔ ۱۶ برائے زبان بندی اعداد دس دن روزانہ دس بار پڑھے۔ ۱۷ بر مراد کو پہنچنے کے لئے روزانہ ۳۶ بار پڑھے ۱۸۔ شفائے امراض کے لئے ستائیس ۲۷ بار پڑھے۔ ۱۹۔ برائے چشم زخم و عقد اللسان روزانہ تین روز تک بیس ۲۰ مرتبہ پڑھے۔ ۲۰۔ کشف کنوز کے لئے ۴۰ روز ۴۰ بار روزانہ پڑھا کرے۔ اگر رات کو وقت خواب پڑھے تو خواب ہی میں خزانے کے مقامات کو دیکھے ۲۱۔ آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنے کے لئے روزانہ سات مرتبہ پڑھتا۔

۲۲۔ دفع اعداد قتل و دشمنان کے لئے آٹھ روز روزانہ سترہ مرتبہ پڑھے ۲۳۔ قیدی کی رہائی کے لئے سات روز روزانہ سولہ مرتبہ پڑھے خلاصی پائے۔ ۲۴۔ برائے حفاظت دشمنان۔ ۲ روز تک روزانہ ۱۸ مرتبہ پڑھ کر ان کے متقابل پھونکے۔ ۲۵۔ حصول علوم کے لئے۔ ۲ دن وقت نماز صبح ہر روز پڑھے۔ ۲۷۔ فتوح بلاد و امصار کے لئے پانچ روز تک ۴ بار پڑھے۔ ۲۸۔ رفعت درجات و قبول سلاطین چھ روز سو مرتبہ پڑھے۔ ۲۹۔ حصول عزت و شوکت کے لئے روزانہ بیس مرتبہ پڑھے۔ دشمن کو مکان سے آوارہ کرنے کے لئے ۳۰ دن تک روزانہ ۳۰ مرتبہ پڑھے۔ ۳۰۔ دفع اختلاف و عداوت و مخالفت درمیان جماعت کے لئے روزانہ تیس بار بیس دن تک پڑھے۔ ۳۱۔ دشمن کو مقہور کرنے اور اس کی شگنگی کار کے لئے بھی پڑھے۔ ۳۲۔ برائے شجاعت روزانہ ۲۵ بار پڑھے ۳۳ واسطے دل نرمیٔ اعدا کے چھ روز تک روزانہ سو مرتبہ پڑھے۔ ۳۴۔ برائے قضائے حاجت باطہارت ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے ۳۵۔ جو کوئی واسطے مطلب شرعی کے مسجد میں جائے یا خلوت میں اور بارہ مرتبہ یا علی کہے۔ البتہ مطلب پر پہنچے ۳۶ نقش معظم ناد علی کو با وضو ادب سے لکھ کر موم جامہ کر کے بازو پر یا گلے میں باندھیں۔ انشاءاللہ ہر مصیبت دور ہوگی۔

۷۸۶

۱۱۲۸	۱۱۳۲	۱۱۳۵	۱۱۲۱
۱۱۳۴	۱۱۲۲	۱۱۳۷	۱۱۳۳
۱۱۲۳	۱۱۳۷	۱۱۳۰	۱۱۲۶
۱۱۳۱	۱۱۲۵	۱۱۲۴	۱۱۳۶

۳۶۔ زیادتی اقبال و حصول مقاصد کے لئے ۱۶ دن روزانہ ۵۰ مرتبہ پڑھے

علیؑ اور حقوقِ انسانی
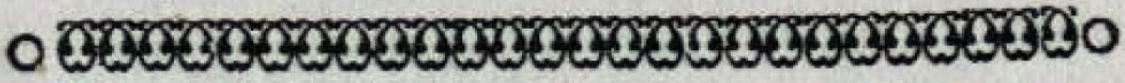
حضرت علی ابن ابی طالب نے انسانوں کے حقوق اور انسانی معاشرہ کی خوشحالی اور عظمت انسانیت کے لئے ایسے مستحکم و استوار اصول مقرر کئے اور ایسے نظریات پیش کئے جن کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں اور شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ انسانی عظمت اور منزلت کے بارے میں مولا کیا ارشاد فرماتے ہیں، سنیئے اور غور کیجئے۔

۱۔ اپنے غیر کے بندے نہ بنو در آں حالیکہ خداوند کریم نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔

۲۔ خبردار ایسی چیزوں سے ترجیحی حقوق نہ چاہو جس میں تمام لوگ برابر کے حقدار ہیں۔

۳۔ وہ گناہ جو ناقابل عفو ہے وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔

۴۔ میں مظلوم کا انصاف اس کے ظالم سے کر کے رہوں گا۔

۵۔ بندگان خدا پر ظلم انتہائی برا ہے۔

۶۔ دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لئے بھی وہ نہ چاہو جو اپنے لئے نہیں چاہتے۔

۷۔ بدبخت ترین راعی وہ ہے جس کی وجہ سے رعیت مبتلائے بدبختی ہو۔

۸۔ بد خلق کسی افسری کا سزاوار نہیں اور جس کی ایذا رسانی کا تمہیں اندیشہ نہ ہو اسے بھائی بنانے کی کوشش کرو۔

یہ ہیں وہ اصول جو میرے مولا نے حقوق انسانی کے لئے پیش کئے۔ آج کل جتنے، سیاسی و اجتماعی علوم مروج ہیں سب ہی ان اصول و نظریات کے بڑی حد تک مؤید ہیں۔ ان جدید اجتماعی علوم کے چاہے جتنے نام رکھے جائیں اور خود کتنی ہی مختلف شکلوں میں پیش کیا جائے سب کی غرض و غایت بس ایک اور فقط ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کو ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھا جائے اور ایسے سماج کی تشکیل کی جائے جو انسان کے حقوق کی بہتر طریقے سے حفاظت کرے اور جس میں انسانی شرافت پوری طرح ملحوظ رہے۔ گفتار و کردار کی آزادی اس حد تک محفوظ ہو کہ دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔

حالات وکیفیات روزگار سماجی واجتماعی علوم کی ایجاد میں بہت بڑا اثر رکھتے ہیں۔ یہ حالات وکیفیات روزگار ہی ہیں جو ان اجتماعی علوم کو کبھی کسی صورت میں پیش کرتے ہیں کبھی کسی صورت میں۔ جب ہم گذشتہ زمانہ کی تاریخ پڑھتے ہیں اور گوناگوں واقعات پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی دو جماعتیں اور دو مختلف افکار ونظریات میں ہمیشہ سے تصادم ہوتا چلا آرہا ہے۔ ایک جماعت استبداد، مطلق العنانی، عوام کے حقوق کو غصب کرنے اور آزادی کو سلب کرنے کے درپے رہی۔ دوسری انصاف کی خواہاں، جمہوریت کی دلدادہ اور عوام کے حقوق کی حفاظت اور آزادی کی طلب گار رہی۔ گزشتہ زمانے میں مفید انقلابی تحریکیں ہمیشہ مظلوموں کی طرف سے اٹھیں اور مصلح ہمیشہ ان ہی میں سے پیدا ہوئے تاکہ ظلم وزیادتی کا خاتمہ کریں اور عدل وانصاف کی بنیادوں پر حکومت قائم کریں جو عقل کے بھی موافق ہو اور سماج کے حالات وکیفیات کے بھی مناسب۔

علی ابن ابی طالب حقوق انسانی کی تاریخ میں بہت بڑی منزلت اور شان رکھتے ہیں ان کے نظریات وافکار اسلام سے وابستہ وپیوستہ تھے۔ ان کے نظریات وافکار کا نقطۂ مرکزی یہ تھا کہ استبداد کا خاتمہ ہو اور لوگوں کے درمیان طبقاتی تفاوت دور ہو۔ جس شخص نے بھی علی کو پہچانا اور انسانی برادری کے متعلق اپنے عقائد ونظریات کو سمجھا اور ان کے ارشادات سنے ہیں وہ جانتا ہے کہ علی جفا پیشہ افراد کی گردنوں پر کھنچی ہوئی تلوار تھے۔ ان کی تمام تر توجہ عدل وانصاف کے قواعد استوار کرنے پر مرکوز تھی۔ ان کے افکار ان کے آداب اور ان کی حکومت اور سیاست سبھی چیزیں اسی کے لئے وقف تھیں، جہاں بھی کسی ظالم نے لوگوں کے حقوق پر دست درازی کی، کمزور وناتواں انسانوں کو حقیر وذلیل سمجھا اور ان کے فلاح وبہبود کو نظر انداز کیا اور ان کے ناتواں کاندھوں پر اپنا بار ڈالا علیؑ نے اس کے ساتھ سخت جنگ کی۔ امام کے ذہن کی پرورش ہی اس فکر کے ساتھ ہوئی کہ عدل وانصاف کی اس طرح ترویج ہو کہ انسانوں کے حقوق محفوظ رہیں مساوات قائم ہو اور کسی طبقہ کے لوگوں کو دوسرے طبقہ کے افراد پر امتیاز حاصل نہ ہو تاکہ ہر شخص اپنا حق حاصل کر سکے۔ آپ کی آواز عدل عام کی ترویج کے لئے مسلسل بلند رہی اور آپ کا ادارہ اس کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہا۔ آپ نے انسانوں کی قدر وقیمت اونچی کی اور ان کے بچاؤ کے لئے ہر لمحہ کمربستہ رہے۔ آپ کی حکومت اس زمانہ میں بہترین نمونہ رہی ایسی حکومت کا جو عدل گستر، حقوق خلائق کی محافظ اور اپنے ہر ممکن ہر وسیلہ سے اپنے مقاصد کی پایۂ تکمیل، تک پہنچانے والی ہو۔

حضرت علی علیہ السّلام

کی مخصوص دُعا

جس کو آپ ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے!

اصل دعا عربی زبان میں ہے، اس کا اُردو ترجمہ لکھ رہا ہوں تاکہ وہ مومنین جو عربی نہیں جانتے ہیں وہ مولائے کائنات ؑ کی طرح ہر روز ہر نماز کے بعد دعا کے طور پر اردو میں پڑھ لیا کریں۔ یہ ترجمہ جناب مولانا سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے اپنی کتاب صحیفۂ علویہ میں صفحہ ۱۹۰ میں کیا ہے۔ اِس کتاب میں اس دعا کا نمبر ۱۰۱۴ ہے۔

اصلی دعا کا ترجمہ

شروع کرتا ہوں خدا کے نام سے جو رحمٰن اور مسلسل رحم کرنیوالا ہے۔ معبود میں (نے) جو نماز پڑھی ہے اس سے نہ کوئی غرض اور نہ اس کے ذریعہ سے کوئی خواہش پوری کرنا ہے۔ بس تیری تعظیم و فرمانبرداری، تیرے حکم کی تعمیل مقصود ہے۔ بارِ الٰہ اس میں اگر کوئی خلل یا کمی ہو خواہ نیت میں یہ قیام و قرأت رکوع یا سجدے میں تُو میری گرفت نہ کرنا بلکہ اسے قبول کرکے احسان و مغفرت فرما۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے تجھے اپنی رحمت کا صدقہ ——

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

حضرت لعل شہباز قلندر آستانۂ سلطان فقر و غنا مولا مشکل کشاء علیؑ پر

ترتیب و تحریر ———— سید غلام حیدر

قارئین کرام اس سے پہلے کہ آپ اصل مضمون پڑھیں۔ میں آپکی خدمت میں کچھ باتیں جناب سید غلام حیدر صاحب کے بارے بتادوں۔ جناب سید غلام حیدر صاحب قومی دنیا میں جانے پہچانے شخص ہوتے ہیں وہ قومی معاملات و مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ مرکزی تنظیم عزاء مسجد ڈرگ روڈ کراچی کی مجلس منتظمہ کے اہم رکن ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ پاکستان حیدری کونسل جشن ولادت مولائے کائنات پر ایک کتابچہ شائع کر رہی ہے تو آپ بنفس نفیس سہون شریف تشریف لے گئے اور مزار پر حاضری دی اور وہاں کی امامیہ مسجد کے پیش نماز صاحب جناب قبلہ مولانا اصغر نجفی صاحب سے ملے اور ان سے حضرت لعل شہباز قلندر کی ایک نایاب منقبت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حاصل کی جو میں آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں امید کرتا ہوں کہ میری طرح آپ بھی جناب غلام حیدر صاحب کی اس بیش بہا خدمت کو سراہیں گے۔ — محمد رفیع مغل

شجرہ جناب لعل شہباز قلندرؒ سید عثمان لعل شہباز ابن سید ابراہیم بوابی بن سید شمس الدین بن سید نور شاہ بن سید محمود شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ہادی بن سید مہدی بن سید منتخب بن سید عبدالحمید بن سید غالب الدین بن سید محمد منصور بن سید اسمٰعیل بن سید محمد عریضی بن سید اسمٰعیل عرج اکبر ابن امام سید جعفر صادق علیہ السلام۔

حالات زندگی آپ کا نام سید عثمان مروندی قلندر لعل شہباز مشہور ہے آپ کا شجرہ مبارک پندرہویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب ۳۸ھ ہجری میں ہوئی، آپ کا پہلا اسم مبارک شاہ حسین تھا۔ کیونکہ آپ کی پیدائش کی بشارت آپ کے والد سید ابراہیم بوابی کو جو مزار سید الشہداء میں دفن ہیں امام نے دی تھی۔ حضرت لعل شہباز کے والد بزرگوار کربلائے معلیٰ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا جو باغ ہے اس کے نگران اعلیٰ تھے اسی نسبت سے آپ امام زادے ہیں۔

حالات مزار مقدس جو حضرات زیارات مقامات مقدسہ کی استطاعت نہیں رکھتے ان کے لئے یہ مقام زیارت گاہ ہے آپ کا مزار سہون شریف ضلع دادو میں ہے جو کراچی سے ۱۹۰ میل دور ہے۔ کوئٹہ جانے والی ہر ریل گاڑی اس اسٹیشن پر رکتی ہے۔ اور کراچی سے براہ حیدرآباد بذریعہ بس بھی جا سکتے ہیں سہون شریف میں مسجد اثناعشری عقب مزار واقع ہے اور وہاں جناب مولانا اصغر علی نجفی نیابہ پیش نماز کے فرائض انجام دیتے ہیں ایک امام بارگاہ بھی ہے۔ سہون شریف میں بلاتفریق ہر گھر میں علم لگا ہوا ہے۔ مزار پر ہر وقت قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ مقامی شیعہ حضرات بڑی عقیدت کے ساتھ درگاہ کو حرم کہتے ہیں۔ قبر کے سرہانے ایک سفید پتھر رسی میں لٹکا ہوا ہے جس کو امام زین العابدین کا گلوبند کہتے ہیں۔ اس کو دھو کر پینے سے پیٹ کے تمام امراض کو شفا ہوتی ہے۔ مزارات کے سامنے حضرت عباس کا علم نصب ہے قبر کے باہر دروازے پر دھات کی جالی لگی ہے۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قطعہ کندہ ہے۔

علیٌ حُبّہ الجنّۃ — قسیم النّار والجنّۃ
وصی مصطفےٰ حقاً — امام الانس والجنّۃ

اور پٹینگ سے بارہ ائمہ اثناعشری کے اسمائے گرامی تحریر ہیں۔ اس پر قرآنی آیات کے علاوہ نادعلی منقش ہے۔ مدح چہاردہ معصومین علیہم السلام میں حضرت لال شہباز قلندر کی منقبت پیش خدمت ہے۔ یہ مولائے کائنات امام شش جہات علی مرتضیٰ حیدر مشکل کشا ہی کے فیوض و برکات اور نگاہ لطف و کرم کا خوشگوار انجام ہے کہ آج لعل شہباز قلندر کی عظمت و عزت، کامل ارادت و عقیدت کے ساتھ ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہے۔ مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک میں ہر مقام پر اس کا نام بلند ہو رہا ہے۔ اس کی تعظیم و تکریم کی جا رہی ہے اور

اس کی مدح و توصیف میں زبانیں ترمگی جا رہی ہیں۔

جام مہرِ علی زدردستم — بعد از جام خمِ دام مستم
رندِ رے پاک حیدری ہستم (۱) از دلِ پاک حیدری ہستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰے علی ہستم

از مئے عشقِ شاہ سرمستم — بندۂ مرتضٰے علی ہستم
من بغیر از علی ندانستم (۲) علی اللہ از ازل گفتم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰے علی ہستم

اسد اللہ است ید اللہ است — ولی اللہ مظہر اللہ است
حجۃ اللہ است قدرت اللہ است (۳) بے نظر ذات اللہ است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰے علی ہستم

شاہ اقلیمِ "ھل اتیٰ" خوانم — مالکِ تختِ "قل کفیٰ" خوانم
صاحب سیف لافتیٰ خوانم (۴) والیِ تاج در "انما" خوانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

آنچہ در وصفِ مرتضٰے گفتم — باز قولِ مصطفٰے گفتم
حرف حق است بر شما گفتم (۵) سراسر در برملا گفتم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰے علی ہستم

برائے مدح شاہ می پویم — جز علی دیگرے نمی جویم
من علی دائم علی گویم (۶) چوں نصیری کہ بندۂ ادیم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضٰے علی ہستم

مصطفیٰ علی است بگو — بخدا رہنما علی است بگو
(۷)
سرحد اولیا علی است بگو — نور ایمانِ ما علی است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

آں علی است ساقیٔ کوثر — آں علی حاکم قضا و قدر
(۸)
آں علی قاسم نعیم و سقر — قنبرش رازِ جاں حیدر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

سرورے ہر کہ انبیاء باشد — پیروے دین مصطفیٰ باشد
(۹)
بیشک او شخص اولیاء باشد — وردِ او نام مرتضیٰ باشد

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

پیر من شاہ من الست من است — نور ایماں حب شاہ من است
(۱۰)
سایۂ لطف او پناہ من است — صادقم شاہ من گواہ من است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بادۂ مہر حیدری زدہ ام — تکۂ ضرب قنبری زدہ ام
(۱۱)
کوس دین پیمبری زدہ ام — جام لبریز حیدری زدہ ام

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

غیر حیدر اگر فہمی دانی — کافر است. یہودی و نصرانی
(۱۲)
ہند نبودم نہ مسلمانی — ہست ایماں؟ علی عمرانی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

عاشقِ کاملانِ مستانم ｜ ہادیٔ سالکانِ عرفانم
سرگروہِ تمام رندانم ⑬ چوں سگِ کوئے شیریزدانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

یاعلی من ز تو ترا خواہم ｜ چوں نصیری دگر کرا خواہم
در دو عالم بگو کرا خواہم ⑭ جز تو کیست تا اورا خواہم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چہاردہ تن شفیع عصیانم ｜ مہر ایشاں بجان ایمانم
دم بدم نامِ ایشاں ہمی خوانم ⑮ غیر ازیں چہاردہ نمی دانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

حضرت سید النساء زہرا ｜ زیب اویافت عزت و تقویٰ
ہست معصوم او بنزدِ خدا ⑯ می کنم لعن دشمنِ او را

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

نورِ تاباں ز مہرِ شاہ نجف ｜ حسن المجتبیٰ بود اشرف
دامنِ او بود مرا در کف ⑰ نیست باقی مرا ز خوفِ تلف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

مرتضیٰ شیر یزداں ہست علی ｜ شاہِ اعلیٰ ولایت ہست علی
حضرت حسن و حسین جاں ہست علی ⑱ ہر دو عالم کہ نام دلشاں ہست علی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

گوہر بحرِ شاہوار علی ⑲ شاہ مظلوم حسین ابن علی
چوں پدر غازئے خفی و جلی دشمنش مظلوم را زنم ز تیغِ علی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

نورِ چشمِ شہیدِ کرب و بلا ⑳ عابدیں باقر است بجود و سخا
آدمِ ابتدائے آلِ عبا نفس خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدری ام قلندرم مستم
بندہ مرتضیٰ علی ہستم

آلِ نبی صورتِ علی افعال ㉑ باقرِ دیں پناہ نیک خصال
نطقِ او نطقِ ایزدِ متعال دلم از مہرِ اوست مالامال

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

وارثِ دینِ پاک پیغمبر ㉒ مذہب شرع صادق جعفر
واقفِ سرِ خالقِ اکبر ہست تشبیہ شانِ پیغمبر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

موسیٰ کاظم آن امامِ بہ حق ㉓ ہست اسلام زاو رونق
دشمن است کافر مطلق بشنو اے خارجی سگ و احمق

حیدری ام قلندرم مستم
بندہ مرتضیٰ علی ہستم

شاہِ دینِ علی رضا است بگو ㉔ دحیِ نفس مصطفےٰ است بگو
بلکہ خود عینِ مرتضیٰ است بگو خصمِ او دشمن خدا است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

انتقام از تقی امام کنم ۲۵ تقی متقی امام کنم
فیض او بہر خاص و عام کنم لعن بر دشمناں مدام کنم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

قبلۂ دین من علی نقی ۲۶ پاک معصوم است مثل علی
مہر او ست مہر دین نبی گشت اعدائے او لعین و شقی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

حسن عسکری بعد او چوں حسن ۲۷ انس و جاں را امام شاہِ زمن
خُلق او بود چوں نبی احسن حاسدش را منم عیاں دشمن

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

با صفاتِ نبی شود غالب ۲۸ مہدی و ہادیٔ شہ غالب
حب او ست بر ہمہ واجب بر ظہورش منم زجاں طالب

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

قائمِ آلِ مصطفیٰ مہدی ۲۹ قاتلِ خصم مرتضےٰ مہدی
بخدا است امام مہدی چوں علی مظہر خدا مہدی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چوں بہ اعدائے دین کمر بستم ۳۰ تبر حیدری بہ در دستم
قاتل آں جماعت ہستم ضرب نفست نزدم زبر دستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چوں مسلمانم علی دانم — (۳۱) — در تولّا بصدق ایمانم
بر منافقاں چوں تیغ عریانم — بر عدو ذوالفقار میرانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

کمترین شاہِ ذوالفقارم من — (۳۲) — پاک از خارجی ندارم من
چوں نصیری کہ نام دارم من — علی اللہ آشکارم من

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

من حسینی بہ حلقۂ او کوشم — (۳۳) — بادشہ کوثرو تسنیم مدہوشم
عشق شہ بردہ است از ہوشم — چوں نصیری کہ بندۂ مدہوشم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بہ زخلد بریں رہِ بخف است — (۳۴) — جانِ من عازم رہِ بخف است
چشمۂ کوثر آں شہ بخف است — میرسم رہبرم شہ بخف است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بہ بخف میرسم یاشاہِ بخف — (۳۵) — در جہاں یافتم پناہِ بخف
سرمۂ چشم گردِ راہِ بخف — میرسازود اے اللہ بخف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

یا علی ولی شہ مرداں — (۳۶) — بحقِ مصطفیٰ و عزت آں
کہ بجانب بندی ہندستاں — بہ بخف زود ترمرا برساں

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

مزار لعل شہباز قلندر کا اندر کا دروازہ
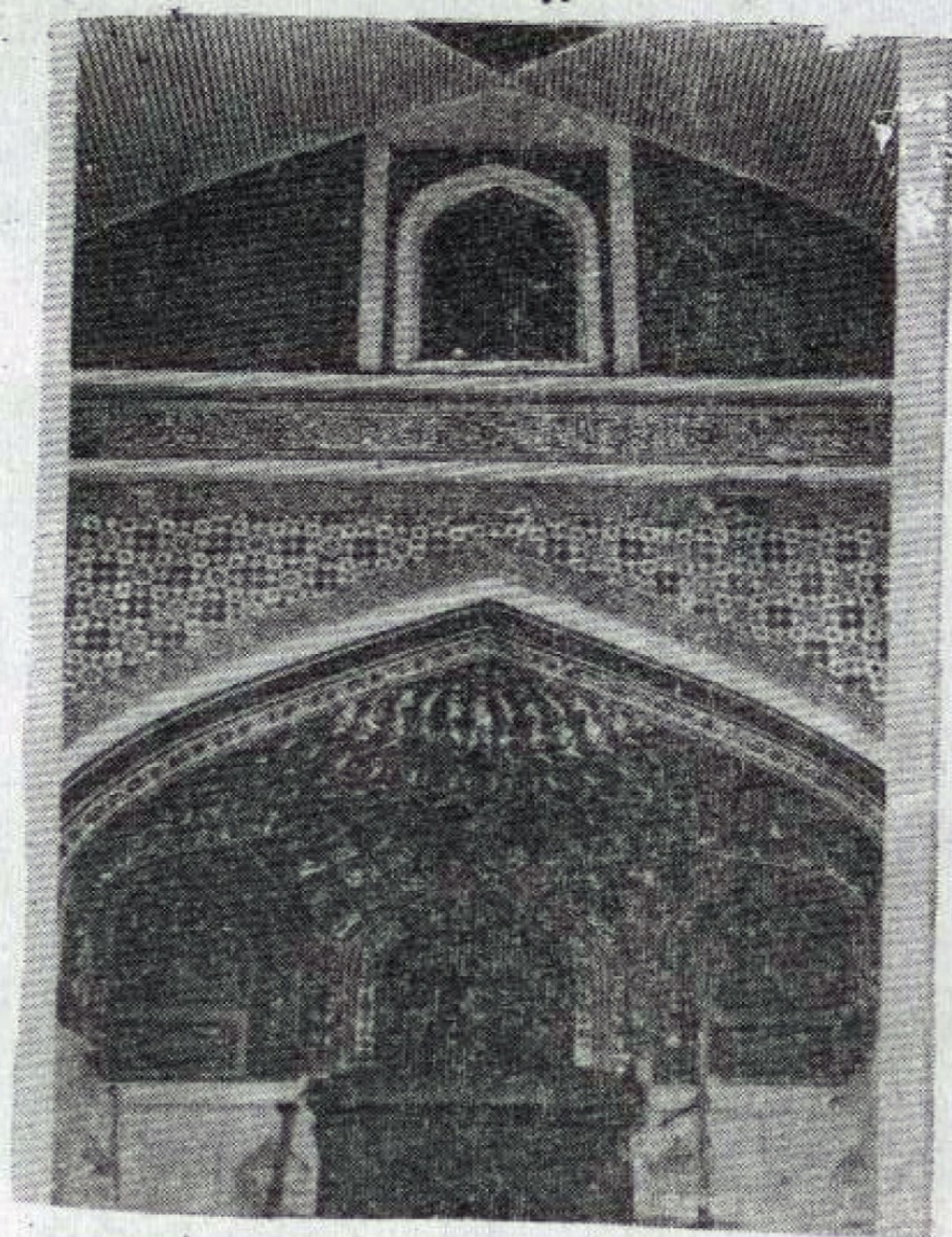
مزار لعل شہباز قلندر کا صدر دروازہ
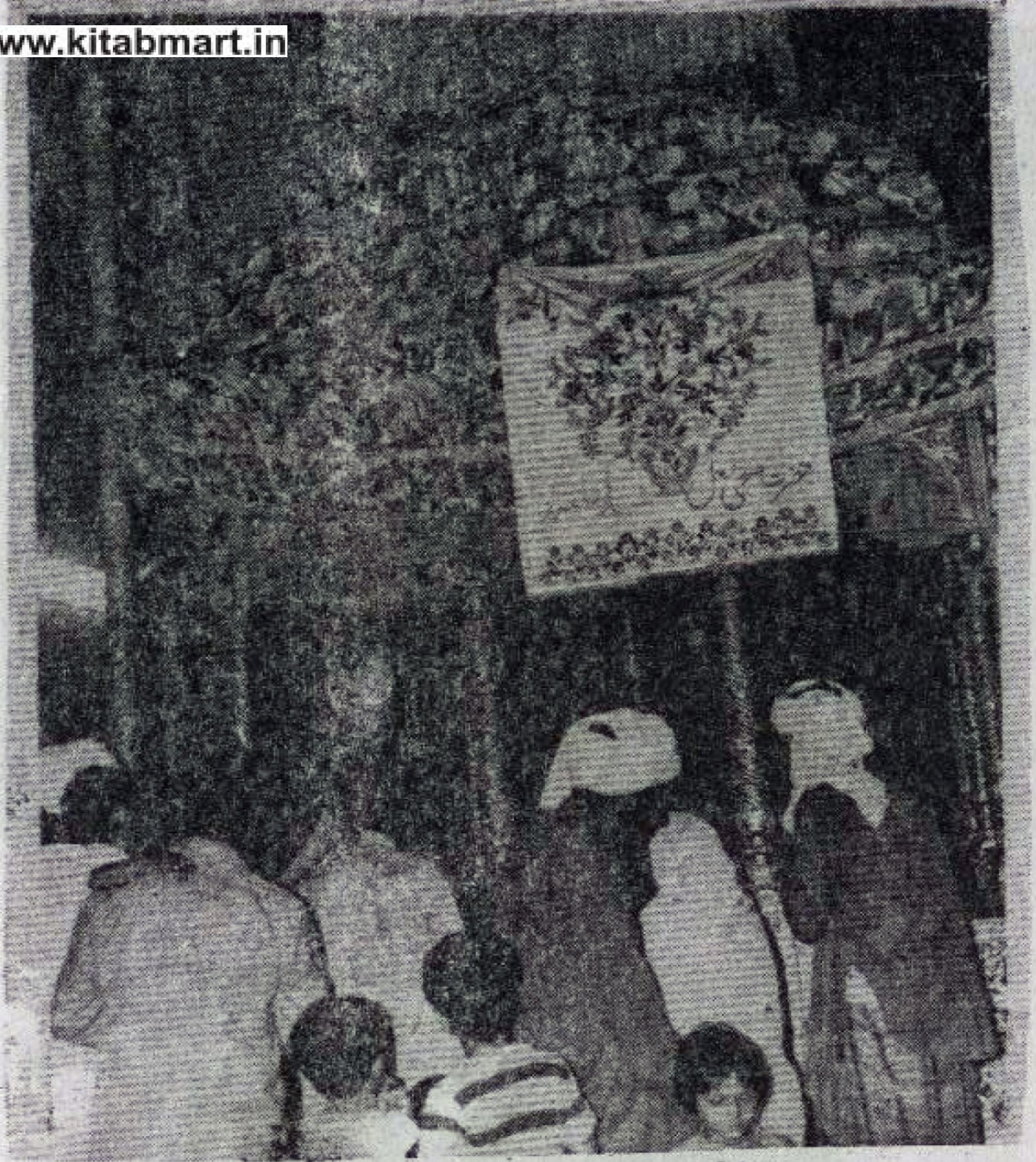
قبر کے تعویز پر پتھر کا دل لٹکتا نظر آرہا ہے

محمد وصی خاں اور ان کے صاحبزادگان مزار پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں

حیدری ملنگ یا صوفی درویش

کتاب دی نیشنل جاگرافک میگزین (The National Geogra
Phic Magazine) شائع کردہ نیشنل جاگرفیک سوسائٹی واشنگٹن یو، ایس اے۔
تاریخِ اشاعت جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۸۶ - ۸۷، ۸۸، ۸۹ میں کالم نگار دوبئی کا حال
لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ

"میں ایک مقام پر پہونچا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ درویشوں کی
ایک جماعت کھجور کے پیڑ کے نیچے قالین کے اوپر بیٹھی ہوئی ہے اور
ہاتھوں میں اُن کے دَف ہے اس کو بجا رہے ہیں اور منہ سے ایک
دل سوز انداز میں یہ لوگ علیؑ علیؑ کہہ رہے ہیں۔ اس جماعت میں
جو لوگ شریک ہیں وہ کچھ عربی، کچھ ایرانی، کچھ افریقی اور کچھ بلوچی
افراد تھے۔ اس عبادت کے دوران یہ لوگ اتنے جوش میں آجاتے ہیں کہ
تمام شرکا اپنے اپنے ہاتھوں میں تلواریں لے لیتے ہیں اور پہلے اپنے
پیٹ اور دوسرے کے پیٹ کو تلوار کی ضربوں سے زخمی کرنے لگتے ہیں
ایک وقت ایسا آیا کہ یہ لوگ اپنے جوشِ عقیدت کی انتہا پر پہونچ گئے
پھر ایک دوسرے کے جسموں کے آر پار تلواریں کر دیں۔ کالم نگار کہتا
ہے مجھ کو اس وقت بڑا تعجب ہوا جب یہ لوگ اپنے اس عبادت کے کام سے
فارغ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے جسموں پر کسی قسم کے زخم کا کوئی
نشان نہ تھا"۔ یہ تینوں تصویریں اگلے صفحہ پر دیکھ سکتے ہیں۔ چوتھی تصویر مجھ سے
کہیں کھو گئی ہے جس کی وجہ سے اس کو کتاب میں نہ دے سکا۔ یہ میگزین مجھ کو جناب سید
رضا رضوی صاحب نے دی تھی۔ جن کا میں بذاتِ خود نیز تمام قارئین حضرات کی طرف
سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (وصی)
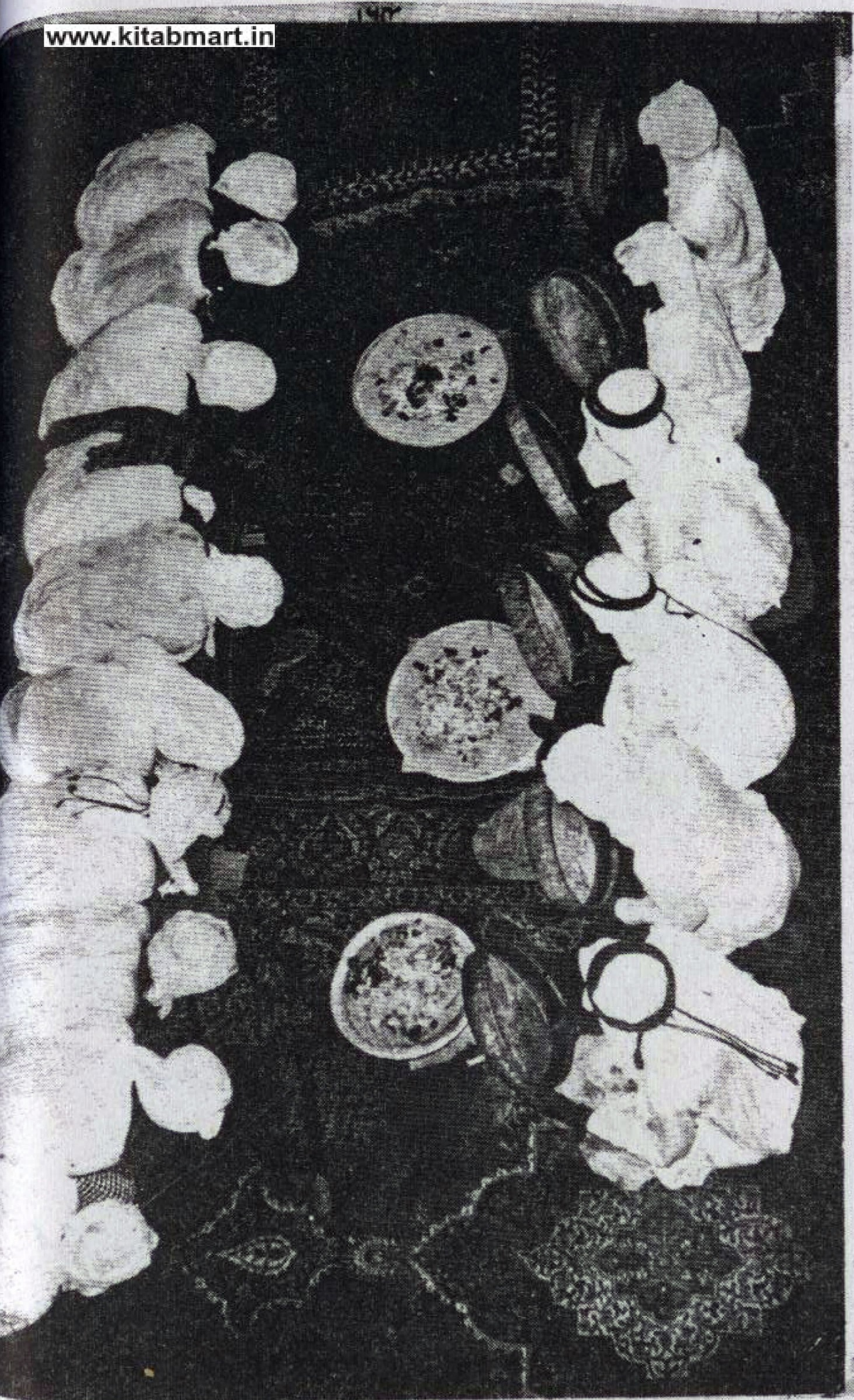
نوائے وقت لاہور

ہفتہ۔ ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء

اسلام کی حقانیت کا اس صدی میں زندہ معجزہ

چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک قبر سے صحیح حالت میں برآمد ہوا، سات صحابہ کرام کے جسدِ مبارک بھی اصلی حالت میں تھے!

کراچی۔ ۲۰ جنوری (ج ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجدِ نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد (حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی چچا اور حضرت ابوطالب کے حقیقی بھائی) حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابیِ رسولؐ حضرت مالک بن سونانیؓ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرامؓ کے جسدِ مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے۔ جنھیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔"

ایک سوال: ہم اُن تنگ نظر مسلمانوں سے سوال کرنا چاہتے ہیں جو ایمانِ ابوطالبؑ پر کج بحثی کرتے اور اُن کے مسلمان نہ ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ کے ایمان کے متعلق ان کا کیا خیال ہے کہ جب اُن کی رحلت تو اس وقت ہوئی تھی جب حضورؐ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ نیز ان سے کوئی پوچھے کہ حضرتِ عبداللہؓ کا جسدِ مبارک دوبارہ مسلمانوں کی طرح جنت البقیع میں انھوں نے کیسے سپردِ خاک کیا اور اسے اسلام کی حقانیت کا زندہ معجزہ قرار دیا۔ حضرتِ ابوطالب جو مربیؐ ومحافظِ رسولؐ اور عمِ گرامی تھے اُن کو کافر کہنے والے توبہ کریں اور نارِ جہنم سے مغفرت کے طالب ہوں۔

(وصی)

مومنینِ کرام کے لیے ایک انمول تحفہ

پنجتن پاکؑ کے نام کی تسبیح پڑھ کر اپنی عبادت کو چار چاند لگائیے، جس میں دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں ــــــ

جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ خداوندِ عالم اُس کے اہل میں برکت عنایت فرمائے اور اپنی نعمتوں سے بہرہ یاب کرے۔ مومنین حضرات! یہ وظیفہ ادا کرنے سے دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ جب آپ دن میں اپنی پنجگانہ نماز ادا کریں تو ہر نماز کو اس طرح ترتیب دے لیجیے کہ جب آپ فجر کی نماز ادا کریں تو جناب سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اسمِ مبارک کی تسبیح یا محمدؐ ۹۲ مرتبہ پڑھیے۔ کیونکہ علم الاعداد کے لحاظ سے آپ کے اسمِ مبارک کے ۹۲ عدد بنتے ہیں۔

اسی طرح ظہر کی نماز میں بعدِ نماز "یا علیؑ" کو ۱۱۰ دفعہ پڑھیے۔ کیونکہ علیؑ کے عدد ۱۱۰ ہیں۔ پھر عصر کی نماز کے بعد "یا فاطمہؑ" ۱۳۵ بار پڑھیے کہ فاطمہؑ کے عدد ۱۳۵ ہیں۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد "یا حسنؑ" ۱۱۸ دفعہ پڑھیے۔ کیونکہ حسنؑ کے عدد ۱۱۸ ہیں۔ پھر عشار کی نماز کے بعد "یا حسینؑ" ۱۲۸ دفعہ پڑھیے کہ حسینؑ کے عدد ۱۲۸ ہیں۔

اس عمل کے اتنے فوائد ہیں کہ بیان نہیں کیے جاسکتے۔ اس دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو جب تک انسان خود استعمال میں نہیں لاتا اس وقت تک اس چیز کی اہمیت و فوائد کا پتا نہیں چل سکتا ہے۔ یہ عمل میرے دوست جناب موسیٰ رضوی صاحب مترجم کتاب شیخ المیضرہ نے بتایا ہے اور میں اس کو آپ حضرات تک پہنچا رہا ہوں۔ ان نیک اور پاک ناموں کی برکت اور روزانہ کے عمل سے آپ دیکھیں گے کہ ان کے صدقے میں آپ کی زندگی بدل جائے گی اور ہر قسم کے جائز اور نیک کام خداوندِ کریم ضرور پوری کرے گا۔ انشاء اللہ!

تاریخ کے گمشدہ اوراق!

علیؑ اور اولادِ علیؑ کے زندہ معجزات

اس مضمون کے اندر میں نے مختلف کتابوں، رسالوں اور اخبارات سے سچّے اور تاریخی واقعات کو حاصل کر کے یکجا کیا ہے تاکہ میری طرح قارئینِ کرام بھی ان واقعات سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکیں، وہ تمام کتابیں جن سے یہ واقعات حاصل کیے گئے ہیں تمام کی تمام جناب سیّد رضا رضوی جو بہار کالونی جمشید روڈ پر رہتے ہیں کہ پاس موجود ہیں۔

پہلا واقعہ

امروہہ اور بجنور کا سفر: سفرنامہ ابنِ بطوطہ حصّہ دوم مترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی پیش کش نفیس اکیڈمی کراچی، چوتھا ایڈیشن صفحہ ۶۷۷..... "ابنِ بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ جب میں امروہہ اور بجنور کے شہر میں پہونچا تو اس شہر میں میرے پاس حیدری فقیروں کی ایک جماعت آئی۔ انھوں نے پہلے تو سماع سنائی اور پھر آگ جلوائی اور آگ میں کود پڑے، ذرا جو نقصان پہنچا ہو" یہ تھی نعرۂ حیدری کی برکت اور حضرتِ علیؑ سے عقیدت کا نتیجہ جس کا تذکرہ ابنِ بطوطہ جیسے شخص نے بھی اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔

دوسرا واقعہ

ابنِ ملجم قاتلِ امیر المومنینؑ کی قبر اور اس کا انجام

سفرنامہ ابنِ بطوطہ حصہ اول مترجمہ رئیس احمد جعفری (ندوی) ناشر نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۲۸۰-۲۸۱ - ابنِ بطوطہ اپنے سفرنامہ میں جب کوفہ کا حال لکھتا ہے تو

وہاں پر اُس مقام کا بھی ذکر کرتا ہے جس مقام پر قاتلِ جناب امیر علیہ السلام کی قبر واقع ہے "میں نے کوفہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا جو سفید زمین پر نہایت سیاہ دھبّہ کی طرح تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم (مردود و ملعون) کی قبر ہے، باشندگانِ کوفہ ہر سال بہت سی لکڑیاں لے کر آتے ہیں اور اُس کی قبر کے مقام پر سات دن تک جلاتے ہیں۔"

یہ بھی جناب امیر المومنین علیہ السّلام کا زندہ معجزہ ہے کہ ابنِ بطوطہ جیسے متعصب انسان نے ان واقعات کو قلمبند کیا، جیسا کہ اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ "میں اس شہر سے باہر اترا تھا اندر جانا بہت برا معلوم ہوا کیونکہ یہاں کے باشندے شیعہ ہیں۔"

تیسرا واقعہ

تیمور لنگ بادشاہ اور حُبِّ علیؑ

تیمور کو اہلبیتِ اطہار علیہم السّلام کے ساتھ بڑی عقیدت اور اخلاص تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اکثر یہ شعر اس کے وردِ زبان رہتا تھا۔

فردا کہ ہر کسی بہ شفیعی زنند دست
ما ئیم دوست و دامنِ آلِ عبا بدست

چوتھا واقعہ

ہمایوں بادشاہ اور حُبِّ علیؑ

شیرشاہ سوری کے دربار میں ایک دن خلوت میں کچھ امیروں نے امیر تیمور اور اس کے خاندان کی علیؑ اور اولادِ علیؑ سے محبّت کے تذکرے کیے اور ثبوت میں ہمایوں بادشاہ کی طبعزاد رباعی شیر شاہ سوری کو سنائی۔

ما ئیم زجان بندۂ اولادِ علیؑ — ہستیم ہمیشہ شاد با یادِ علیؑ
چوں سرِّ ولایت زعلیؑ ظاہر شد — کردیم ہمیشہ وردِ خود نادِ علیؑ

پانچواں واقعہ

شیرِ خدا کے ماننے والوں کی شیر ہی مدد کرتے ہیں

کتاب الغفاری مؤلفہ علامہ سید نجم الحسن کراروی ناشر امامیہ کتب خانہ ص۹۳ تا ص۹۹ میں اس طرح تحریر ہے:۔

"تفسیرِ امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ حضرت ابوذر خاصانِ خدا اور بزرگانِ اصحاب رسولِ خدا اور محبِ علیؑ تھے۔ ایک دن آپ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ میرے پاس ساٹھ گوسفند ہیں اور ان کی نگہداشت میرے ذمہ ہے، لیکن میرا دل اسے گوارا نہیں کرتا کہ میں آپ کی خدمت سے دور ہو جاؤں، اگرچہ اس کا بھی خیال آتا ہے کہ کہیں میری عدم موجودگی میں میرے گوسفندوں کی صحیح نگرانی نہ کی جائے اور ان کو تکلیف ہو۔"

حضرتؐ نے ابوذرؓ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

"اے ابوذرؓ! تم واپس اپنے مقام پر چلے جاؤ اور جا کر ان گوسفندوں کے انتظامات کی فکر کرو۔"

حکمِ رسولؐ پاتے ہی جناب ابوذرؓ روانہ ہو گئے، ابھی سات دن نہ گذرے تھے کہ واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ حضورؐ میں آپ کے ارشاد سے واپس چلا گیا اور اپنے گوسفندوں کی نگہداشت کر رہا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ میں نماز میں مشغول تھا کہ ناگاہ ایک بھیڑیا میرے گوسفندوں کی طرف آیا، میں سوچنے لگا کہ نماز توڑ کر گوسفندوں کی حفاظت کروں یا نماز تمام کروں۔ دریں اثنا دل نے فیصلہ کیا کہ گوسفند جائیں تو جائیں مجھے نماز نہیں توڑنی چاہیئے۔ میرے اس فیصلہ کے فوراً بعد شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر بھیڑیئے نے سارے گوسفند ہلاک کر دیئے تو پھر کیا بنے گا۔ لیکن بلاتاخیر میرے جذبۂ ایمان نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر سارے گوسفند ہلاک ہو جائیں گے اور خدا کی توحید، رسولؐ پر ایمان لانا اور ان کے بھائی

علی ابنِ ابی طالبؑ کی دوستی جیسی دولت میرے پاس ہے تو پھر ان چیزوں کی ہلاکت سے مجھے کیا نقصان پہنچے گا۔ بالآخر میں بدستور نماز میں مشغول رہا اور بھیڑیا آگے بڑھتے بڑھتے میرے گوسفندوں کے قریب آپہنچا اور یہاں پہنچ کر اس نے حملہ کیا۔ پہلے حملہ میں وہ ایک بچہ گوسفند لے کر روانہ ہوا۔ ابھی چند گام بھی نہ گیا تھا کہ ناگاہ ایک شیر نمودار ہوا، اور اس نے اس بھیڑیئے پر حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور میرے بچہ گوسفند کو میرے گلہ میں پہنچا دیا۔ اور بحکمِ خدا کہنے لگا کہ "اے ابوذر مشغولِ نماز خود باش کہ حق تعالیٰ مرا موکل گردانیدہ است بگوسفندان تو تا از نماز فارغ شوی۔ اے ابوذر تم اپنی نماز میں مشغول رہو۔ حق تعالیٰ نے مجھے تمہارے گوسفندوں پر موکل کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو میں گوسفندوں کی حفاظت کرتا رہوں۔ چنانچہ میں نے کمال حضورِ قلب اور مکمل آداب و شرائط کے ساتھ نماز قائم کی، اتمامِ نماز کے بعد وہ شیر میری طرف بڑھا اور قریب آکر کہنے لگا کہ اے ابوذرؓ تم فوراً حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ خدا نے ان کے ایک صحابی کے گوسفندوں کی حفاظت کے لیے شیر کو مقرر کیا ہے۔ اے مولا! میں اس شیر کے کہنے کی بنا پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابوذر کے اس بیان کو سنکر وہ اصحاب جو اُس وقت موجود تھے سخت متعجب ہوئے اور رسولِ کریمؐ ارشاد فرما ہوئے کہ اے ابوذر تم بالکل سچ کہتے ہو۔ تمہارے بیان کی میں، علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ تصدیق کرتے ہیں۔

چھٹا واقعہ

ہمایوں بادشاہ کی بیماری اور اس کا علاج

کتاب اطبائے عہدِ مغلیہ از حکیم سید علی کوثر چاند پوری، شائع کردہ ہمدرد اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب ہمایوں بادشاہ بہت سخت بیمار پڑ گیا اور تمام اطباء نے جواب دیدیا اس وقت حکیم امیر ابوالبقا نے بابر بادشاہ کو جو رائے دی۔ "امیر ابوالبقا نے کہا کہ ایسی بیماریوں کے متعلق جن کے علاج سے حاذق اطبا مجبور ہو جائیں زمانہ سلف

کے اربابِ عقل و دانش کی یہ رائے ہے کہ بہترین اشیا، صدقے کی جائیں اور بارگاہِ ایزدی میں صحت کے لیے ہاتھ پھیلائے جائیں۔ بابر یہ سنتے ہی بولا کہ ہمایوں کے مقابلہ میں بہترین چیز خود میں ہی ہو سکتا ہوں لہٰذا میں آپ ہی اس پر فدا ہوتا ہوں خداوندِ عالم قبول کرے ..

... .. بابر نے خلوت میں جا کر کچھ پڑھا پھر تین بار ہمایوں کے چاروں طرف پھرا اس کا اثر یہ ہوا کہ بابر کی طبیعت کسل مند ہوگئی۔ اسی واقعہ کے تشنہ پہلو " کچھ پڑھا " کو گلبدن بیگم بنتِ بابر بادشاہ اپنی تصنیف ہمایوں نامہ ترجمہ رشید اختر ندوی صفحہ ۳۷ شائع کردہ میری لائبریری لاہور ۱۹۶۶ء میں تحریر فرماتی ہیں " اس وقت جبکہ ہمایوں مرزا بیمار تھے حضرت بابا نے حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا خیال دل میں رکھ کر ہمایوں مرزا کے پلنگ کے گرد طواف شروع کیا۔ ان کے یہ طواف چہار شنبہ سے شروع ہوا تھا، اور طواف کے دوران دعا مانگتے جا رہے تھے کہ خدایا اگر جان کے بدلے جان دی جا سکتی ہے تو میں کہ بابر ہوں اپنی عمر و جان ہمایوں کو بخشتا ہوں، اسی دن حضرت فردوس مکانی کو بیماری لگ گئی اور ہمایوں مرزا اچھے ہونے لگے۔

ساتواں واقعہ

شہزادہ محمد اعظم شاہ ابنِ اورنگزیب بادشاہ کا بیماری سے شفایاب ہونا

اطبائے عہدِ مغلیہ مصنف حکیم سید علی کوثر چاندپوری، شائع کردہ ہمدرد اکیڈمی صفحہ ۱۸۹ - ۱۹۰ حالات حکیم الملک میر محمد مہدی میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہزادہ محمد اعظم شاہ کو استسقاء کا عارضہ لاحق ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ چودہ گرہ آستین بھی تنگ ہونے لگی، پائنچہ کی چوڑائی ایک گز چار گرہ تک پہنچ گئی۔ حکیم الملک کو شہزادہ کے علاج پر مامور کر کے روانہ کیا گیا اور شہزادے کے سفر کے لیے بادشاہ نے شیشہ کی پالکی بھیجی۔ ربیع الاول ۱۱۰۵ھ میں جب شہزادہ بادشاہ کی خدمت میں آیا تو بادشاہ نے دفورِ محبت کے باعث اپنے قریب ہی اس کے لیے خیمہ نصب کرایا اور روزانہ ایک بار بیٹے کو دیکھنے جاتا تھا۔ زیب النساء یعنی شہزادہ کی حقیقی بہن (جو شہزادے سے بہت محبت کرتی تھی اور ہر وقت اس کے ساتھ

رہتی تھی اور وہی غذا کھاتی تھی جو شہزادے کے لیے حکیموں نے تجویز کی تھی) اس کے ساتھ پرہیز کا کھانا کھاتی تھی اور اس کے علاوہ کوئی غذا تناول نہ کرتی تھی حکیم الملک راستے میں شہزادے کا علاج کرتا رہا اور منزلِ مقصود پر پہنچ جانے کے بعد بھی وہی معالج رہا۔ اس عرصہ میں حکیم کے منصب میں اضافہ کر کے اُسے چار ہزاری بنا دیا گیا۔ ماثر عالمگیری نے شہزادے کی تندرستی کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جو اس نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ مصنف مذکور لکھتا ہے۔ ایک دن جب مرض نے بہت زیادہ شدت اختیار کر لی تھی اور لوگ مایوس ہو کر جسم کے پھٹ جانے کا اندیشہ کر رہے تھے۔ دفعتہً نیند اور بیداری کے عالم میں ایک نورانی شخص آیا اور مجھ سے کہا توبہ نصوح کرو اچھے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ میں نے توبہ کی غفلت رفع ہونے کے بعد پیشاب کی حاجت ہوئی اور اس قدر پیشاب آیا کہ دو بڑے طشت بھر گئے۔ اس کے بعد سات حصے ورم اتر گیا، دوسرے دن آزاد دلی شیخ عبدالرحمٰن درویش نے لکھا کہ جناب مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ رات کو ہم نے توبہ کرائی ہے بہت جلد شفا ہو جائے گی۔ (ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۰۰ طبقاتِ اکبری)

کتاب اطبائے عہدِ مغلیہ میں صفحہ ۱۱۴۳ ۱۱۴۲ پر حکیم محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں کہ شہزادے نے دورانِ مرض ایک خواب دیکھا تھا اور وہ اپنی صحت کو اسی خواب ہی کا اثر سمجھتا تھا۔ (اوپر والی بات کی تصدیق خود بخود ہو گئی) شہزادے کا تندرست ہو جانے کے بعد اس کے ملازمین نیز بیگمات نے بڑی بڑی رقمیں خیرات کیں، غسلِ صحت کے بعد ایک ہفتہ تک جشن ہوا، اس جشن میں ۱۵ ہزار روپے دعوتوں پر صرف کیے گئے۔ بیگم (زوجۂ اورنگ زیب بادشاہ) نے مبلغ سات ہزار روپے نجفِ اشرف اور کربلائے معلیٰ بھیجے"۔

آٹھواں واقعہ

حضرت علیؑ کی مَنّت کا دھاگہ جب سے پہنا ہے اُس وقت سے میری زندگی میں ایک نئی روشنی پیدا ہو گئی ہے۔ بھارتی اداکارہ ہیلن کا انٹرویو:

اخبارِ جہاں مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۷۴ء، اخباری رپورٹر کے سوالات اور ان کے

جوابات ہیلین کی زبانی :۔

سوال ۲ : ایک خبر اور بھی آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ مسلمان ہو گئی ہیں، کیا یہ سچ ہے ؟

جواب : یہ جھوٹ ہے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں، یہ ضرور ہے کہ میرے گلے میں حضرت علیؑ علیہ السلام کا دھاگہ پڑا ہوا ہے۔ ایک بار میں نے ایک منّت (حضرت علی علیہ السلام سے) مانی تھی وہ پوری ہو گئی۔ کسی دوسرے مذہب کا احترام کرنا بری بات تو نہیں ہے۔ ہاں ایک خاص بات یہ کہ جب سے میں نے یہ دھاگہ پہنا ہے تب سے میری آنکھیں کھلی ہیں اور مجھے بے انتہا فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میں یہاں پر ایک مثال دیتی ہوں۔ ڈی، ایف کراکا کی زندگی پر حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کا کتنا اثر پڑا ہے تو کیا وہ مسلمان ہو گئے ہیں ؟ ! اروڑا (ہیلن کے شوہر) انتہائی متعصب آدمی ہیں اور خاص کر مسلمانوں کے خلاف دل میں بڑی نفرت رکھتے ہیں۔ ہیلن نے جواب دیا " علیؑ ہمارے ہی مولا نہیں ہر انسان کے مولا ہیں جو ان کو دل سے یاد کرتا ہے آپ اس کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔

نواں واقعہ

سرزمینِ کربلا کی خاک کا زندہ معجزہ جہاں اولادِ علیؑ نے اسلام کی خاطر اپنی قربانی دی

یادگارِ غالب مصنفہ مولانا الطاف حسین حالی صفحہ ۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بہادر شاہ ظفر (آخری مغلیہ بادشاہ) سخت بیمار ہوئے، اس زمانے میں مرزا حیدر شاہ شکوہ جو اکبر شاہ کے بھتیجے اور مرزا سلیمان شکوہ کے بیٹے تھے وہ بھی لکھنؤ سے آئے ہوئے تھے اور بادشاہ کے ہاں مہمان تھے۔ ان کا مذہب اثنا عشری تھا۔ جب بادشاہ کو کسی طرح آرام نہ ہوا، مرزا حیدر شکوہ کی صلاح سے خاکِ شفا (کربلائے معلّیٰ کی خاک) دی گئی اور اس کے بعد بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کو صحت ہو گئی۔ مرزا حیدر شکوہ نے نذر

مانی تھی کہ بادشاہ کو صحت ہو جائے گی تو حضرت عباسؑ کی درگاہ میں جو لکھنؤ میں ہے علم چڑھاؤں گا۔

اے دنیا کے پریشان لوگو تم بھی علیؑ اور اولادِ علیؑ سے اپنی پریشانی کے دور ہونے کے لیے منّت مانو انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی۔

دسواں واقعہ

کتاب دستنبو مصنف مرزا اسداللہ خاں غالب، مترجم مخمور سعیدی، الکتاب آرام باغ روڈ کراچی، صفحہ ۹ میں مرزا غالب اپنے مذہب کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں "مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں، مشرک وہ ہیں جو نو مسلموں کو ابو الائمہ کا ہمسر مانتے ہیں دوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحدِ خالص اور مومنِ کامل ہوں۔ زبان سے لا الٰہ الّا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الّا اللہ لا مؤثر فی الوجود اللہ سمجھے ہوئے ہوں۔ انبیاء سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفترض الاطاعت تھے، محمد علیہ السّلام پر نبوت ختم ہوئی، یہ خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین ہیں۔ منقطع نبوت کا مطلعِ امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہیں۔ ثم حسنؑ ثم حسینؑ اسی طرح تا مہدیِ موعود علیہ السّلام ہے۔

بریں زیستم ہم بریں بگذرم

ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں، اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ دوزخ کی آگ کو تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرینِ نبوتِ مصطفوی و امامتِ مرتضوی اس میں جلیں"۔

گیارہواں واقعہ

وہ نگینہ جسکے دیکھنے سے حاجی وارث علی شاہؒ کی زندگی ھی بدل گئی،

کتاب "حیاتِ وارث" تالیف جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ شیدا وارثی لکھنوی ص ۹۹

اور صفحہ ۱۰۰" جب شوقِ زیارتِ نجفِ اشرف نے زیادہ بے چین کیا تو آپ نے عزمِ سفر فرمایا، اور بعد قطعِ مسافت نجفِ اشرف پہونچے اور جدِّ نامدار کے مزار سے لپٹ کر زار زار روتے رہے اور اسی حالت میں عنایتِ حضرتِ مرتضوی سے آپ کا سینہ فیوض و برکات سے معمور ہو گیا اور جو دیکھنا تھا وہ دیکھا۔ چنانچہ مولائے کائنات کے فیوض و برکات سے آپ کا بلا واسطہ مستفیض ہونا اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس حقیر کو ۱۳۱۲ھ میں حضور (وارث علی شاہ نے) نے سفرِ عراق کی جب اشارت فرمائی تو یہ بھی حکم ہوا کہ نجفِ اشرف پہونچنا تو وادی السلام میں دُرِ نجف تلاش کرنا۔ اور باون نگینے دُرِ نجف کے اور باون موئے نجف کے ہمارے واسطے لانا۔ حسبِ ہدایت ایسا ہی کیا، اور بعد واپسی جب ہر دو قسم کے نگینے پیش کیے تو حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ موئے نجف تو لائے مگر تصویرِ نجف بھی دیکھی تھی۔ میں نے عرض کیا دیکھنا کیسا "تصویرِ نجف"، کا نام بھی نہیں سنا اور نہ تصویرِ نجف کی حقیقت معلوم ہے۔ فرمایا جس طرح موئے نجف میں بال دکھائی دیتے ہیں اور اس کو موئے نجف کہتے ہیں، اسی طرح دُرِ نجف میں شیرِ خدا کی شبیہ دکھائی دیتی ہے کہ آپ کھڑے ہیں اور ہاتھ میں ذوالفقار ہے۔ اور اسی کو تصویرِ نجف کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور نے تصویرِ نجف دیکھی تھی۔ اس وقت جناب حضرت (وارث علی شاہ) نے نیچی نظر کر کے آہِ سرد کے ساتھ بے ساختہ فرمایا کہ" اسی کو (تصویرِ نجف نگینہ) کو دیکھ کر یہ حال ہوا ہے "جس نے وارث علی شاہ کو وارث علی شاہ بنا دیا۔

بارہواں واقعہ

قلعۂ خیبر صرف علیؑ نے فتح کیا

تاریخ اسلام مصنف شاہ معین الدین احمد ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور حصہ اول و دوم صفحہ ۵۲، واقعات غزوۂ خیبر ۷ھ میں تحریر فرماتے ہیں"۔۔۔ سب سے اہم قموص کا قلعہ تھا۔ مرحب اسی میں رہتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے خاص اہتمام فرمایا اور پہلے یکے بعد دیگرے حضرت ابو بکر اور عمر کو اس مہم پر مامور فرمایا، لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ دوسرے دن حضرت علیؑ کو علم مرحمت فرمایا۔ مرحب رجز پڑھتا ہوا مقابلہ

میں آیا، حضرت علیؑ نے اسے قتل کیا، اس کے قتل ہوتے ہی یہودیوں کی ہمت چھوٹ گئی اور بیس دن کے محاصرہ کے بعد قموص کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس معرکہ میں ترانوے یہودی اور بیس مسلمان مقتول ہوئے۔"

تیرہواں واقعہ

قلعۂ خیبر کی تاریخی اہمیت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی زبانی

کتاب سفرنامہ ارض القرآن، تحریر محمد عاصم صفحہ ۲۵۲۔۲۵۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء میں ممالکِ عربیہ کا جو سفر اختیار فرمایا تھا۔ اس سفر کی پوری روداد آپ کے رفیقِ سفر محمد عاصم صاحب نے مندرجۂ بالا کتاب میں خود قلمبند کیے ہیں۔

"حصینِ مرحب سے مراد مشہور یہودی سردار مرحب کا وہ قلعہ ہے جسے حضرت علیؑ نے فتح کیا تھا، یہ قلعہ بہت ہی بلند پہاڑی پر واقع ہے اور اس پہاڑی کے دامن میں وہ جگہ ایک مسجد کی شکل میں موجود ہے جہاں حضرت علیؑ نے مرحب کو قتل کیا تھا، اس پہاڑی پر چڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہم خود تو اس پر چڑھ گئے، لیکن سامان کا چڑھنا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ خیبر کو دیکھنے کے بعد سب سے اہم بات جس کا ہمیں اندازہ ہوا وہ یہ کہ عہدِ نبوی کے بہت سے غزوات کو انسان اس وقت تک ٹھیک نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ جا کر ان کے مواقع کو بچشمِ خود نہ دیکھ لے۔"

چودہواں واقعہ

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا"

کتاب حیاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم، مؤلف راجہ محمد شریف۔ ناشر زاہد اکیڈمی جوہر آباد۔ تاریخ اشاعت مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۴۰۳۔ واقعاتِ غزوۂ خیبر کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں" مؤرخین و سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوۂ خیبر محرم ۷ھ میں ہوا۔ حضور سرورِ دو عالم صلعم ذوالحجہ میں حدیبیہ سے لوٹ کر مدینۂ منورہ تشریف لائے۔ بقیہ

ذوالحجہ اور چند روز محرم کے مدینہ میں رہے، پھر اسی ماہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے چونکہ حدیبیہ سے واپسی کو اپنی پسپائی سمجھا تھا اس لیے یہودی اسے جو کچھ بھی سمجھتے اس پر تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ یہودی مسلمانوں کو کمزور خیال کر کے جنگِ احزاب کا داغ مٹانا چاہتے تھے، عرب میں خیبر یہودیوں کا گڑھ تسلیم ہوتا تھا، کیونکہ یہاں ان کو کافی قوت حاصل تھی۔ خیبر کی بستی متعدد قلعوں پر مشتمل اور مدینۂ منورہ سے تقریباً دو سو میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ خیبر کی زمین بڑی زرخیز تھی۔ خیبر کے یہودیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بنو غطفان کے چار ہزار افراد کو اس شرط پر آمادۂ جنگ کر لیا تھا کہ فتحِ مدینہ کے بعد وہ خیبر کی نصف پیداوار ان کو دیں گے۔ غرضیکہ یہودیوں نے مسلمانوں سے معرکہ آرا ہونے کے لیے ان کے چاروں طرف سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اہلِ خیبر کی ان تیاریوں سے پوری طرح آگاہ تھے چنانچہ آپ نے مدینہ سے نکل کر یہودیوں سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ فرمایا .. .. .. ایک قلعہ جس کا نام قموص تھا کسی طرح فتح نہیں ہو رہا تھا۔ صحابہؓ نے اسے فتح کرنے کے لیے بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ محاصرہ کو بیس دن گذر گئے۔ بیسویں دن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "کل علم اُس شخص کو دیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کا نبیؐ بہت کرتے ہیں" سب صحابہ منتظر تھے کہ قرعہ کس خوش قسمت کے نام نکلتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا وہ آنکھیں دکھنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا لعابِ دہن حضرت علیؑ کی آنکھوں پر لگایا جس سے آنکھیں کھل گئیں اور فوری طور پر ٹیسیں جاتی رہیں۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "علیؑ جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو اور پھر لڑو۔ علیؑ ایک آدمی بھی اس وقت تمہارے ذریعہ ایمان لے آئے تو بے شمار مالِ غنیمت سے افضل ہے"۔ قلعۂ قموص کا سردار مرحب عرب میں ہزار بہادروں پر بھاری مانا جاتا تھا، وہ مقابلہ کے لیے بڑھا، ادھر سے حضرت عامرؓ نکلے، مرحب نے ان پر وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عامرؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام مقابلہ پر آئے اور تلوار کے ایک ہی وار سے مرحب کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے"۔

پندرھواں واقعہ

اویس قرنی کی شہادت

۱۔ جناب اویس قرنیؓ عہدِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے۔ آپ مشائخ کرام کے طبقہ میں ایک اہم شخصیت مانے جاتے ہیں۔ آپ نے سرورِ کائنات کا دیدار نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود حضرت رسالتمآبؐ سے اس حد تک محبت کرتے تھے کہ جنگِ احد میں سرورِ دوعالم کے دندانِ مبارک شہید ہوگئے تھے۔ اس کی اطلاع آپ کو ہوئی تو آپ نے جوشِ محبت میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ سرکارِ دوعالم نے اپنا خرقہ (کالی کملی) اپنے انتقال کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو دلوائی۔ تمام زندگی بعد رسالت مآبؐ آپ جنگل میں رہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام دنیاوی خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت آپ شہر کوفہ میں تشریف لے آئے۔ ان کی وفات کا حال داتا گنج بخش سید علی بن عثمان ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن صفحہ ۱۹۸ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: "حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہاں سے کوفہ آگئے۔ اس کے بعد ہرم ابن حیان نے ایک روز انھیں دیکھا۔ اس کے بعد جنگ وغزواتِ علی کرم اللہ وجہہٗ تک کسی نے نہ دیکھا۔ پھر جبکہ حربِ صفین ہوا اس میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی علیہ السّلام کی طرفداری میں آئے (معاویہ کی مخالفت و مقابلہ میں) شریکِ حرب ہوکر شہید ہوگئے۔ زندہ رہے تو حضورؐ کی زبانِ مبارک سے تعریف ہوئی۔ انتقال فرمایا تو شہادت پائی۔ رضی اللہ عنہ۔"

حضرت اویسِ قرنیؓ کی شہادت بھی حضرتِ علی علیہ السلام کے حق اور امیر معاویہ کے باطل پر ایک مزید دلیل ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ اسی واقعہ کو حضرت شہیدِ ثالث نور اللہ شوستریؒ نے اپنی مشہور کتاب مجالس المومنین صفحہ ۱۲۴ میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ "پس ایک مرد آیا جو صوف کے پرانے کپڑے اوڑھے اور سر منڈائے ہوئے تھا۔ پس اس نے قتل ہونے کے لیے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ اویسِ قرنیؓ ہیں۔ (اس کے بعد آپ کی شہادت ہوئی)

۳ ۔ اسی واقعہ کو سیرت جناب سہیل یمنی المعروف خواجہ اویس قرنی مؤلفہ عبدالرحمٰن شوقؔ امرتسری مصنف تاریخِ اسلام ۔ ناشر ملک دین محمد اینڈ سنز صفحہ ۷۹ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ "ہرم بن حیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؓ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تشریف لائے ۔ آپ نے امیرالمومنین کو سلام کیا، علی مرتضیٰ خواجہ اویسؓ کے تشریف لانے سے نہایت خوش ہوئے اور جوابِ سلام کے بعد بڑی مسرت کے ساتھ آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور بہت اچھی طرح آپ کی خیریتِ مزاج اور دیگر حالات دریافت کیے ۔ خواجہ اویسؓ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قریب تھے ۔ دونوں بزرگانِ اسلام میدانِ صفین کی طرف روانہ ہوئے ، اور خواجہؓ نے اسی میدانِ جنگ میں شہادت حاصل کی "۔

سولھواں (۱۶) واقعہ

حضرتِ علیؑ دینی معاملات میں کسی کی رعایت نہ کرتے تھے

کتاب تاریخ الدولتین مؤلفہ نیاز فتح پوری ناشر اظہر پبلیشنگ ہاؤس لاہور ص ۴۸-۴۹ میں تحریر کرتے ہیں " حضرت علی بن ابی طالبؑ کے زہد وورع ، خلوص وتقویٰ کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں ۔ آپ نہایت پُر جوش قلب رکھتے تھے ، اور اپنے افعال واقوال کے لحاظ سے نہایت متقی شخص تھے ۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر آتا تھا ۔ آپ کبھی کسی صداقت کے مقابلہ میں مصلحت اندیشی یا ڈپلومیسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے ۔ آپ کے تمام حرکات وافعال خالص مذہبی ہوتے تھے اوران میں کسی اور خیال کا اثر شامل نہ ہوتا تھا ۔ آپ کی زندگی اس قدر سادہ تھی کہ جب رسول اللہؐ کی محبوب صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے آپ کا نکاح ہوا توسوائے ایک کھال کے آپ کے گھر میں اور کوئی چیز نہ تھی ۔ جب خلیفہ ہوئے اور اصفہان سے خراج آیا تو آپ نے اس کے سات حصے کر کے برابر تقسیم کر دیئے ۔ ایک روٹی باقی رہ گئی تھی اس کے بھی سات ٹکڑے کر کے دیئے ۔ آپ کی عسرت کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک کرتہ جسم پر ہوتا تھا ۔ اور آپ سردی سے کانپنے لگتے تھے "۔

اسی کتاب میں آگے چل کر وہ کردار و اوصافِ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" ایک بار کا واقعہ ہے کہ مصقلہ بن ہبیرہ الشیبانی نے جو حضرتِ علیؑ کی طرف سے اردشیر کا گورنر تھا۔ ۵ سو قیدیوں کو ۵ لاکھ درہم میں خرید کر آزاد کر دیا۔ جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس رقم مطالبہ کیا۔ مصقلہ نے نصف رقم ادا کر دی اور جب باقی نصف کا سختی کے ساتھ تقاضا کیا گیا تو اس نے کہا کہ اگر معاویہ ہوتے تو وہ کبھی مطالبہ نہ کرتے اور حضرتِ عثمان ہوتے تو ساری رقم خود ادا کر دیتے۔ لیکن چونکہ حضرت علیؑ کی طرف سے اسے کسی رعایت کی توقع نہ تھی اس لیے وہ اسی رات بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امیر المومنینؑ اصول، احکامِ شریعتِ مطہرہ کے معاملات میں کسی سے کسی رعایت کو گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ دین کے معاملہ میں مصلحت اندیشیوں کو گناہ تصور کرتے تھے، اور گناہ کا تصور بھی ان کے لیے گناہ ہے۔

سترھواں واقعہ

ایمانِ مرتضویؑ

کتاب پیغمبرِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم مصنف مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری۔ ناشر ادارہ ثقافتِ اسلامیہ پاکستان، کلب روڈ لاہور صفحہ ۲۴۲ میں ایمانِ جناب امیر علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں :۔" ہجرت کی شب میں حضورؐ نے جب علیؑ کو حکم دیا تھا کہ میری چادر اوڑھ کر بستر پر سو رہو۔ اور ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی دیدی کہ تمھیں کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ امانت والوں کو امانتیں واپس کر کے تم بھی چل کھڑے ہونا۔ ایسی بھیانک رات میں کیسے نیند آسکتی ہے جب کہ جان و ایمان سے بڑھ کر محبوب جدا ہو رہا ہو اور باہر تلواریں خون کی پیاس سے بیتاب ہو رہی ہوں۔ بظاہر اوپر تلواروں کی نوکیں ہیں اور نیچے کانٹوں کا فرش ہے۔ لیکن تعمیلِ حکم کے آگے گردن جھکا دیتے ہیں اور صرف تعمیلِ ارشاد ہی نہیں۔ اس خوشخبری پر اتنا یقین بھی ہے کہ آرام کی نیند سو جاتے ہیں۔ ایسی میٹھی اور خوش گوار نیند جو شاید اس سے

پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ ایمان کی یہ پختگی اور قلب کا یہ ایمان علی مرتضیٰؑ کے سوا اور کسے حاصل ہوسکتا تھا۔"

صفحہ ۳۰ پر تحریر کرتے ہیں :۔ "اول ایمان لانے والوں میں ایک شیرِ نر بھی ہے جو ہے تو ابھی نو دس کی عمر کا لیکن پختہ فہمی، فراست اور حقیقت رس میں بہتوں سے آگے ہے، جسمانی طور پر مرحلہ بلوغ نہ طے کیا ہو لیکن عقلِ بالغ کی پختگی رکھتا ہے۔ اپنے بچپنے میں بھی اسی طرح سمجھ بوجھ کر اپنے عم زاد بھائی کی صداقت پر ایمان لاتا ہے جس طرح کوئی سن رسیدہ پختہ کار ایمان لا سکتا ہے، یہ تو اپنی کم سنی میں اسلام قبول کرنے پر یوں فخر کرتا ہے کہ "میں نے تو اسلام قبول کرنے میں تم سب پر اس وقت شرفِ اولیت حاصل کیا ہے جبکہ میں کم سن تھا اور بالغ بھی تھا۔"

نوٹ :۔ اس عبارت میں آخری جملہ امیر المومنینؑ کا ہے جس میں آپ نے ان لوگوں پر جو خلافت کے دعویدار تھے اپنی افضلیت کی ایک اور دلیل سے زیر فرمایا ہے۔ حالانکہ درحصل آپ سابق الایمان ان معنٰی میں ہیں کہ جب عالمِ انوار میں تھے آپ نے رسولِ اکرمؐ کی نبوت کی گواہی دی۔ اس وقت صرف دو ہی تھے، رسولؐ اور علیؑ، چنانچہ سرکارِ رسالت پناہ نے فرمایا "میں اور علی ایک نور سے ہیں"۔ ایک نور کے دو ٹکڑوں میں سے ایک مومن اور ایک کافر نہیں ہوسکتا۔ اگر حضرتِ محمدؐ ازل سے مومن ہیں تو علیؑ بھی ازل سے مومن ہیں۔ جس طرح سرکارِ رسالت پناہ نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا حالانکہ آپ ازل سے نبی تھے، اسی طرح حضرتِ علی مرتضیٰؑ نے بھی آپؐ کی آواز پر اس وقت لبیک کہا جب سب کی زبانیں گنگ تھیں حالانکہ آپ ازل سے مومن ہیں۔ خانۂ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی اور سب سے پہلے آغوشِ رسولؐ میں روئے انورِ حضورِ اکرمؐ کی زیارت فرمائی، نور کے دونوں ٹکڑے مل گئے اور علیؑ نے رسولؐ کی آغوش میں توریت، زبور، انجیل اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ لہٰذا یہ گمان کرنا کہ آپ بھی دوسروں کی طرح نعوذ باللہ کافر تھے اور بعد میں ایمان لائے درست نہیں ہے۔ (وصی)

اٹھارواں واقعہ

رسولِ اکرمؐ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں دو مختلف وقتوں میں ساتھ پڑھیں

ہمارے اکثر سنی بھائی یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ شیعہ ظہر اور عصر، اس کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔ حضرتِ رسولِ اکرمؐ بھی اکثر اسی طرح نماز ادا فرماتے تھے۔ جیسا کہ کتاب پیغمبرِ انسانیت صفحہ ۵۰۶ پر مولانا محمد جعفر پھلواروی نے تحریر فرمایا ہے: "غدیرِ خم کے مقام پر آپؐ نے تمام مسلمانوں کو روک کر ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" یعنی جو مجھے اپنا حاکم و افسر تسلیم کرتا ہے وہ علیؑ کو بھی مانے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے آپ کو مبارکباد دی۔ خطبے کے بعد حضورؐ کے حکم سے بلالؓ نے اذان دی اور ظہر و عصر ملا کر ادا کی، پھر موقف میں دیر تک قبلہ رو ہو کر کھڑے دعا مانگتے رہے، قریبِ مغرب اسامہؓ بن زید کو اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا کر مزدلفہ پہنچے، مغرب پڑھ کر فوراً عشاء پڑھی۔"

انیسواں واقعہ

کتاب "تذکرۂ خاصانِ خدا"، از مصطفائی بیگم۔ ناشر الکتاب گنج بخش روڈ لاہور عہدِ شاہجہانی کے ایک مستند تذکرے کی تلخیص و ترجمہ صفحہ ۴۴ اور ۴۵۔ حالات خاتمہ خلفائے راشدین وصیِ رسول رب العالمین مقربِ بارگاہِ احدیت واقفِ اسرارِ صمدیت، مظہر العجائب والغرائب بادشاہِ ذالاجاہ سرچشمۂ اولیاء اللہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ میں تحریر ہے کہ "ایک مرتبہ جبکہ آپ مسجدِ کوفہ میں مقیم اور عبادت و ریاضت میں مصروف تھے، ایک غریب نابینا مسافر بھی اسی مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ اس کی غریبی و مصیبت کی وجہ سے بہت متاثر ہوتے اور جب رؤسائے کوفہ میں سے کسی کے یہاں دعوت ہوتی تو روزے کا عذر کر کے اپنا کھانا اس کے لیے لے آیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز وہ

نابینا امامِ عالی مقام حسن ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں شرفا و اکابرینِ شہر کے ساتھ مدعو تھا۔ امام حسینؑ نے بچشمِ خود دیکھا کہ وہ دستر خوان پر عمدہ اور لذیز کھانوں کو علیحدہ رکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عزیزِ من تم کھانا کھالو۔ اگر لے جانا چاہتے ہو تو اور کھانا موجود ہے۔ اس نے کہا یہ کھانا میں اپنے مشفق و مہربان کے لیے لے جانا چاہتا ہوں۔ امام نے پوچھا تمھارا مشفق کون ہے؟ کہا کہ میرا مشفق والم الصّوم اور شب بیدار ہے۔ فرمایا کہ اور زیادہ واضح کرو تا کہ اچھی طرح معلوم ہو جائے۔ کہا کہ وہ بھوکوں کو آسودہ اور لوگوں کو پند و نصیحت سے مستفید کرتا ہے۔ فرمایا کہ مزید وضاحت کرو تا کہ واضح تر ہو جائے۔ کہا کہ جب وہ تکبیر کہتا ہے تو دیوار، درخت، پتھر اور ڈھیلے اس کے ہم زبان ہوتے ہیں، اور افطار کے وقت ایک مٹھی جَو کے سَتّو اور ایک چلّو پانی پر اکتفا کرتا ہے۔ چنانچہ میں اسی یارِ وفادار کے لیے یہ کھانا آپ کی محفل سے لے جانا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کو سنتے ہی امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا اے عزیز دوست جن کے اوصاف تم نے بیان کیے وہ میرے والدِ بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔"

(۲) صفحہ ۶۸: "فتحِ مکّہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے اور وہاں کے بتوں کو اپنے دستِ مبارک سے توڑا، ایک بُت جو اونچائی پر زمین میں گڑی ہوئی سلاخ میں پیوست تھا باقی رہ گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا حضورؐ میرے کاندھوں پر چڑھ کر اس بُت کو توڑ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا" اے علیؑ تم نبوت کے بار کو نہیں اٹھا سکو گے اس لیے حضرت علیؑ نے حضورؐ کے شانوں پر کھڑے ہو کر اس بات کو پاش پاش کر دیا۔"

(۳) صفحہ ۱۶۸-۱۶۹: "حضرت علیؑ کو بچپن ہی سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معیت کی سعادت حاصل رہی۔ حضورؐ نے بہ نفسِ نفیس آپ کو قرآن و حکمت کی تعلیم دی۔ قرآنِ کریم جو کہ تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ اس سے آپ پوری طرح سیراب تھے۔ آپؓ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا تھا جنھوں نے حضورؐ کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپ نے بچپن سے لیکر وفاتِ نبیؐ تک تقریباً تینس ۳۳ سال حضورؐ کی خدمت و رفاقت میں بسر کیے۔ اس مسلسل رفاقت

ومحبّت کے سبب آپؑ اسلام کے احکام، فرائض اور ارشاداتِ نبویؐ کے سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے بڑے عالم تھے، آپ کو فقہ و اجتہاد میں کامل دسترس اور غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔"

بیسواں واقعہ

شیخ بو علی سینا اور حُبِّ علیؑ

کتاب سرگزشت از مولانا لقا علی حیدری صاحب حیدری مرحوم، صفحہ ۳۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کے علم اور فضیلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب کبھی کوئی شخص شیخ بو علی سینا سے حضرت علی علیہ السلام کے علم اور فضیلت کے متعلق دریافت کرتے تھے تو وہ کہتے تھے "اُس جناب کی فضیلت اور علم بیان کرنے کے واسطے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ کائنات میں علیؑ ہر شئے سے مستغنی تھے اور ہر شئے کو ان کی احتیاج (ضرورت) تھی۔"

اکیسواں واقعہ

کتاب محسنِ اعظم اور محسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم از فقیر سیّد وحید الدین۔ ناشر فقیر اسپننگ ملز لمیٹڈ کراچی۔ صفحہ ۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹ میں مختلف جگہوں پر مختلف مضمون کے تحت فضائل و مناقب جناب امیر علیہ السلام کے اس طرح بیان کیے ہیں کہ جن کو پڑھ کر دیدۂ دل روشن ہو جاتا ہے۔ اس میں سے چند اقتباسات نذرِ قارئین ہیں:-

(۱) صفحہ ۱۶۶:- "تبوک کے علاوہ تمام جنگوں میں حضرت علیؑ نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، اور اسد اللہ (یعنی اللہ کا شیر) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جنگ احد میں آپ کے جسم پر سولہ زخم آئے۔ فتحِ خیبر کے لیے حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہؓ مامور ہوئے مگر خیبر فتح نہ ہو سکا، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا "کل میں اُس شخص کو علم دوں گا

جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اس کو چاہتے ہیں۔ ہر صحابی اس شرف کا امیدوار تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے لیے یہ شرف مقدّر فرما دیا تھا۔ حضورؐ نے علم حضرت علیؑ کو عطا فرمایا اور شیرِ خدا کے ایک ہی حملے میں خیبر فتح ہو گیا۔"

بائیسواں ۲۲ واقعہ

امیر کبیر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور حُبِّ علیؑ

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؑ سے محبت و مودّت کا ذکر اور فیضان کا ذکر شاہِ ہمدان نے جابجا اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ ان کی اکثر تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار مولائے کائناتؑ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں جنابِ علی مرتضیٰؑ سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتا ہوں بلکہ میں علیؑ شناس ہوں"۔ وہ اپنی کتاب روضۃ الفردوس میں تحریر کرتے ہیں کہ :- "اگر لوگ حُبِّ علیؑ پر جمع ہو جاتے تو خلّاقِ عالم دوزخ کو نہ بناتا۔"

کتاب امیر کبیر سید علی ہمدانی از ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر، ناشر ندوۃ المصنفین سمن آباد لاہور، صفحہ ۱۵۰ میں تحریر کرتی ہیں کہ "حضورؐ کا یہ ارشادِ گرامی دلیل ہے کہ اسرار و معارفِ توحید کا سرچشمہ انوارِ معالم تحقیق کا مطلع علیؑ مرتضیٰ ہیں، کمال درجات کا حصول، اہلِ کشف و شہود کے اسرار کی عقدہ کشائی آپ سے ہوتی ہے ہر ولی کے انوارِ حقائق۔ ولایتِ علیؑ کی مشک سے منور ہوتے ہیں۔ امام ہادی کے ہوتے ہوئے کسی غیر کی متابعت بے بصیرتی ہے۔ اسی کتاب میں آگے تحریر فرماتی ہیں کہ روزِ حشر علی ابن ابی طالب کی محبت کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

(مجموعہ احادیث روضۃ الفردوس)

تیئیسواں[۲۳] واقعہ

شیخ سعدیؒ اور حب علیؑ

شیخ سعدیؒ کے مندرجہ ذیل اشعار کلیاتِ سعدی صفحہ ۱۴۴۴ میں موجود ہیں۔

سعدی گر عاشقی کنی و جوانی — عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

کلیاتِ سعدی صفحہ ۴۲۹ :-

دیباچہ مروّت و سلطانِ معرفت — لشکر کشِ فتوّت و سردارِ اتقیا

مردمی جو نبی ندانند کس — راہ مردم علیؑ شناسد و بس

چوبیسواں[۲۴] واقعہ

خواجوی کرمانی اور حُبِّ علیؑ

کتاب خلاصۃ المناقب برگ ، میں خواجوی کرمانی کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے :-

مہر او از آسماں لافتیٰ اِلّا علیؑ
تیغ او از گوہرِ لا سیف الّا ذوالفقار

پچیسواں[۲۵] واقعہ

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی اور حُبِّ علیؑ

دیوانِ موصوف صفحہ ، پر مشہور صوفی شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ایک موقع پر جناب علیؑ کی مدح میں یوں رطب اللسان ہیں :-

ہر کہ را نام جوانمردی سزا است
پیشوای او علیؑ مرتضیٰ است

چھبیسواں واقعہ

مرتبۂ سربراہ اسلام

کتاب اخبار الاخبار صفحہ ۲۱ جناب شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ دکھاتے ہیں کہ وہ تمام صفات اور مراتب جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام میں موجود تھے اور ساری کائنات کو اُن تمام فیوض سے مالامال کرنے کے لیے وہی حضرت وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ محدّثِ دہلوی لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت علی علیہ السلام جن سے شجرۂ علم ولایت کا آغاز ہونا مشہور ہے اس شجرہ سے درختِ طوبیٰ کی مانند بہت زیادہ شاخیں نکلی ہیں۔ جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہیں اور پوری دنیا حضرت علی کے نورِ جمالِ ولایت کا پورا پورا حصہ اور مکمل فیض حاصل کیا، اور اپنی معصومیت کی بنا پر ولایتِ معنوی کا پرچم بلند کرتے ہوئے ظاہری ریاست دوسروں کے لیے چھوڑ دی۔"

(مذہبِ شیعہ از سیّد محمد احسن زیدی)

ستائیسواں واقعہ

میلادِ مرتضوی اور سہرا

کتاب مذہب شیعہ از مولانا سیّد محمد احسن زیدی صفحہ ۱۲۲ :۔

"حضرت شاہ دلدار علی (شاعر) مذاق تخلص بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۳ء مشہور تفضیلی بزرگ گزرے ہیں۔ انھوں نے روہیلکھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہ کا میلاد شریف "میلادِ مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروّج کیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے

موقع پر گایا جاتا ہے۔ اس سہرے کا پہلا شعر یہ ہے:-

علی نوشہ بنا، سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلعت نبیؐ سے خلق کی حاجت روائی کا

۲۸
اٹھائیسواں واقعہ

خطبۂ جمعہ میں علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ پڑھنے کا حکم

اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنی مشہور ہیں۔ مگر اُن کے مصاحبین و امراء میں اہلِ تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے۔ اورنگ زیب کا فرزند بہادر شاہ اول تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں:-

"چوں بہ تحقیق خود مذہبِ شیعہ امامیہ را حق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمودہ۔"

اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہوا "در ترویج و تقویت مذہبِ شیعہ می کوشید" سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۳۸۱۔ پھر لکھتے ہیں۔ "پھر اس نے اپنے نام میں سید کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۷۰۹ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خاں کے مشورے سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ داخل کیا جائے۔"

(کتاب مذہبِ شیعہ از مولانا سید محمد احسن زیدی صفحہ ۱۳۰)

۲۹
انتیسواں واقعہ

بیرم خان سپہ سالار ہمایوں بادشاہ اور حبِّ علیؑ

کتاب مذہبِ شیعہ از مولانا سید محمد احسن صفحہ ۱۰۶ میں حضرت علی علیہ السّلام کی

کی تعریف میں بیرم خاں کا ایک پُرجوش قصیدہ جو ماثر رحیمی میں نقل ہوا ہے اس کا ایک مطلع اپنی مندرجۂ بالا کتاب میں تحریر کرتے ہیں جس میں بیرم خاں کا حضرت علی علیہ السلام سے عشق ظاہر ہوتا ہے :-

شہے کہ بگذرد از نہہ سپہرِ افسرِ اُو
اگر غلامِ علیؑ نیست خاک بر سرِ اُو

ترجمہ : "اگر وہ بادشاہ کہ جس کا افسر نو عدد آسمانوں سے بلند تر ہو۔ اگر وہ علیؑ کا غلام نہیں تو خاک اس کے سر اور چہرہ پر۔"

تیسواں واقعہ

"ناصرِ انبیاء علیؑ حاصلِ اولیاء علیؑ"

حضرت شمس تبریزؒ اور حبِّ علی علیہ السّلام

کتاب نورِ محمدؐ اور ذرۂ نور (ایٹم) مرتبہ ڈاکٹر کاظم علی رسا صفحہ ۱۱۲، ناشر ہیلر صدر بازار حیدر آباد سندھ میں نورِ محمدیؐ نورِ مرتضویؑ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت شمس تبریزؒ کے قصیدہ کے چند شعر نقل کرتے ہیں۔ جن سے شمسؒ تبریز کی حضرتِ علی علیہ السّلام سے ان کی بے پناہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے :-

شاہِ ولایتم علیؑ جامِ شہادتم علیؑ ۔۔۔ عینِ ہدایتم علیؑ ، راہنمائے انبیا
ناصرِ انبیا علیؑ ، حاصلِ اولیا علیؑ ۔۔۔ واصلِ کبریا علیؑ ، ناز کنی تو ماجرا
نقطۂ ہادی ہو علیؑ خازنِ لا و ھو علیؑ ۔۔۔ در ہمہ شے ہو علیؑ ، واں کہ علی است خدا

شمس علیؑ است در دلم نورِ علیؑ است حاصلم
من بہ علیؑ چہ واصلم یافتہ ام سرِ خدا

اکتیسواں واقعہ ۳۱

امام احمد بن حنبلؒ کی حق گوئی — !

کتاب "کربلا کا مسافر" مرتبہ علامہ مشتاق احمد نظامی مدیر پاسبان، ناشر مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، بعنوان "حضرت علیؑ کی خلافت" پر اہلِ حل وعقد کا اجماع صفحہ ۱۲۵ پر تحریر کرتے ہیں :-

" حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مقابل (معاویہ) سے قتال میں حق پر تھے کیونکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ حضرت علیؑ کی خلافت کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ صحابہ میں اہلِ حل وعقد آپ کی خلافت پر متفق ہیں۔"

بتیسواں واقعہ ۳۲

امامِ غزالیؒ کی راست گوئی

کتاب "کربلا کا مسافر" مرتبہ علامہ مشتاق احمد نظامی، مدیر پاسبان، صفحہ ۱۲۵۔ ۱۲۶ پر رقمطراز ہیں کہ :-

"حضرت علیؑ اور ان کے مخالفین کے زمانے میں تو رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر خلافت کی امید دوسرے لوگوں کے لیے منقطع کر دی کہ جب دو خلیفہ کے لیے بیعت کی جائے تو بعد والے کو قتل کر ڈالو اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک ہی حق دو آدمیوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ خلافت نہ تو جسم ہے جو بٹے، نہ عرض کہ متفرق ہو، نہ جوہر اس کی حد بندی ہو تو اسے کس طرح بیچا جائے گا، اور کس طرح ہبہ کیا جائے گا۔ اور اس باب میں ایک حدیث قاطعِ نزاع ہے۔ سب سے پہلا فیصلہ جو قیامت کے

دن ہو گا۔ حضرت علی و معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہو گا۔
تو خدا حضرت علیؑ کے حق میں فیصلہ کرے گا اور بقیہ تحت مشیتِ الٰہی
ہوں گے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "عمارؓ تجھے باغی
گروہ قتل کرے گا"۔ تو امام باغی نہیں ہوسکتا۔ پس امامت دو
آدمیوں کے لیے نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ربوبیت دو کے لیے نہیں"۔
مندرجۂ بالا عبارت میں کس وضاحت سے امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔
"بیعتِ اولیٰ حضرت علیؑ کی تھی اور وہی حق ہے اس کے بعد دوسرے کی
بیعت کا امکان ہی ختم ہے جیسا کہ حکمِ رسولؐ ہے۔ یونہی حدیثِ رسولؐ
ہے کہ حضرتِ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا، باغی کے جو معنی بھی ہوں،
پس جن لوگوں نے حضرت عمار کو قتل کیا امامِ حق ہوں گے؟"

تینتیسواں واقعہ

اگر یہ کام پورا ہو گیا تو اللہ کی نافرمانی کبھی نہ ہو گی

غدیرِ خم ایک جگہ کا نام ہے جو مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کے واقع ہے۔ غدیرِ خم
جحفہ سے ۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آخری حج سے واپسی پر آنحضرتؐ
نے پالانِ شتر کا منبر بنوایا اور اس پر کھڑے ہو کر تکمیلِ دین کی بشارت اس طرح دی کہ
آپ نے حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں جس کا مولا ہوں یہ علیؑ
بھی اس کا مولا ہے" اسی دوران جب کہ آپ صحابہؓ کے ایک لاکھ سے زیادہ مجمع کو علیؑ کی
ولایت کی تاکید فرما رہے تھے تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ "جب رسول اللہ صلعم نے غدیر کے
مقام پر علی علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا تو ابلیس کی ایسی چیخ نکلی جس کو دنیا کی ہر مخلوق نے
سنا۔ ابلیس کے چیلوں نے کہا کہ اے ہمارے سردار و ہمارے آقا آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم نے

ایسی وحشتناک چیخ کبھی نہیں سنی۔ ابلیس نے کہا "نبیؐ نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ اگر یہ کام ہو گیا تو اللہ کی نافرمانی کبھی نہ ہوگی"۔ انھوں نے کہا۔ اے ہمارے سردار آپ اس وقت آپ تھے جب منافقین نے کہا آپ نہیں دیکھتے کہ اس کی آنکھیں اس طرح گردش کر رہی ہیں جیسے جنون ہو گیا ہو، اس بات سے ان کا اشارہ رسولؐ کی طرف تھا۔ شیطان نے یہ سنکر ایک چیخ لگائی اور وہ خوش ہوا، اور وہ اپنے دوستوں کو جمع کر کے کہنے لگا کہ تم نہیں جانتے کہ میں نے اس سے پہلے آدم کے ساتھ بھی ایک چال چلی تھی۔ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ شیطان نے کہا کہ آدم نے صرف عہد اور وعدہ کو توڑ دیا تھا۔ اللہ کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا ان لوگوں نے تو عہد کو بھی توڑا ہے اور رسول اللہ کے ساتھ کفر بھی کیا ہے۔ جب رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے علی علیہ السلام کے بجائے ایک اور آدمی کو کھڑا کر دیا تھا۔ شیطان نے بادشاہ کا تاج پہن کر اپنے گھوڑوں اور مردوں کو جمع کیا اور کہا خوش ہو جاؤ جب تک امام کھڑا نہ ہوگا اللہ کی اطاعت نہیں ہوگی"۔

(کتاب اثبات الوصیۃ مؤلفہ علامہ حسن بن یوسف علامہ حلیؒ ترجمہ مولانا ملک محمد شریف ناشر مکتبۃ الساجد۔ ۵ ۸ شمس آباد کالونی ملتان۔ صفحہ ۱۶۔۱۷)

(۲) اسی سلسلہ میں امام غزالی سر العالمین مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹ پر تحریر کرتے ہیں:۔

"رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں خم غدیر کے دن فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے۔ بعد میں لوگوں کو سرداری کی حرص اور شوق غالب ہو گیا اور ستونِ خلافت اٹھانے اور علم ہائے بزرگ کے ہار بنانے اور گاڑنے اور آوازہائے حرکت علم کی حرص فراہم کرنے انبوہ گھوڑوں کے اور شہروں کی فتح ان سب امور نے ان لوگوں کو حرص کا ایسا کاسہ پلایا کہ وہ اپنی پہلی مخالفت کی طرف پلٹ گئے اور نبیؐ کے حکم من کنت مولاہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ پس انھوں نے بہت برا کیا"۔

نوٹ: اس حدیث شریف کے متعلق اگر کوئی محقق کامل معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ الغدیر تصنیف کردہ علامہ عبدالحسین احمد الامینی کی گیارہ جلدیں ملاحظہ کرے۔

بقول علامہ ذہبی جریر طبری نے جو اس حدیث کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس حدیث کی کثرتِ طرق کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ آج اگر کوئی صاحبِ دل اور روشن ضمیر الغدیر کی گیارہ ضخیم جلدوں کا مطالعہ کرے تو خدا جانے اس کا کیا حشر ہو۔ کاش ہمارے علمائے کرام ان تمام جلدوں کا اردو ترجمہ بہ تعاون صاحبان ثروت شائع کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔ افسوس کہ ایک جلد کا ترجمہ مرحوم راجہ صاحب محمود آباد کی سرپرستی میں اب سے تقریباً پندرہ سال قبل شائع کیا جا رہا تھا۔ ترجمہ ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر مدظلہٗ العالی نے فرمایا تھا۔ اور اس کی اشاعت کے لیے ایک کثیر رقم ایک افریقی تاجر نے دی تھی اور یہ رقم مرحوم مولانا آقا مرزا مہدی پویا صاحب کے پاس جمع تھی۔ لیکن نامعلوم وجوہ کی بناء پر یہ جلد اب تک منظرِ عام پر نہ آسکی۔ اور قبلہ جوہر صاحب کی محنت بھی اکارت گئی۔ (وصی)

اس حدیثِ مستند کے ضمن میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

سعدیا شیراز یا آخر چہ می پرسی بگو
کیست بعد از مصطفےٰؐ مولائے کل مولا علیؑ

عبث در معنیِ من کنت مولا می روی ہر سو
علیؑ مولا بہ آں معنیٰ کہ پیغمبرؐ بود مولا

---

۳۴ چونتیسواں واقعہ

سلام اُس پر جس کا نام علیؑ ہے

کتاب ایمانی جواہر ریزے مؤلفہ سید الطاف حسین شاہ ہمدانی حصہ اول صفحہ ۴۶ مطبوعہ دبیر پرنٹنگ پریس گاڑی کھاتہ حیدر آباد۔ اپنی اس کتاب میں علمِ ابجد کی روشنی میں فضائلِ مولائے کائنات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جیسے لفظ خود بخود کلام کرتے ہیں۔

مؤلف کی اپنی تحریر سے چند مثالیں:

(۱) علیؑ — ع = عین اللہ

ل = لسان اللہ

ی = ید اللہ

( ) ۵ علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے

عصائے[۱] پیر ہے تیغِ[۲] جواں ہے حرزِ طفلاں[۳] ہے

اسم/حروف	عددی قیمت	حاصل	
ع	۷۰	عصائے پیر (زمانۂ پیری)	۵
ل	۳۰	تیغِ جواں (زمانۂ جوانی)	
ی	۱۰	حرزِ طفلاں (زمانۂ طفلی)	

چوں بحکمِ خالقِ بی چوں کشودم (ل) و (ب)

لب نہ بندم یک نفس از مدح (ع) و (ل) و (ی)

(ع) و (ل) و (ی) بدل دارم مگر گوید خلق

ایں سعادت نیست بر (س)، و (ع) و (د) و (ی)

(شیخ سعدی)

نوٹ: ۵ شاعر نے اس مصرع میں علیؑ کے نام کی برکتوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ علیؑ کا نام "عصائے پیر ہے" یعنی جس طرح بوڑھوں کو عصا سہارا دیتا ہے اسی طرح ان کے لیے نامِ علیؑ سہارا ہے۔ (۲) "تیغِ جواں ہے" علیؑ کا نام جوانوں کے لیے تیغ ہے کہ اس نام سے ان کو جہاد میں فتح حاصل ہوتی ہے اور دشمن مغلوب ہوتا ہے۔ (۳) "حرزِ طفلاں ہے" نامِ علیؑ بچوں کے لیے تعویذ ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ کوئی جادو یا آسیب اثر نہیں کر سکتا۔

پینتیسواں[۳۵] واقعہ

حافظ شیرازی اور حُبِّ علیؑ

مولائے کائنات علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے فضائل میں حافظِ شیرازیؒ کہتے ہیں:

آں را کہ دوستیِ علیؑ نیست کافر است | گو زاہدِ زمانہ و گو شیخ راہ باش
حافظ طریقِ بندگیِ شاہ پیشہ کن | وان گاہ در طریقِ مردان راہ باش

۳۶
چھتیسواں واقعہ

اعلیٰحضرت میر عثمان علیخاںؒ نظامِ دکن اور حبِّ علیؑ

اعلیٰحضرت نظامِ دکن میر عثمان علی خاں مرحوم ایک بلند مرتبہ عالم، عظیم مفکّر، اور مشہور شاعر تھے۔ وہ محبتِ آلِ محمدؐ میں سرشاری کے عالم میں فرماتے ہیں:

علیؑ نبیؐ سے نبیؐ ہیں علیؑ سے یہ حق ہے
ہم اس حدیث کو اُمّ الکتاب سمجھے ہیں
جو سچ کہو تو خدائی میں بندۂ یکتا
علیؑ کے بعد رسالت مآبؐ سمجھے ہیں

۳۷
سیتیسواں واقعہ

کتاب "احادیثِ نبوی در شانِ مولا علیؑ"، از ڈاکٹر زاہد حیدری صفحہ ۱۱، مقدمہ آقای علامہ مفتی سیّد طیب آغا الجزائری۔ اس کتاب میں سرورِ کائناتؐ کا ایک ارشادِ گرامی اس طرح درج ہے:۔

"اگر مجھ کو اپنی امت کے اس طرح بہکنے کا ڈر نہ ہوتا جس طرح نصاریٰ عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں بہک گئے تو میں علی ابن ابی طالب کے بارے میں ایک ایسی بات کہتا کہ وہ جہاں سے گذرتے لوگ ان کے پیروں کی خاک اٹھا کر (آنکھوں سے لگاتے) یعنی تبرک حاصل کرتے"۔

اڑتیسواں واقعہ ۳۸

کُلِّ ایمان کا مقابلہ کُلِّ کفر سے

سوانح عمری حضرتِ علیؑ (ارجح المطالب) مصنفہ مولانا عبداللہ بسمل امرتسری۔ صفحہ ۲۱۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ :-

"فضل اللہ بن روزبہان کشف الغمہؔ سے ناقل ہیں کہ جمہور اہلِ سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السّلام عمرو بن عبدِود کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے"۔

انتالیسواں واقعہ ۳۹

نبیؐ و علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

کتاب احادیثِ نبویؐ درشانِ مولا علیؑ از ڈاکٹر زاہد حیدری صفحہ ۴۶، اور کفایتہ الطالب تالیف گنجی شافعی۔ صفحہ ۲۵۶ پر تفصیل کے ساتھ یہ حدیث درج ہے، وہ اپنے اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرتِ عمر نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابوبکر نے یہ روایت کی انھوں نے ابوہریرہ سے سنا کہ وہ ایک روز سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کیا حضورؐ نے جوابِ سلام دیا اور ایک مٹھی کھجور ان کو عطا فرمائی۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں کو شمار کیا تو ان کی تعداد تہتّر ۷۳ تھی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا، ان کے سامنے کھجور رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا، آپ نے جوابِ سلام دیا اور تبسّم فرمایا۔ حضرت نے مجھے ایک مٹھی کھجور عطا فرمائی۔ جب میں نے ان کو شمار کیا تو ان کی تعداد تعداد تہتّر ۷۳ تھی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا، فوری میں سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں پلٹا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے کھجور

عطا فرمائے، شمار کیا تو تہتر[۷۳] تھے، اور جب علیؑ کی خدمت میں گیا، ان کے آگے کھجور رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ایک مٹھی کھجور عطا فرمائے۔ ان کی تعداد بھی تہتر[۷۳] تھی۔ مجھے اس امر پر تعجب ہوا، لہٰذا میں مکرر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ یہ عجب بات ہے۔ حضرتؐ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا" اے ابو ہریرہ کیا تم کو اس کا علم نہیں کہ میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدالت میں یکساں اور برابر ہے۔"

یہ حدیث خطیب خوارزمی مناقب صفحہ ۲۱۱ پر اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔

چالیسواں[۴۰] واقعہ

علیؑ تم کو راہِ ہدایت سے بھٹکنے نہ دے گا

سرکارِ دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کی اطاعت (فرمانبرداری) میری اطاعت ہے اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔"

شیخ سلیمان بلخی حنفی ینابیع المودۃ میں میں السید علی ہمدانی شافعی آخر مودت پنجم مودۃ القربیٰ میں ایک تفصیلی حدیث انسؓ اور ابوایوبؓ انصاری سے نقل کرتے ہیں اے عمارؓ اگر عام لوگ ایک راہ پر چلتے ہوں اور علیؑ تنہا ایک راستے پر چل رہے ہوں، پس تم اس راہ کو اختیار کرو جس پر علی چل رہے ہوں، دوسرے لوگوں کا خیال نہ کرو۔ اے عمارؓ علیؑ تم کو راہِ ہدایت سے بھٹکنے نہ دے گا، اور تجھے ہلاک نہ کرے گا۔ اے عمارؓ! علیؑ کی اطاعت و فرمانبرداری میری اطاعت ہے اور میری اطاعت و فرمانبرداری خدا کی اطاعت ہے۔"

اکتالیسواں[۴۱] واقعہ

یا علیؑ کے نعرے

حملہ کی خبر سنتے ہی پورا شہر پُر جوش نعروں سے گونجنے لگا، اور لاہور کی سڑکوں پر نصف شب تک یا علیؑ کے نعروں سے دشمنوں کے دل دہلتے رہے۔ ملاحظہ ہو:-

جنگ کراچی، مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء

"لاہور۔ ۷ دسمبر۔ شہر لاہور ایک مرتبہ پھر جوش و خروش کی وہی ایک لہر آگئی ہے جس کا مظاہرہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران ہوا تھا۔ جنگ کے پہلے روز صوبائی دارالحکومت سے تقریباً دس میل دور توپوں کی گھن گرج اور توپوں کے شعلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے صف شکن دشمنوں کی پٹائی میں مصروف ہیں۔ نصف شب گذرنے کے باوجود لاہور جی ٹی روڈ پر انجینئرنگ یونیورسٹی سے شالامار باغ تک بجید چہل پہل تھی۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کے طلبا ہوسٹل کے باہر کھڑے ہوئے اپنی بہادر فوج کے نعرۂ حیدری یا علیؑ کی گونج میں رخصت کر رہے تھے۔ ہر طرف علیؑ علیؑ کی صدا تھی جس سے ایک عجیب جوش تھا۔"

بیالیسواں واقعہ ۴۲

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

محمود احمد عباسی مصنف کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" کا قیام لیاقت آباد میں تھا۔ یہ واقعہ اس کی زندگی کا ہے، اور یہ واقعہ اسلم صدیقی صاحب نے مجھ کو زبانی بتایا تھا۔ اسلم صدیقی صاحب حنفی العقیدہ ہیں اور محمود احمد عباسی کے پڑوسی بھی ہیں۔ میں نے ان سے یہ واقعہ سنا مگر کوئی اہمیت نہ دی، لیکن جب اس واقعہ کو اسی طرح جس طرح اسلم صاحب نے بتایا تھا۔ جناب سید زین العابدین کی کتاب "ہدیۂ عقیدت" جو آپ نے رجب ۱۹۶۲ء میں سی ون۔ سی/۷، لیاقت آباد کراچی ۱۹ سے شائع کیا۔ اس میں پڑھ کر اس واقعہ کی صداقت کا یقین آیا، کتاب کی تحریر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ ہو:

"دروغ برگردنِ راوی۔ عباسی کے مکان جو بدقسمتی سے ہمارے ہی پیسوں کی بدولت بنا ہے دو منزلہ ہے۔ اوپر کرایہ دار رہتے ہیں۔ کراچی میں اوپر منزل تک پانی پہنچانے کے لیے خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے مشین کا استعمال ہوتا ہے۔ ان کے مکان کی وہ مشین خراب ہوگئی۔ کرایہ دار نے برابر شکایت کی پر بیچ گئے۔ ایک روز کرایہ دار کی بوڑھی ماں کو سخت تکلیف ہوئی وہ جلی بھنی دروازے کے باہر بیٹھی تھی کہ عبّاسی صاحب نظر آئے۔ بڑی بی بھڑک اٹھیں۔ بولیں تو یزید ہے ہم پر پانی بند رکھا ہے، چھوٹے بچّوں پر بھی ترس نہیں آتا۔ یزید بول کیا ہم پیسے نہیں دیتے؟ یہ سننا تھا کہ عبّاسی صاحب چراغ پا ہوئے۔ آپے سے باہر بڑی بی زبان سنبھالیے مجھے یزید کہہ رہی ہیں۔ اتنے میں بڑی بی کے صاحبزادے چیخ پکار سن کر پہنچے۔ اب تو عباسی بولے۔ اپنی ماں کو سمجھائیے مجھے یزید کہہ رہی ہیں۔ ارے صاحب یزید ہوں وہ۔ ذرا سوچ کر بولیے۔ ۔۔ ۔۔ "آپ کیوں بُرا مان رہے ہیں۔ یزید ہی تو کہا ہے آپ کو، خدانخواستہ حسینؑ تو نہیں کہا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ سنکر عباسی چپکے سے گھر میں گھس گئے۔"

تیتالیسواں واقعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ولادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعا کی برکت سے ہوئی

مولانا محمد شفیع صاحب اکاڑوی جو سوادِ اعظم کے مشہور عالم ہیں، اپنی کتاب سفینۂ نوح حصّہ اوّل طبع کراچی صفحہ ۲۳ پر شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "امام ابوحنیفہؒ کے والد حضرت ثابت اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں حضرت علیؑ کی زیارت کو گئے تھے تو حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے حق میں دعا برکتِ اولاد فرمائی تھی، بموجب اس دعا کے حضرت امام ابوحنیفہ پیدا ہوئے۔"

(۱) امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر دو سال جو حضرت امام جعفر صادقؑ کی شاگردی میں نہ گزرتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔

(۲) درِ مختار میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کئی برس سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام اور سیدنا جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رہے اور علمِ ظاہر اور علمِ باطن سے آراستہ ہوئے۔

(۳) علامہ ابو شکور سلمی کتاب التمہید فی بیان التوحید ا بحوالہ کتاب "مولیٰ اور معاویہ" صفحہ ۴۱۳۔ ترجمہ حضرت ابو حنیفہؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اہلِ شام ہم سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ جی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر ہم حضور مولیٰ علیؑ کے لشکر میں ہوتے تو ہم معاویہ کے مقابلہ میں مولیٰ کی مدد کرتے اور مولیٰ کے واسطے معاویہ سے جنگ کرتے، یہی سبب ہے کہ اہلِ شام ہم سے دشمنی رکھتے ہیں۔

چوالیسواں واقعہ (۴۴)

حضرت امام شافعیؒ علیؑ اور اولادِ علیؑ کے دربار میں

کتاب سفینۂ نوح " مصنف مولوی محمد شفیع صاحب اکاڈمی جلد اوّل، طبعِ کراچی صفحہ ۲۲ میں بعنوان سیرت الشافی میں امام شافعیؒ کا قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کا اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے :- "اے رسولؐ اللہ کے اہلبیتؑ آپ حضرات کی محبت کو اللہ پاک نے اپنے کلام قرآنِ کریم کے اندر تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ آپ حضرات کی بزرگی کے لیے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ جو نماز کے اندر آپ حضرات پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اگر مولیٰ علیؑ سے محبت کرنے والے کو رافضی کہا جائے تو بندگانِ خدا میں سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔"

پینتالیسواں واقعہ (۴۵)

حضرت علیؑ سے تیمور لنگ بادشاہ کا ایک سوال اور اُس کا جواب

کتاب تزکِ تیموری یعنی بانیِ سلطنتِ مغلیہ سلطان تیمور گورگانی خلد آشیانی کے حیرت انگیز، روح پرور اور وجد آفریں خود نوشت واقعات و احوال۔ ترجمہ سید ابوالہاشم ندوی۔ ناشر سنگِ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور۔ صفحہ ۲۴-۲۵ میں تحریر ہے۔

"... چنانچہ جب چنگیز خاں کے پوتے تغلق تیمور نے ماوراءالنہر کو تسخیر کے خیال سے دریائے خجند عبور کیا تو مجھے اور حاجی برلاس اور امیر بایزید کو ایک فرمان کے ذریعے طلب کیا۔ ان دونوں نے مجھ سے رائے لی کہ اب کیا کیا جائے؟ آیا اپنی فوج و سپاہ کو ساتھ لے کر خراسان روانہ ہو جائیں یا حسبِ فرمان تغلق خاں تیمور کے حضور میں حاضر ہو جائیں؟ میں نے ان دونوں سے جواباً کہا کہ اگر تغلق کے پاس جاتے ہو تو اس میں نفع کے دو پہلو ہیں اور ضرر کا ایک، اور اگر خراسان کا رخ کرتے ہو تو ضرر دو ہیں اور نفع ایک۔ ان دونوں نے میرے مشورے کو قبول نہیں کیا اور خراسان روانہ ہو گئے۔ سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں اور کدھر جاؤں؟ خراسان کا رخ کروں یا تغلق سے ملنے جاؤں۔ آخر میں نے اپنے پیر و مرشد کی طرف رجوع کیا اور اُن سے دریافت کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ انھوں نے میرے معروضہ کے جواب میں تحریر فرمایا "خلیفۂ چہارم حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ جب آسمان کمان بن جائیں اور زمین کمان کا چلّہ حوادثِ تیر کی طرح برسنے لگیں اور انسان ان تیروں کا نشانہ اور تیر انداز ہو خدائے عز و جل تو انسان بھاگ کر کہاں جائے؟" حضرت علیؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا "انسان کو چاہیئے کہ بس خدا کی طرف بھاگے"۔ پس تجھے بھی چاہیئے کہ بے تأمل تغلق تیمور خاں کے سایۂ عاطفت میں پہنچ جا اور اس کے ہاتھ میں تیر و کمان نہ رہنے دے۔ اس جواب نے میرا حوصلہ بڑھا دیا اور میں بے اندیشہ تیمور خاں کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

چھیالیسواں واقعہ ۴۶

ساتویں صدی کا مجدد سلطان خدا بندہ اور حبِّ علیؑ و اولادِ علیؑ

کتاب تزکِ تیموری صفحہ ۸۰-۸۱ میں اس طرح تحریر ہے کہ "ساتویں صدی کا

محمد الجائیتو بن ارغوان خان ہوا۔ وہ سلطان خدابندہ کا لقب اختیار کر کے اپنے بھائی غازان خان کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں دینِ محمدی اس قدر ضعیف ہو چکا تھا۔ کہ لوگوں نے نماز میں تشہد کے بعد محمدؐ اور اُن کی آل پر درود بھیجنا چھوڑ دیا تھا۔ اُسے جب یہ خبر ملی تو اس نے علمائے اسلام کو جمع کیا اور اُن سے درود بھیجنے کے فضائل دریافت کیے۔ علمار نے جواب دیا کہ جس نماز میں درود نہ پڑھا جائے وہ نماز مکروہ ہوتی ہے۔۔۔

سلطان نے علمار سے ایک دوسرا سوال کیا کہ درود صرف خاتم الانبیارؐ اور ان کی آل پر ہی بھیجا جاتا ہے، باقی انبیار پر کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ علمار اس سوال کا جواب نہ دے سکے تب سلطان نے خود ہی کہا کہ میرے ذہن میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے "ابتر" (لاولد) کہا۔ حالانکہ وہ خود لاولد ہوئے۔ ان کی نسل منقطع ہوگئی اور آپؐ کی ذریت اتنی بڑھی کہ خدا کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے تمام انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ادیان کے احکام کا اجر ہمیشگی کے لیے لازم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس دینِ محمدی میں قیامت تک کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔ لہٰذا ان کے متبع ہونے کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے کہ ان کی ذاتِ بابرکات پر درود بھیجیں اور اس طرح لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دین کا محافظ سمجھیں اور ان کی تابعداری اور عزت کریں۔۔۔

سلطان کی زبان سے یہ الفاظ سن کر تمام علمار نے درود پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس چیز کو نہ صرف تسلیم کر لیا بلکہ انھوں نے فتویٰ لکھ دیا کہ آنحضرتؐ اور اُن کی آل پر درود بھیجنے کا حکم خداوندِ کریم نے دیا ہے اور چونکہ آلِ محمدؐ میں سے اول علیؑ اور آخری حضرتِ محمد مہدیِ موعود علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ اہلِ بیت کے نام کا ہی خطبہ پڑھیں اور سکہ بھی انھیں کے نام کا جاری کریں۔ علمار کے اس فتویٰ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز میں درود دوبارہ پڑھا جانے لگا اور اسی وجہ سے الجائیتو سلطان دین کا مجدد قرار پایا۔

---

۴۷ سینتالیسواں واقعہ

حضرت ابوذر غفاریؓ اور حب علیؑ

(۱) منافق کی پہچان

بحوالہ الغفاری۔ بحوالہ علامہ السید نجم الحسن صاحب کراروی صفحہ ۱۴۱، و ارجح المطالب صفحہ ۶۰۸ بحوالہ ابن شاذان حضرت ابوذر غفاریؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے عہد میں منافقوں کو تین باتوں سے پہچانا کرتے تھے۔

(۱) اوّل خدا اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کرنے سے۔

(۲) نماز سے باز رہنے سے۔

(۳) جناب امیرؑ کے ساتھ اُن کے بغض رکھنے سے۔

(۲) عبادتیں محبتِ علیؑ کے بغیر بیکار ہیں

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسولؐ کریم نے فرمایا کہ اے لوگو اگر ساری عمر روزے رکھو اور ساری عمر اسی طرح نماز پڑھو کہ تمھاری کمر خمیدہ ہو جائے اور اس طرح عبادت کرو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ۔ اس کے باوجود علی بن ابیطالبؑ کو دشمن رکھو تو خدا تمھیں ضرور جہنم میں جھونک دے گا۔ (الغفاری صفحہ ۱۶۴)

(۳) حضرت رسولِ خداؐ کی ایک پیشگوئی جناب امیرؑ کے متعلق

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ بقیع غرقد میں موجود تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگوں میں ایک ایسے شخص ہیں جو میرے بعد تاویلِ قرآن پر اسی طرح جنگ کریں گے جس طرح میں نے مشرکین سے قرآن کے نازل ہونے کے وقت کی تھی، حالانکہ وہ لوگ لا الٰہ الّا اللہ کہتے ہوں گے۔

اڑتالیسواں واقعہ

کاٹھ کی مٹھیا مونج کے بان
بندھ جا بچھو علیؑ کی آن

روزنامہ جنگ کراچی صفحہ ۴ مورخہ ۵ ؍ مئی ۱۹۷۲ء میں جناب سلطان خاں ــــ
II - 19/E پی، ای، سی، ایچ سوسائٹی کراچی ۲۹ لکھتے ہیں کہ غالباً ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء کا
واقعہ ہے کہ میں اپنے مکان واقع رامپور (یوپی) کی مرمت کرا رہا تھا۔ محلے کے جولاہے مزدوری
پر کام کر رہے تھے۔ مکان کے ایک کونے میں قدیم زمانے سے چھوٹی اینٹوں کا ایک ڈھیر
پڑا تھا۔ ایک مزدور لڑکا اینٹیں کلا کلا کر لا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اینٹوں کے ڈھیر سے
سینکڑوں بچھو نکل پڑے ہیں اور لڑکا بہت سے بچھو اپنے ہاتھ میں لیے کھیل رہا ہے۔
میں نے پوچھا تمھیں بچھو کاٹتے نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے منتر پڑھ کر ان پر
پھونک دیا ہے۔ پھر خود ہی مجھے دو منتر بتلائے جن میں سے ایک یہ تھا۔

کاٹھ کی مٹھیا مونج کے بان ۔۔۔ بندھ جا بچھو علیؑ کی آن

دوسرا منتر میرے ذہن سے قطعی نکل گیا ہے۔ کوشش کے باوجود یاد نہیں آرہا۔
غرض میں نے اس مزدور لڑکے کی ہدایت پر ایک منتر پڑھ کر بچھو کے ڈنک پر پھونکا اور
اُسے آسانی کے ساتھ پکڑ لیا، اس طرح بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بچھو نے نہ ستایا
نہ کاٹا، بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ میں بچھو کے ڈنک پر انگلی رکھ کر اُسے چھیڑتا اور اپنے
آپ کو کٹوانے کی کوشش کرتا۔ مگر وہ اپنا ڈنک دوسری طرف سکیڑ لیتا۔

نوٹ:۔ یہ برکت تھی علیؑ کے نام کی جو کسی نہ کسی عامل نے ان منتروں کے الفاظ
میں ایسا اثر بھر دیا کہ ایک دفعہ ان الفاظ کو ادا کر دیجیے، جادو کا سا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔
اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز پر حضرت علیؑ
کا تصرف ہے۔ (وصی)

انتالیسواں واقعہ

جناب فضہؑ کا بذریعۂ کیمیا لوہے کے ٹکڑے سونا بنا کر خدمتِ امیر المومنینؑ میں پیش کرنا

کتاب سوانح حیات حضرتِ فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مؤلفہ جناب راحت حسین ناصری۔ ناشر جاوید منزل بلاک آئی نارتھ ناظم آباد صفحہ ۱۹۔۲۰۔ آپ ایک روز بازار سے لوہے کا ایک ٹکڑا، اور کچھ ادویہ خرید کر لائیں اور ان دواؤں کے ذریعے لوہے کو سونے میں تبدیل کیا اور خدمتِ امیر المومنینؑ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے دواؤں کے ذریعہ یہ سونا بنایا ہے۔ اس کو بازار میں فروخت فرما کر بچوں کے لیے آذوقہ کا سامان فراہم فرمائیں۔ امیر المومنینؑ مسکرائے اور فرمایا۔ اچھا جاؤ اور ایک پتھر اٹھا لاؤ۔ جب وہ پتھر لائیں تو حضرت نے پتھر کی طرف اشارہ فرمایا، وہ فوراً سونے میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فضہ کو زمین کی طرف دیکھنے کے لیے فرمایا اور زمین کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ زمین میں شگاف ہو گیا۔ فضہ نے دیکھا کہ سونے کی نہر جاری ہے۔ یہ دیکھ کر انھیں سخت تعجب ہوا تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا فقر و فاقہ رضائے الٰہی کے لیے ہے نہ کہ کسی مجبوری کے سبب۔ ہم کو پروردگارِ عالم نے ہر چیز پر اختیار عطا فرمایا ہے۔ ہم خود اس دنیا کی لذت کو ترک کر کے صرف عقبیٰ کی لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہم اہلبیتِ رسولؐ کا شیوہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ یہ تختی اور پتھر اسی سونے کی نہر میں ڈال دو۔ اس کے بعد آپ نے اشارہ فرمایا تو وہ شگاف پھر بند ہو گیا۔ اس وقت جناب فضہؑ کو محسوس ہوا کہ وہ جس گھر میں آئی ہیں اس گھر کے افراد کس مرتبہ پر فائز ہیں اور کردار کی کس منزل پر ہیں۔

پچاسواں واقعہ

اگر علیؑ اپنے اقتدار کے لیے جنگ سے کام لیتے تو کیا ہوتا ـــــ ؟

یہ ایک اہم سوال ہے جو اکثر ہماری طرح اور بھی بہت سے مؤرخین کے دلوں میں اٹھا ہوگا۔ اس سلسلہ میں خواجہ محمد لطیف انصاری صاحب اپنی کتاب اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں: "علی علیہ السلام اس موقع پر دور اندیشی اور مصلحت بینی کی وہی راہ اختیار کی جو سرکارِ رسالت صلح حدیبیہ میں اختیار کرچکے تھے۔ اگر حضرت علیؑ ابوسفیان کی حمایت قبول کر لیتے اور میدان میں اتر کر اعلانِ جنگ کر دیتے تو مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر اتنے کمزور ہوجاتے کہ کفار و یہود و نصاریٰ سب ٹوٹ پڑتے اور وہ لوگ جو اسلام سے شکست پر شکست کھاچکے تھے۔ انتقام پر کمر بستہ ہوجاتے۔ علیؑ نے اسلام کی بھلائی اس میں دیکھی کہ وہ خاموش رہ کر اسلام کے قدموں کو مضبوط ہونے دیں۔ علی علیہ السلام کو اپنے قیامِ حکومت سے اسلام زیادہ عزیز و محبوب تھا۔" ان وجوہات کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اقتدار کے لیے جنگ نہیں کی۔"

اکاونواں واقعہ

تمام خلفاءِ راشدین حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام کا مفتیِ اعظم کہتے تھے

کتاب "اسلامی جمہوریت"، از مصطفیٰ احسن دہلوی، ناظم آباد نمبر۲ کراچی نمبر ۱۸ سے شائع ہوئی ہے۔ صفحہ ۱۶ اور ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "خلافتِ راشدہ میں مجلسِ شوریٰ ان حضرات پر مشتمل تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعدؓ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر مہاجر و انصار کے مقتدر لوگ اور قبائلِ عرب کے سردار شامل تھے۔ جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپ ان حضرات سے مشورہ کرنے کے لیے منادی کرا دیا کرتے تھے۔ سب مسجدِ نبویؐ

میں جمع ہوجاتے اور خلیفہ ان حضرات سے رائے لیتے اور مشورہ کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام کا مفتیِ اعظم کہا کرتے تھے۔ آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ حضرت علی کو عوام کی فلاح و بہبود کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ کسی کی حق تلفی نہ ہو، کوئی بھوکا نہ رہے۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

باونواںؔ واقعہ

عقیدہ کی قوّت نے بھارتی ٹیم کو کامیابی سے ہمکنار کردیا

روزنامہ مشرق مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۷۸ء۔

"ہیونس۔ ۲۵ مارچ (ایس ایم نقی نمائندۂ خصوصی) بھارتی ہاکی ٹیم نے عقیدے کی قوّت سے آسٹریلیا کے خلاف ورلڈ کپ کے پول میچ میں کامیابی حاصل کی ہے۔ بھارتی ٹیم جو اپنے سے کمزور ٹیم کنیڈا سے ہارنے کے بعد شکستہ دل ہوچکے تھے۔ آسٹریلیا کے خلاف میچ کے دوران نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ اترے بھارتی کھلاڑیوں کو نیا عزم اور حوصلہ اس کڑے سے حاصل ہوا جس پر یا اللہ، یا محمدؐ اور یا علیؑ کے الفاظ کندہ ہیں۔ یہ کڑا بھارتی ٹیم کے ایک عہدیدار نے گذشتہ ماہ پاکستان کے دورے کے دوران لاہور میں داتا دربار سے خریدا تھا۔ مقامی پولو کلب گراؤنڈ پر جب بھارتی ٹیم آسٹریلیا کے خلاف میچ کے لیے اترنے لگی تو اس کے منیجر مسٹر کرتار سنگھ نے اس مقدس کڑے (جس کے اوپر یا اللہ، یا محمدؐ، یا علیؑ) کے نیچے سے گزرا۔ ہر کھلاڑی نے اسے بوسہ دیا۔ اس کڑے کی برکت سے بھارتی ٹیم نے آسٹریلیا کے خلاف میچ جیت لیا، اور ایک مرتبہ پھر سیمی فائنل کی دوڑ میں شامل ہوئی۔ اس معجزہ کے بعد اب بھارتی ٹیم کے زیادہ تر ارکان اور منیجر یہ کڑا پہنتے ہیں۔"

یہ تھی نامِ خدا، اس کے رسولؐ اور وصیِّ رسولؐ کے نام کی کرامت جس کو آج غیر مسلم بھی عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی برکت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کاش مسلمان بھی سچے دل سے ان کو پکاریں اور اپنی قسمت بدلیں۔

ترپنواں ۵۳ واقعہ

واقعۂ غدیر سے انکار کرنیوالے پر عذاب الٰہی

ارجح المطالب صفحہ ۵۶۵ اور گلہائے عقیدت از سید زین العابدین صفحہ ۱۰ میں " جناب عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلند کر کے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ اے میرے پروردگار دوست رکھ اُسے جو اُن کو دوست رکھے۔ چھوڑ دے اُسے جو انھیں چھوڑ دے، نصرت دے اُسے جو اُن کی نصرت کرے۔ اے پروردگار تو میرا ان پر گواہ ہے۔

اس حدیث کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس پر یقین نہ کرنے والے نے خدا سے عذاب کا سوال کیا اور اُس پر آسمان سے پتھر نازل ہوا اور اسی وقت وہ مر گیا۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت۔ (سورۃ المعارج)

ترجمہ: "مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ ہونے والا ہے کافروں کے لیے۔ نہیں کوئی اس کا دفع کرنے والا۔ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو بڑے درجوں والا ہے۔" ہم اس آیت کو ارجح المطالب صفحہ ۴۶ سے پیش کر رہے ہیں۔ ہم مختصراً اس کو بیان کرتے ہیں۔

امام ابواسحٰق روایت کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ سے کسی نے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ سوال کیا جو اس سے قبل کسی نے نہ پوچھا تھا۔ امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام اپنے آباءؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" کو غدیرِ خم میں لوگوں کو جمع کر کے پیش فرمایا اور یہ حدیث سب جگہ پہنچ گئی۔ حارث بن نعمان الفھری یہ سنکر دوڑتا ہوا آیا اور اونٹنی کو بٹھا کر حضورؐ سے عرض کرنے لگا۔ یا محمدؐ! آپ نے لا الٰہ الا اللہ پر گواہی کا حکم دیا ہم نے مان لیا۔ پھر آپ نے نماز کا حکم دیا، وہ بھی ہم نے مان لیا، پھر آپ نے ہم کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا، ہم نے اس کو بھی مان لیا۔ پھر آپ نے

حج کا حکم دیا ہم نے وہ بھی مان لیا۔ پھر رمضان کے روزے کا حکم دیا وہ بھی قبول کرلیا۔ اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے اور آپ نے اپنے ابنِ عم (حضرت علیؑ) کا بازو پکڑ کر اٹھایا اور اُن کو ہم پر فضیلت دی اور من کنت مولاہ فعلی مولا ارشاد فرمایا۔ یہ آپ کی طرف سے ہے یا خدا نے حکم دیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں یہ خدا کا حکم ہے۔ حارث بن نعمان یہ کہتا ہوا اپنی اونٹنی کی طرف آیا "خدا جو کچھ محمدؐ فرماتے ہیں سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب پہنچا" جب وہ اونٹنی کے پاس پہنچا تو خدائے تعالیٰ نے اس پر ایک آسمانی پتھر پھینکا جو اُس کے سر پر پڑا اور دُبر کی راہ سے نکل گیا۔ پس خدائے تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ "مانگا ایک مانگنے والے نے ..... الخ

(گلہائے عقیدت از سید زین العابدین۔ صفحہ ۱۱۔۱۲۔۱۳)

چوّنواںؐ واقعہ

حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیریؒ اور حُبِّ علیؑ

کتاب ریاض الفردوس صفحہ۱۴ طبع نو لکشور پریس لکھنؤ۔ طباعت ۱۸۶۶ء میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیریؒ المتوفی ۶۳۲ھ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادتِ خانۂ کعبہ کا تذکرہ بڑے وجد کے عالم میں فرمایا ہے۔ یہ ان کا مشہور قطعہ ہے جس کے ذریعہ آپ نے حضرت علیؑ کی ولادت کو خانۂ کعبہ میں بتایا ہے۔ جو تمام انسانوں پر اُن کی ایک بڑی افضلیت ہے۔

روزیکے بکعبہ مرتضیٰؑ پیدا شد سبحان اللہ
در کون و مکاں جلوہ نما پیدا شد صلوٰۃ اللہ
جبرئیل ز آسماں فرود آمود گفت اے ختمِ رسلؐ
فرزند یگانہ خدا پیدا شد واللہ باللہ

پچپنواں ۵۵ واقعہ

میاں نور محمد کلہوڑہ ملقب بہ خدا یار خاں ۱۱۶۳ھ کا اپنے فرزندوں کو حبِ آلِ محمدؐ کی وصیت کرنا

کتاب "تاریخِ سندھ" جلد دوم صفحہ ۵۰۴ مرتبہ اعجاز الحق قدوسی ناشر مرکزی اردو بورڈ لاہور۔

میاں نور محمد کا دورِ حکومت سندھ کی تاریخ کا درخشاں دورِ حکومت تھا۔ آپ کلہوڑہ خاندان کے مشہور فرمانروا گذرے ہیں۔ انھوں نے اپنے صاحبزادوں کے لیے منشور الوصیت کے نام سے ایک وصیت نامہ لکھا جس کو سندھی ادبی بورڈ نے شائع بھی کیا ہے۔ اس وصیت نامہ سے ان کے بلند و پاکیزہ اسلامی، سیاسی تجربات اور دانشوری کا پتہ چلتا ہے۔ اس وصیت نامے میں جہاں آپ اور چیزوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں اپنے بیٹوں کو آلِ محمدؐ سے محبت کا بھی درس دیتے ہیں۔

محبتِ اہلبیتؑ

"محبتِ اہلبیتؑ ہمیشہ و ہمہ وقت یکساں باشد و محبتِ ذوالقربیٰ فرضِ عین و عینِ فرض۔" وصیت نمبر ۳

ترجمہ: اہلبیتؑ کی محبت ہمیشہ اور ہر وقت یکساں ہونا چاہیئے اور ذوالقربیٰ کی محبت فرضِ عین اور عین فرض ہے۔

چھپنواں ۵۶ واقعہ

خانوادۂ امیر المومنین حضرتِ علی علیہ السّلام اطاعتِ باریؑ اور اطاعتِ رسولؐ میں ایمان کی بلندی پر —

یہ عالمگیر واقعات ہیں جن کو دنیا کا ہر تاریخ داں جانتا ہے۔ اسلام کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ ان واقعات کو سلسلہ کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ یہ تمام کے تمام واقعات

ایک ہی کتاب میں موجود ہیں۔ کتاب "رسولِ عربی اور عصرِ جدید" از سید محمد اسماعیل ناشر مکتبۂ طلوعِ سحر ڈرگ کالونی کراچی۔ یہ ایک تحقیقی کتاب ہے جس کو مؤلف ہذا نے بغیر کسی تعصب کے ایک تاریخ داں کی حیثیت سے سچائی اور اصلیت کا لباس پہناتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

(۱) حضرت علیؑ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی زندگی کا ایک اہم واقعہ

یمن کے عیسائی ابرہہ نے یہ خیال کیا کہ اگر مکہ کا بیت اللہ مسمار کر دیا جائے تو اہلِ عرب کے دلوں سے کعبہ کی عظمت اٹھ جائے گی اور عیسائی مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہو جائے گی۔ اس کام کو پورا کرنے کے لیے اہلِ حبشہ کی مدد لے کر ساٹھ ہزار کی فوج کے ساتھ مبتھ نسل کے افریقی ہاتھیوں پر سوار ہو کر یمن سے مکّہ کے لیے روانہ ہوئے " ابرہہ کے فوجیوں نے مکّہ سے باہر پڑاؤ ڈالا اور وہ اہلِ مکّہ کے اونٹ اور بکریاں کثیر تعداد میں پکڑ کر لے گئے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب (یعنی حضرت علیؑ کے دادا) کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ عبدالمطلب اپنے اونٹوں کا تقاضہ کرنے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے تو ابرہہ نے کہا تعجب ہے کہ میں تمہارا کعبہ ڈھانے آیا ہوں۔ تمھیں اس کی تو کچھ فکر نہیں صرف اپنے اونٹوں کی ہی فکر ہے۔

عبدالمطلب نے جواب دیا۔ میں فقط اونٹوں کا مالک ہوں۔ مجھے صرف اونٹوں ہی کی فکر ہے۔ اس گھر (یعنی کعبہ) کا مالک بھی ایک ہے وہ خود اس کی حفاظت کی فکر کرے گا۔ یہ تھی ایمان کی پختگی۔

پھر ہوا یہ کہ جب ابرہہ نے ہاتھیوں پر بیٹھ کر کعبۂ محترم پر چڑھائی کی تو خدا نے سب سے بڑے جانور ہاتھیوں کی سرکوبی کے لیے سب سے چھوٹے پرندے ابابیل کو حکم دیا اور اُن کا لشکر اپنی چونچوں میں کنکریاں لے کر آ گئیں اور فضا میں منڈلانے لگیں۔ اِدھر ابرہہ کا لشکر خانۂ کعبہ کی طرف بڑھا اور اُدھر ننھے پرندوں نے ان پر کنکریاں برسائیں۔ ہر کنکری سر کو توڑ کر نکل گئی اور پورا لشکر مع ہاتھیوں کے تباہ ہو گیا۔

۲۔ حضرت علیؑ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کارنامہ

حضرت علیؑ کے دادا اور حضورؐ کے دادا ایک ہی تھے اور حضرت علیؑ کے چچا بھی الگ نہ تھے۔ ایک دن جناب حمزہؓ سید الشہداء شکار سے واپس لوٹ رہے تھے۔ کوہِ صفا کے قریب عبد اللہ بن جدعان کے گھر کے پاس سے گزرے تو عبد اللہ کی ایک لونڈی سامنے آئی اور کہنے لگی۔ ابو عمارہ (حضرت حمزہؓ) تمھیں اپنے شکار سے فرصت ہی نہیں۔ کچھ اپنے بھتیجے کی بھی خبر ہے؟ حمزہؓ نے اُس سے دریافت کیا، کیوں کیا بات ہے؟ کچھ دیر پہلے ابوالقاسمؐ (رسالتماب) یہاں ہمارے مکان کے پاس بیٹھے تھے، ادھر سے عمرو بن ہشام (ابوجہل) آیا اور ان سے سخت کلامی کرنے لگا۔ ابوالقاسمؐ نے سمجھانا چاہا۔ عمرو گالی گلوچ اور ہاتھا پائی پر اتر آیا۔ ابوالقاسمؐ کو ایذائیں پہنچائیں اور ناگفتہ بہ باتوں کی انتہا کر دی۔ یہ سنتے ہی جناب حمزہؓ آگ بگولہ ہوگئے۔ اسی حالت میں تیر کمان سنبھالے خانہ کعبہ پہنچے۔ دیکھا ابوجہل قریش کی مجلس جمائے انھیں اپنی کارستانیوں کی مزے لے لیکر سنا رہا ہے۔ حمزہؓ جوانمرد بھی تھے اور غصہ ور بھی طیش میں آکر آگے بڑھے اور دونوں ہاتھوں سے کمان اٹھا کر ابوجہل کے سر پر دے ماری، اور کہنے لگے بد دماغ مخزومی کس نشہ میں ہے؟ کیا ابوالقاسمؐ کو لاوارث سمجھ رکھا ہے۔ میں ان کا پشت پناہ ہوں۔ اور سنو پشت پناہ ہی نہیں اُن کے دین کا پیرو بھی ہوں۔ اسلام کا علمبردار، آؤ میرا جو کچھ لگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ میں بھی دیکھوں کہ تم اور تمھارے ساتھی کتنے پانی میں ہیں؟ یہ تھی رسالتؐ پناہ کی پشت پناہی۔

۳۔ حضرت علیؑ کے والد حضرت ابوطالبؑ اور خدماتِ رسولِ اکرمؐ

بعض مخالفینِ اہلبیت علمائے سو ایمانِ جناب ابوطالبؑ کو موضوعِ بحث بناتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر شخص معاملہ خدا تعالیٰ اور اس کی ذات کے مابین مخصوص ہے کسی تیسرے کا مطلق دخل نہیں۔ حفاظتِ رسولؐ اور جانثاریِ اسلام کیلئے، اُن ناساعد حالات میں جن جن مواقع پر اور جو جو خدمات ابوطالبؑ نے انجام دیں وہ کسی دوسرے نے نہیں انجام دیں۔ اُس زمانے میں کسی بڑے سے بڑے سابق الاسلام نے بھی حضورؐ

کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ اس مدبرالامرذاتِ اقدس نے حضورؐ کی حفاظت میں شدید تکالیف و خطرات کا سامنا کیا اور جب تک آپ زندہ رہے اسوقت تک حضورؐ پر آنچ نہ آنے دی۔ شعب ابی طالبؑ میں پناہ کا طویل عرصہ جن مصائب میں گذرا اس سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ اور پھر آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند شیرِ خداؑ نے اپنے عظیم المرتبت والد کی طرح حضورؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔

۴۔ حضرتِ علیؑ کی والدہ گرامی جناب فاطمہ بنتِ اسد جنھوں نے اپنے فرزندؑ سے بڑھ کر حضور کی پرورش کی

یہ جناب فاطمہ بنتِ اسد کی خدمت اور رسولؐ سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت کا نتیجہ تھا کہ خود رسالت مآبؐ نے اُن کو اپنی "ماں" کے خطاب سے نوازا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی والدہ گرامی جناب فاطمہ بنتِ اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ ان کے جنازے پر تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھ کر فرمایا "اے میری ماں اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی۔ تُو خود بھوکی رہتی تھی اور مجھے کھانا کھلاتی تھی۔ تُو خود پھٹے ہوئے کپڑے پہنتی تھی اور مجھے اچھے کپڑے پہناتی تھی۔ تُو خود اچھے کھانوں سے باز رہتی تھی اور مجھے لذیذ کھانے کھلاتی تھی۔ تُو میرے ساتھ یہ سلوک خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور آخرت کے گھر کے لیے کرتی تھی۔ آنحضرتؐ نے غسل کا حکم دیا۔ خود قبر کھودی اور اس کے اندر پہلے لیٹے۔ قبر میں اپنے ہاتھوں سے اُتارا اور پھر دعا پڑھی۔"

یہ تھی حضرت علیؑ کی والدہ گرامی کی عظمت و منزلت حضرتِ رسولِ اکرمؐ کی نظر میں۔ (کتاب حضرت علی ابن ابی طالبؑ مؤلفہ ارمان سرحدی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ کراچی ص۳۴۔)

۵۔ حضرتِ علیؑ اور قرابتِ رسولؐ

کتاب بالا صفحہ ۳۵۔ شعبی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق بیٹھے تھے کہ حضرت علی علیہ السّلام کہیں سے تشریف لائے۔ جب حضرت ابوبکر نے ان کو دیکھا تو فرمایا۔ جو شخص چاہتا ہو کہ ایسے آدمی کو جو رسولؐ اللہ کے نزدیک سب طرفوں سے زیادہ قرابت والے اور سب لوگوں سے زیادہ

بڑے مرتبہ والے کو دیکھنا چاہتا ہو تو اس آنے والے کو دیکھے۔

واقعہ ۵۸

رسولِ اکرمؐ کی انگشتری اور نقش علیؑ ولی اللہ

کتاب "کرشمۂ قدرت" مؤلفہ ہمایوں مرزا لکھنوی۔ مقامِ اشاعت گلزارِ فاطمہ ۱/۶ ۔ جی ۔ ۲ ناظم آباد ۲ ۔ کراچی ۱۸ ۔ صفحہ ۱۵۱۔

۱۔ مولانا شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام روایت کی ہے کہ ایک دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک انگشتری حضرت امیر علیہ السلام کو مرحمت فرمائی اور حکم دیا کہ نگینہ ساز سے اس نگینہ پر "محمدؐ ابنِ عبداللہ" کندہ کرا لائیں۔ نگینہ ساز نے کندہ کر کے انگشتری واپس کی۔ حضرت امیر علیہ السّلام نے جب ملاحظہ فرمایا تو بجائے محمدؐ ابنِ عبداللہ کے "محمدؐ رسول اللہ" کندہ تھا۔ حضرت نے نگینہ ساز سے ارشاد فرمایا کہ "محمدؐ ابنِ عبداللہ" کے بجائے "محمدؐ رسول اللہ" کیوں کندہ کر دیا۔ نگینہ ساز نے عرض کیا۔ مولا! آپ درست فرماتے ہیں۔ لیکن عجیب واقعہ ہوا۔ میرے ہاتھ کانپنے لگے۔ بلاقصد "محمدؐ رسول اللہ" نگینہ پر کندہ ہو گیا۔ جناب امیر علیہ السّلام اس نگینہ کو لے کر خاتم الانبیاؐ کے پاس تشریف لائے اور کل کیفیت بیان فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ اور محمدؐ رسول اللہ" دونوں ہی نام میرے ہیں۔ انگشتری آپؐ نے اپنے دستِ حق پرست میں پہن لی۔ دوسرے روز جب اس پر نظر پڑی تو زیرِ نگینہ "علیؑ ولی اللہ" بھی کندہ تھا۔ اسی اثنا حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ارشادِ رب العالمین ہے کہ جو کچھ آپ نے چاہا کندہ کرایا اور جو میں نے چاہا اپنی قدرتِ کاملہ سے اس پر نقش کیا۔

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بوساطت اپنے آبائے کرام علیہم السّلام، ارشاد فرماتے ہیں کہ "جناب امیر علیہ السّلام کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کے اوپر

"نعم القادر" کندہ تھا۔

۳۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ انگشتری انگشتِ شہادت اور انگشتِ درمیانہ میں نہ پہنو۔ یہ طریقہ قومِ لوط کا ہے۔

واقعہ ۵۹

سونے کی انگشتری اور ریشمی کپڑے جنابِ رسالتمآبؐ کو پسند نہ تھے

کتاب ہذا صفحہ ۱۴۷۔ روایت ہے کہ ایک روز بحرین کے چند عیسائی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کی طرف خاص توجہ نہ کی۔ یہ عیسائی عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن عوف کے پاس گئے جن سے پہلے شناسائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بے توجہی کی شکایت کی۔ یہ دونوں اشخاص ان عیسائیوں کو لے کر حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت میں آئے۔ جناب امیرالمومنینؑ نے ان لوگوں کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے مخاطب نہ ہونے کی یہ وجہ بتائی کہ تم لوگ سونے کی انگشتری اور ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ پھر یہ لوگ واپس آئے۔ دوسری مرتبہ عیسائی بغیر ان چیزوں کے رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور اسلام پیش کیا۔ ان عیسائیوں نے انکار کیا۔ پھر طے ہوا کہ مباہلہ کیا جائے۔ جو تاریخِ اسلام کا بہت مشہور واقعہ ہے۔ اس مباہلہ میں جناب رسول خداؐ، حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، جناب امام حسنؑ، اور جناب امام حسین علیہ السلام نے شرکت کی تھی اور اسلام کو اپنی سچائی کے ذریعہ فتح دلوائی تھی۔

واقعہ ۹۶

خاکِ پاک یا خاکِ شفاء

اس کو "خاکِ شفا"، "تربہ"، خاکپاک، خاکِ تربت اور زیوراتِ امیر المومنینؑ بھی کہتے ہیں۔ یہ خاک تربتِ حضرت امام حسین علیہ السلام نواسۂ حضرتِ ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے جو (کربلا) عراق میں واقع ہے۔ حضرت امام عالیمقام کی شہادت سے پہلے یہ سرزمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش تھی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی زمین پر شرفِ کلام حاصل ہوا تھا۔ واقعاتِ کربلا سے قبل دو سو انبیاءؑ اور دو سو اوصیاءؑ اسی مقام پر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ وہ زمین ہے جسے شہیدوں کے مدفن ومسکن کا شرف حاصل ہے یہاں کی خاکِ پاک پر سجدہ کرنے سے عبادت قبول ہوتی ہے۔ سامانِ تجارت میں یہ خاکِ شفا رکھی جائے تو تجارت میں برکت ہوتی ہے۔ بیمار کو بیماری کی حالت میں ذراسی خاکِ شفا کھلانے سے بیمار کو شفا ہوتی ہے۔ یہ خاک انتہائی اہمیت وعظمت کی حامل ہے۔

زائرین جب زیارت سے مشرف ہو کر واپس آتے ہیں تو خاکپاک سے بنی ہوئی تسبیح اور سجدہ گاہیں اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ یہ تسبیح دن گذرنے کے بعد اپنی اصلی حالت میں آجاتی ہے۔

زمانۂ قدیم کی خاکِ پاک جو جنابِ رسولِ خداؐ نے جنابِ امّ سلمیٰؓ کو دی تھی جیسا کہ روایتوں اور کتابوں میں موجود ہے۔ جن حضرات کے پاس موجود ہے، وہ ۱۰ محرم الحرام یعنی یوم عاشورہ سرخ ہو جاتی ہے اور دن گذرنے کے بعد اصلی ہے۔ یہی خاکپاک جناب سید علی اوسط صاحب جو ناظم آباد نمبر ۴ نزد محفلِ حیدری رہتے ہیں موجود ہے۔ جو لوگ اس کی زیارت کرنا چاہیں وہ زیارت کر سکتے ہیں۔

واقعہ ۹۱

اسٹرسبرگ (امریکہ) میں اسلامی مسائل سے متعلق مطالعاتی انجمن کا قیام اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشری پر ان کی تحقیق

کتاب "مغز متفکر جہانِ شیعہ" ترجمہ فارسی ذبیح اللہ منصوری۔ حاصل کردہ جناب موسیٰ رضوی جنھوں نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا۔

"اسلامی مسائل سترھویں صدی عیسوی سے یورپ کے دانشوروں کی توجہ کا مرکز بنا اور جب امریکہ کی یونیورسٹیوں نے وسعت پائی تو امریکی صاحبانِ ہوش و خرد نے یہ طے کیا کہ اسلامی مسائل پر بھی تحقیق کی جائے۔ صاحبانِ فضل سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ سترھویں صدی عیسوی سے آج تک امریکی اور یورپی دانشوروں نے اسلامی مسائل اور ہر طبقہ سے متعلق بزرگانِ اسلام پر بے شمار تحقیقی کتابیں لکھیں ہیں۔ لیکن ان تمام دانشوروں نے دوسری جنگِ عظیم تک اہلِ تشیع اور اس مذہب کی عظیم شخصیتوں کے سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی تحقیق پر توجہ نہیں دی۔ البتہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد انھوں نے مذہبِ شیعہ اور اس فرقہ کی بزرگ ہستیوں کے بارے میں دلچسپی لینی شروع کی۔" یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اسٹرسبرگ میں اسلامی مسائل سے متعلق مطالعاتی انجمن فقط اسلامی مطالعات کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس انجمن کا کام تمام ادیانِ عالم کا مطالعہ ہے جس میں دینِ اسلام بھی شامل ہے۔

اسٹرسبرگ یونیورسٹی کے اساتذہ (اور ادیانِ عالم کا مطالعہ کرنے والے دیگر ارکانِ انجمن) کے علاوہ انجمن کے دیگر محققین دائمی طور پر اسٹرسبرگ میں مقیم نہیں بلکہ دیگر ممالک میں قیام پذیر ہیں اور اپنی ریسرچ کو مستقل طور پر اسٹرسبرگ میں انجمن کے دارالتحریر (سکریٹریٹ) کو بھیجتے رہتے ہیں اور ہر دو سال بعد اس شہر میں جمع ہو کر تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔

اس انجمن کے ۲۵ دانشوروں نے شیعہ امامیہ اثنا عشری مذہب پر تحقیقات کے

کام میں حصہ لیا۔ اب تک جو تحقیقی کام ہوا ہے اُس کا انگریزی سے فارسی زبان میں دو حصوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پہلے حصّہ کا نام "امام حسینؑ اور ایران" دوسرے حصے کا نام امام جعفر صادق علیہ السلام کے کمالات پر مشتمل ہے۔ "مغز متفکر جہانِ شیعہ" اس کا فارسی ترجمہ جناب ذبیح اللہ منصوری نے کیا ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ جناب سیّد محمد موسیٰ رضوی کر رہے ہیں جو اس سے قبل "شیخ العضیرہ" کا اُردو ترجمہ کر چکے ہیں۔

اسٹرسبرگ کی تحقیقاتی انجمن کے جن دانشوروں نے مذہبِ شیعہ اثناعشر اور امام جعفر صادق علیہ السلام پر تحقیقات کی ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) جناب ارمن بل ـــــ بلجیم کے بروکسل اور گان یونیورسٹی کے پروفیسر۔
(۲) جناب جان امن ـــــ گان یونیورسٹی کے پروفیسر
(۳) جناب رابرٹ براؤن شویک ـــــ پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر
(۴) جناب کلاوڈ کاھن ـــــ پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر
(۵) جناب ہینری کوربون ـــــ ناظم شعبہ علوم دینی اور فرانس کے مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر۔
(۶) جناب انریکو جوڈلی ـــــ اٹلی یونیورسٹی کے پروفیسر اور ثقافتی مرکز کے معاون۔
(۷) جناب توفیق فعل ـــــ اسٹرسبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر
(۸) جناب فرانسیکو گابریلی ـــــ روم کی یونیورسٹی کے پروفیسر
(۹) جناب رچرڈ گرام لیخ ـــــ مغربی جرمنی کی یونیورسٹی کے پروفیسر
(۱۰) آنہ انلمٹن ـــــ لندن یونیورسٹی کی پروفیسر
(۱۱) جناب جرار کولنٹ ـــــ پیرس میں جامعہ السنہ شرقی کے پروفیسر
(۱۲) جناب ہل فرنڈ مولونگ ـــــ امریکہ میں شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر
(۱۳) جناب الودن لیشان ڈویل فونڈ ـــــ پیرس میں علمی تحقیقاتی یونیورسٹی کے ناظم (ڈین)

(۱۴) جناب ہنری ماسہ ــــــ فرانس کی مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر

(۱۵) جناب پروفیسر حسین نصر ــــــ جو فی الحال ان سطور کے ترجمہ کے وقت "انجمن شاہنشاہی فلسفہ ایران" کے ڈائریکٹر ہیں۔

(۱۶) جناب شارل پلا ــــــ پیرس کی مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر

(۱۷) جناب موسیٰ صدر ــــــ لبنان کے مطالعاتِ اسلامی علمی اکیڈمی کے ڈائریکٹر

(۱۸) جناب جارج وزرا ــــــ فرانس میں بیون یونیورسٹی کے پروفیسر۔

(۱۹) جناب ازملڈز ــــــ " " " "

(۲۰) جناب الیاش ــــــ لاس انجلس میں واقع کیلیفورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر

(۲۱) محترمہ ڈورن ھینچ کلف ــــــ لندن کی مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر

(۲۲) جناب فرٹیس یسر ــــــ سوئس میں بال یونیورسٹی کے پروفیسر

(۲۳) جناب جوزف مانور ــــــ مغربی جرمنی میں واقع فری برگ یونیورسٹی کے پروفیسر۔

(۲۴) جناب ہنس مولر ــــــ فری برگ یونیورسٹی کے پروفیسر

(۲۵) جناب ہنس رومر ــــــ مغربی جرمنی کے مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر

واقعہ ۶۲

جنگِ نہروان اور قولِ رسول اکرمؐ

کتاب شجرۃ الاولیار تالیف سید العارفین السید محمد نوربخش قہستانی الناصر شیخ ابوالباقر علی بن الحسین الگردیزی۔ محمد شمس الدین تاجرِ کتب مسلم مسجد چوک انارکلی لاہور۔ صفحہ ۲۵۳۔

(۱) "جب دونوں حاکموں میں اختلاف ہوگیا تو شامی لوگ امیر معاویہ کے پاس گئے اور عراقی امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس کوفہ میں چلے آئے۔ پھر امیر المومنین علی

کرم اللہ وجہ نے (خوارج جو بارہ ہزار آدمی تھے اور جنھوں نے نہروان میں ڈیرہ لگا رکھا تھا) کی طرف لکھ بھیجا۔ اور اُن کو مصالحت کی رغبت دلائی اور مخالفت سے روکا، اور اُن کو ڈرایا اور آپ نے فرمایا۔ "میں تمھیں ڈرانے والا ہوں اس لیے کہ تم اس شہر کے کنارے مقتول پڑے ہو" تو انھوں نے انکار کیا اور نافرمانی کی. بلکہ امیر المومنین علیہ السّلام کے قاصد کو بھی مار ڈالا، تو آپ اُن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے، اور خوارج کے مقابلہ پر لشکر لے کر نہروان کی طرف چلے گئے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو امان کا جھنڈا دیا، تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اُن کو آواز دی۔

"جو اس جھنڈے کے نیچے آجائے اُسے امان ہے۔ اور جو تم میں سے کوفہ کی طرف چلا جائے اُسے بھی امان ہے یا جو مدائن کی طرف چلا جائے اُسے بھی امان ہے۔ تو اُن میں سے پانچ سو سوار جھنڈے کے نیچے آگئے اور ایک جماعت کوفہ کی طرف واپس چلی گئی اور ایک جماعت مدائن کی طرف چلی گئی۔ تو ان بارہ ہزار افراد میں سے صرف چار ہزار باقی رہ گئے تو امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی سواری دُلدل پر اپنی تلوار (ذوالفقار) سے ان سے جنگ کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے ان کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اور انھوں نے سب کو قتل کر دیا۔ ان میں سے صرف ۹ آدمی بچے اور وہ بھاگ نکلے۔ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ یہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔"

انھوں نے جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ الفاظ کہے تھے۔ "ہم ان سے لڑائی کریں گے۔ ہم میں سے دس آدمی بھی نہیں قتل ہوں گے اور ان میں سے دس آدمی بھی نہیں بچیں گے۔ ان مقتولوں میں ایک آدمی ایسا بھی پایا گیا جس کا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا تھا کہ ان میں سیاہ رنگ کا آدمی ہوگا۔ اس کا ایک بازو عورت

کے پستان کی طرح تھرتھراتا ہوگا، اور وہ لوگوں میں سے بہترین فرقہ پر خرچ کریں گے۔
ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن سے جنگ کی، اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ تو حضرت علی علیہ السّلام نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا، تو اُسے تلاش کر کے لایا گیا۔ یہانتک کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے حُلیہ کے مطابق دیکھا۔"

واقعہ ۶۳

حضرت ابوطالبؑ اور حفاظتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کتاب "حضرت علی ابن ابی طالبؑ"، مؤلفہ ارمان سرحدی۔ ناشر شیخ علی اینڈ سنز کراچی۔ صفحہ ۲۹۱۔

"حضرت ابوطالب ہر رات رسولِ خداؐ کو اٹھا کر اپنے بیٹے علیؑ کو آپؐ کے بستر پر اس خوف کے باعث سُلا دیتے کہ ایسا نہ ہو وہ لوگ جو آپؐ (رسولخداؐ) کے ساتھ بُرائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپؐ کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ میری اولاد مرجائے لیکن رسولخداؐ کو کچھ نہ ہو۔ یہ تھی ابوطالبؑ کی محبت۔ جب جنابِ ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:-

"خدا ابوطالبؑ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھے بچپنے میں تربیت و پرورش سے نوازا اور جوانی میں ہر طرح میری مدد فرمائی۔"

نوٹ:- ارے مسلمانو! ذرا تو غور کرو، ذرا تو ٹھنڈے دل سے سوچو کہ اللہ کے دین کے لیے اور محمدؐ کی شریعت کے لیے جنابِ ابوطالبؑ نے خود اور اُن کی آلؑ نے کیا کیا قربانیاں دیں۔ اور اللہ نے چاہا کہ اپنے رسولؐ کی نسل کو اُنکی (ابوطالبؑ) کی نسل سے جاری رکھے۔

واقعہ ۶۴

سفر نامہ جمیل الدین عالیؔ "دنیا مرے آگے"

کتاب "دنیا مرے آگے" سفر نامہ جناب جمیل الدین عالی۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور صفحہ ۶۸۔۶۹۔

عالیؔ صاحب حکومتِ عراق کی دعوت پر عبد الکریم قاسم کی حکومت کے زمانے میں عراق تشریف لے گئے۔ جب آپ عراق گئے تو وہاں آپ شہرِ نجف بھی تشریف لے گئے۔ اس شہر میں حضرت علی علیہ السّلام کا مرقدِ اطہر بھی ہے۔ اور آپ کا یہ شہر دار الخلافہ بھی رہا ہے۔ اس شہر کے حالات اس طرح تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہم نے نجفِ اشرف سے آدھے گھنٹے کا سفر طے کیا اور کوفہ پہنچ گئے جہاں ہمارے لیے ایک شاندار اور جدید ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہم نے کمشنرِ کوفہ کو جو ہمارے میزبان تھے، اُردو کا محاورہ سمجھایا اور کہا کہ ہم کوفہ کا پانی نہیں پئیں گے۔ وہ خجل ہو کر مسکرائے اور کہنے لگے۔ ہاں کوفہ تاریخی اعتبار سے ایک المناک جگہ ہے۔ لیکن پانی سے گریز نہ کیجیے۔ کوفہ کا پانی حضرتِ علیؑ نے بھی پیا ہے۔ کیونکہ یہاں انھوں نے بہت دن خلافت کی ہے۔ صبح مسجدِ کوفہ کے تاثرات عجیب مرتب ہوئے۔ اس منبر کے پاس حضرت علیؑ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ صحن کے باہر بائیں ہاتھ کے اونچے مینار پر ایک روایت کے مطابق بلالؓ بھی اذان دے چکے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو مسلم بن عقیلؑ کا مزار ہے، اور وہیں قریب ہی ہانی بن عروہؓ کا مزار ہے۔ تربتِ زین العابدینؑ بھی یہیں ہے۔ دالان سے ذرا آگے ایک طرف ایک قبہ ہے جس کا نام مقامِ آدم ہے۔ روایت ہے کہ حضرت آدمؑ کے قدم اس مقام کو چھو گئے ہیں۔ مجھ ابنِ آدم نے ایک تصویر یہاں بھی کھنچوائی۔ مسجدِ کوفہ بہت وسیع اور خوبصورت ہے۔ لیکن اُس کے حُسن پر تاریخی عظمتیں غالب آگئی ہیں۔

یہاں حضرت علی علیہ السّلام وہ خطبے ارشاد فرماتے ہوں گے جن کی دانش و

بلاغت کا جواب عالمی ادب میں بھی مشکل سے ملے گا۔ یہیں عبداللہ ابنِ زیاد نے شہادتِ حسینؑ کے بعد ہزارہا مسلمانوں کو نماز پڑھائی ہوگی اور خطبوں میں یزید کا نام لیا ہوگا۔ اور لوگوں نے اس تمام صورتِ حال کو قبول کیا ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

میر خلیل الرحمٰن (مالک جنگ اخبار) تمھیں خدا کی قسم ایک تصویر اس مقام کی اور کھینچ لو۔ میں ہر مقام پر اُن سے درخواست کرتا ہوں۔ مسجد کے پیچھے حضرت علی علیہ السّلام کا مکان ہے۔ ایک چھوٹے سے ٹیلہ پر ایک چھوٹا سا گھر ہے۔ جو ہانی کے باپ یا ہانی نے حضرت علیؑ خلیفۃ المسلمین کو رہنے کے لیے دیا تھا۔ اس وقت حضرتؑ کی حکومت سندھ سے افریقہ تک تھی۔ لیکن نہ ان کے پاس ذاتی گھر تھا، نہ انھوں نے قصرِ امارت بنوایا تھا۔ یعنی اُن کے رہنے کے لیے کوئی وہائٹ ہاؤس یا کوئی کریملن یا کوئی گورنمنٹ ہاؤس نہیں تھا بلکہ وہ ایک دوست اور معتقد شہری کے عاریتاً دیئے ہوئے مکان میں رہ کر مشرق و مغرب پر حکمرانی کرتے تھے۔ اس مکان کے بیچ میں ایک چھوٹا سا صحن ہے۔ بائیں ہاتھ کو بیچ میں ایک نیم دائرے میں ایک بے چھت قُبّہ سا ہے۔ گویا انتظار گاہ، جہاں مشیر، سردار اور گورنر ان کا انتظار کرتے ہوں گے۔ دائیں ہاتھ کو صحن کے دوسری طرف ایک تاریک اور بہت مختصر سا کمرہ ہے جہاں وہ شہادت کے بعد نہلائے گئے تھے۔ شاید یہ اُن کا پرائیوٹ بیڈ روم ہو۔ اسی سے ذرا آگے صحن کے دوسرے کونے میں ایک اور کمرہ جو ہمارے معیار سے کوٹھری جیسی جگہ ہے۔ یہ زنانخانہ تھا۔ ہم خاکدانِ ہند و پاک کے تہذیبی رشتوں کے پابند اس کمرے میں نہیں گئے۔ کیونکہ یہ حریمِ علیؑ تھا۔ عراقی زائرین حریم میں بے تکلف آ جا رہے تھے۔ ان کمروں کے سامنے ایک مختصر سا دیوان خانہ ہے۔ جس کے اوپر چھت ہے۔ یہ گویا ان کا دفتر ہے جہاں پورے عالمِ اسلام کے سیاسی، مالیاتی، مذہبی اور دفاعی مسائل کے حل تلاش کیے جاتے ہوں گے۔ جبکہ نہ پنکھے تھے نہ کولر نہ ایئر کنڈیشنر۔ حضرت علیؑ کا منصب یعنی اسٹیٹس STATUS اور اُس وقت کا فوجی انتشار ضرور اس امر کا مطالبہ کرتا ہوگا

کہ وہ ایک بڑے محل میں قیام کریں۔ لیکن وہ اسی ڈو بیڈ روم اور ایک آفس روم والے چھوٹے سے سخت گرم اور سخت سرد گھر میں رہے اور وہیں اُن کی لاش نہلائی گئی۔

وہاں وہ چھوٹا سا گھر میری گنہگار آنکھوں اور مجرم روح میں سما گیا ہے۔ خواہ اس بات پر بیسویں صدی کے صحافیوں، ادیبوں، سیاسی مفکروں، دانشوروں اور کو کتنا ہی غصّہ آئے۔ اور اسی چھوٹے سے گھر کے عین سامنے بنوامیّہ کے طویل و بلند محلات کے کھنڈر اُن کے عروج و زوال کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ محلّات جن کے ذکر سے تاریخ کی آنکھیں چکا چوند ہوتی رہتی ہیں، آج ویرانے کہلانے کے قابل نہیں۔ ان کی دیواریں جو بہت اونچی اور منقش ہوں گی، اور اعلیٰ درجہ کے مسالوں سے بنائی گئی ہوں گی فرش میں پیوست ہو گئی ہیں اور فرش بنیادوں میں پیوست ہو گیا ہے اور بنیادیں ہیں کہ غاروں کی شکل میں روز بروز نیچے دھنسی جا رہی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ہاں بھائی اب ہم شہرِ کوفہ دیکھیں گے۔ یہ جذبہ ہندی مسلمانوں کی میراث ہو یا کچھ اور مگر ہمیں کوفے میں گھومتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ تاریخ میں ایسا کم ہوا ہے کہ ایک پورے شہر کی ایک پوری نے اپنے محترم، شریف اور متقدس اکابر کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو جیسا کوفیوں نے بار بار کیا۔ اس وقت ہمیں جدلیت اور فلسفہ سلطنت اور منطق و تجرید کے بیچاک میں مت الجھاؤ، تاریخی عوامل کے سبق نہ پڑھاؤ، جذبات جب امنڈتے ہیں تو علم اور صبر کے تودے اس طرح پگھل کر بہ جاتے جاتے ہیں جیسے کوفہ کی گلیوں میں خود کوفیوں کے بلائے ہوئے حسینی سفیر مسلم بن عقیلؑ کا خون بہ رہا تھا۔"

یہ ہیں وہ دلی جذبات و احساسات جو انسان کو حق و باطل کے تجزیہ پر مجبور کرتے اور اظہارِ حق پر آمادہ کرتے ہیں۔ جناب جمیل الدّین عالی نے اپنے سفر نامہ میں نہایت پُر اثر انداز میں تجزیہ کیا ہے۔

واقعہ

مالگذاری سے متعلق حضرت علی کا حکم

اس واقعہ میں میں آپ کو ایک روایت بتاؤں گا جس سے معلوم ہوگا کہ دورِ خلافتِ حضرت علی علیہ السّلام میں آپ اپنے ماتحتوں کے ذریعہ کس طرح جزیہ وصول کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ کے کیا احکام تھے۔

کتاب تاریخ المعاویہ از گویا جہان آبادی۔ پبلشر گویا جہان آبادی۔ ۳/۳ ٹی وی کالونی کراچی۔ صفحہ ۶۲۔ ۶۳۔

"بیہقی نے اپنے سنن میں نقل کیا ہے کہ "بزرگ سابور جسے عرب بزرّج نابور کہتے ہیں، ایک ضلع تھا۔ حضرتِ علی کرم اللہ وجہٗ نے ایک صاحب کو وہاں کی مالگذاری وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ رخصت کرتے وقت ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا۔ دیکھنا ایک درم کو وصول کرنے پر بھی کسی کو کوڑے نہ مارنا اور ہرگز ہرگز ذمی رعایا کی اُن چیزوں کو بقایا میں نیلام نہ کرنا جو اُن کی روزی کا ذریعہ ہوں۔ گرما اور سرما کے لباس اور ان کے مویشی جن سے وہ کاشت اور باربرداری کا کام لیتے ہوں۔ اُن کو بھی ہاتھ نہ لگانا" اس شخص نے حضرت علی علیہ السّلام سے کہا۔ "امیر المومنین! پھر تو اسی طرح واپس ہو جاؤں گا جیسے جا رہا ہوں۔ یعنی کچھ وصول نہ ہوگا۔" مرتضیٰ علیہ السّلام نے یہ سنکر فرمایا "خواہ تم اسی طرح واپس کیوں نہ ہو۔" پھر فرمایا۔ "تجھ پر افسوس ہے مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی زندگی کی اصلی ضرورتوں سے جو بچ جائے اس سے مطالبہ جائز وصول کیا جائے۔" (سننِ بیہقی ص ۲۰۵)

واقعہ

اے ابنِ ابیطالبؑ شرافت کی تم نے حد کر دی۔ حضرت عائشہ

کتاب تاریخ المعاویہ از گویا جہان آبادی صفحہ ۶۸ اور ۶۹ میں تحریر ہے کہ

"جنگِ جمل کے اختتام پر حضرت علی علیہ السّلام نے خود اپنی نگرانی میں صدیقہ (حضرت عائشہ) کو بصرہ سے حجاز روانہ فرمایا۔ اس موقع پر ایک لطیفہ قابلِ ذکر ہے کہ عائشہ صدیقہ کو جب آپ روانہ کرنے لگے تو اُن کے ساتھ آپ نے اُن کے حقیقی بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر (جو اس جنگ میں حضرت علیؑ کی طرف سے لڑ رہے تھے) کو کر دیا۔ تیس ۳۰ سپاہی اور بیس ۲۰ عورتیں بھی خدمت کے لیے ساتھ روانہ کی گئیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ ان عورتوں کو حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ سر پر عمامہ باندھ لیں اور تلواریں حمائل کر لیں۔ بظاہر اُن کی شکل مردوں کی نظر آتی تھی، عورتوں پر قدغن تھا کہ حضرت عائشہ پر یہ راز کھلنے نہ پائے کہ یہ عورتیں ہیں۔ حسب ہدایت سارے راستے یہ مرد نما عورتیں آپ کی خدمت میں رہیں۔ جب حضرت عائشہ مدینہ پہونچ گئیں۔ لوگ ملنے آئے اور حالات دریافت کرنے لگے تو آپ نے حضرتِ علیؑ کے حُسنِ سلوک کی بہت تعریف کی وہاں صرف یہ شکایت کی کہ انھوں نے رفاقت میں چند عورتوں کو ساتھ نہ کیا۔ اس پر عورتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ لکھا ہے کہ اُسی وقت عائشہ سجدے میں چلی گئیں اور سر اٹھا کر کہنے لگیں کہ اے ابنِ ابی طالبؑ شرافت کی تم نے حد کر دی۔" (مسعودی)

یاد رہے کہ حضرت عائشہ حضرت علی علیہ السّلام کی اس حالت میں تعریف کر رہی ہیں جب وہ حضرت علیؑ سے جنگ کر کے جمل میں شکست پا چکی ہیں۔

واقعہ ۶۷

یمن میں اسلام کی روشنی حضرت علی مرتضیٰ کے فیض سے پھیلی

کتاب رحمتِ عالم تالیف سید سلیمان ندوی۔ ناشر لاہور اکیڈمی لاہور۔ صفحہ ۳۴:
میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

"یمن کے بعض قبیلوں میں اشاعت (اسلام) کا کام کرنے کے لیے پہلے حضرت خالد بھیجے گئے۔ وہ چھ مہینے تک اپنا کام کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ دیکھ کر

آپ (رسولِ خدا) نے ان کو واپس بُلا لیا اور اُن کی جگہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کو بھیجا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اُن کے سب رئیسوں کو بُلایا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا مبارک خط پڑھ کر سنایا۔ ساتھ ہی سارا کا سارا قبیلہ مسلمان بن گیا۔ چنانچہ ہمدآن، جذیمہ اور مدحج کے قبیلوں میں اِسلام کی روشنی حضرت علی مرتضیٰؑ ہی کے فیض سے پھیلی۔"

واقعہ ۶۸

یہ خاندانِ اہلبیت کی عصمت ہے کہ دوست اور دشمن ہر ایک ان حضرات کے آگے سر خم کرتے ہیں

(۱) کتاب سید الشہدا تالیف جناب عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار۔ ناشر سیٹھ آدم جی عبداللہ بمبئی والے۔ نولکھا بازار لاہور صفحہ ۹۳۔ " لطائفِ اشرفی کی روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت امام حسنؓ نے یہ خلافت کی مسند اور سلطنتِ امیر معاویہ کے لیے چھوڑی تو امیر معاویہ نے حیرانی کے ساتھ کہا کہ یا ابو محمدؑ آپ نے تو ایسی جوانمردی کا اظہار کیا ہے کہ بڑے بڑے جوانمردوں سے اس کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی سلطنت کسی دوسرے کے حوالے کر دیں۔ لیکن آپ نے ساری سلطنت اور خلافت اپنی خوشی سے چھوڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی شان و عظمت اپنی نظیر نہیں رکھتی اور آپ کے نزدیک اس دنیوی جاہ و جلال کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔" ماشاء اللہ

(۲) کتاب ہذا ہی میں ایک روایت، امیرِ معاویہ سے ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن علیہ السلام کی زبان اور لب کو چوستے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس زبان اور ان ہونٹوں کو ہرگز عذاب نہ دے گا جس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوسا۔"

واقعہ ۶۹

حسنؑ اور حسینؑ نام خدا کے پسندیدہ نام ہیں

کتاب ہذا صفحہ ۹۲۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت جبریلؑ ایک دن حضورِ نبوی میں حاضر ہوئے اور بارگاہِ ایزدی سے حریر پر لکھے ہوئے یہ دونوں نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت جبریلؑ نے کہا کہ حسنؑ اور حسینؑ بہشت کے مقدس ناموں میں سے ہیں۔ اس لیے ان شہزادوں کے نام یہی رکھے جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمائے خداوندی کے مطابق دونوں شہزادوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ رکھے"۔

واقعہ ۷۰

آسمانی بجلی نے راستہ کے اندھیرے کو روشن کر دیا

کتاب ہذا صفحہ ۱۰۵۔ لطائفِ اشرفی میں یہ روایت منقول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ امی کے پاس جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا جاؤ۔ امام حسنؑ نے کسی قدر اضطراب کے ساتھ کہا کہ میں اندھیرے میں کس طرح جاؤں گا۔ ابھی الفاظ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے تھے کہ یکایک آسمان پر سے ایک بجلی نیچے آئی اور متواتر چمکتی رہی۔ حضرت امام حسنؑ اس کی روشنی میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لے گئے، اور جب تک آپ گھر نہ پہنچ گئے اس وقت تک وہ بجلی آپ کا راستہ روشن کرتی رہی اس کے بعد آسمان کی طرف چلی گئی"۔

واقعہ ۱۷۱

اُن کی غذا زبانِ رسولؐ خدا تھی

کتاب ہذا صفحہ ۱۰۹ا ۔ "حضرت ابوہریرہ نے روایت کی جو اکثر کتابوں میں منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ امام حسنؑ کے دہنِ مبارک کو کھولتے تھے اور پھر اپنی زبانِ مبارکہ اُن کے منہ میں داخل فرماتے تھے۔ اور اُس کے ساتھ ہی فرماتے تھے کہ خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو بھی اسے دوست رکھ اور اُس کو بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ آنحضرتؐ تین بار اسی طرح کہتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسنؑ کی زبان اور ہونٹوں کو چوستے تھے اور جب شہزادے بھوکے یا پیاسے ہوتے تو حضورؐ اپنی زبانِ مبارک اُن کے منہ میں ڈال دیتے جسے وہ چوستے اور پھر دن بھر بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کرتے۔"

واقعہ ۱۷۲

جوان ہے تو علیؑ ہے اور تلوار ہے تو ذوالفقار ہے

کتاب شجرالاولیاء تالیف سیّد العارفین السید محمد نوربخش قہستانی۔ ناشر شیخ ابوالباقر علی بن الحسین الگردیزی۔ ملنے کا پتہ محمد شمس الدین تاجرِ کتب مسلم مسجد چوک انار کلی لاہور صفحہ ۲۳۰۔ میں حالاتِ جنگِ احد تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"جب اُحد کی جنگ ہوئی تو مشرکین کی تعداد پانچ ہزار تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور تین سو مدینہ کے منافق تھے۔ جب دونوں منافق آپس میں ٹکرا گئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تو منافق بھاگ کر باہر نکل گئے اور اُن کے ہمراہ کمزور مسلمانوں کی ایک جماعت بھی چلی گئی۔ جبکہ انھوں نے شیطان کی یہ آواز سنی کہ محمدؐ قتل ہو چکے ہیں۔ حالانکہ اس وقت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعی دانت شہید ہوئے تھے۔ اور اس وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ آدمی رہ گئے جن میں سے سات مہاجر تھے ان میں حضرت علیؑ و ابوبکرؓ بھی تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور پانچ انصاری تھے۔ پھر جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سنی کہ اے اللہ کے بندوں میرے پاس آجاؤ، اللہ کے بندوں میرے پاس آجاؤ تو پھر وہ لڑائی کے لیے پلٹے۔ اور علی علیہ السلام مشرکوں کے ساتھ ذوالفقار کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور آپ نے اکیلے ہی سات مشرک نامور سرداروں کو قتل کر دیا۔ پھر ہوا تیز ہو گئی اور ہاتفِ غیبی نے آواز دی

لَا فتیٰ اِلَّا علی لَا سیف اِلَّا ذوالفقار

پھر مشرکین شکست کھا گئے۔ اُحد کی جنگ میں فتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صبر اور اُن کی بہادری کی وجہ سے ہوئی۔"

نوٹ: اس واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران میں بھی کیا ہے۔ جن سات نامور مشرکوں کو علی علیہ السلام نے قتل کیا اُن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ (۲) عبداللہ بن جمیل بن عبدالدار (۳) ابوالحکم بن الاخنس (۴) سباع بن عبدالعزیٰ (۵) ابوامیہ بن المغیرہ (۶) ابوسعد بن ابوطلحہ (۷) بنی عبدالدار کا حبشی غلام۔

واقعہ ۴۷

حضرت علی علیہ السلام کی عدیم المثال جسمانی قوت جس نے دُشمنوں کے دِلوں میں ہیبت کا سکہ بٹھا دیا

کتاب حضرت علی ابن ابی طالبؑ مؤلفہ ارمان سرحدی، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔ صفحہ ۲۷۴-۲۷۵ میں تحریر ہے:۔

"مطالب السئول میں لکھا ہے کہ امیر المومنین جب جنگ صفین کی طرف متوجہ ہوئے تو ایک مقام پر آپ کے ساتھیوں کو پانی نہ ملا۔ دائیں بائیں ڈھونڈا کچھ سراغ نہ ملا۔ حضرت علیؑ ساتھیوں کو ایک جگہ لے گئے جہاں کچھ فاصلے پر میدان میں عیسائیوں کا

اس نے کہا یہاں سے دو فرسنخ کے فاصلے پر ہے۔ جس طرف میں اشارہ کرتا ہوں، اُدھر چلے جاؤ۔ حضرتِ علیؑ نے ساتھیوں سے فرمایا سنو، راہب کیا کہتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ وہ کہتا ہے کہ پانی یہاں سے دو فرسنخ کے فاصلے پر ہے۔ مگر وہاں ہم میں پہنچنے کی قوت نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، وہاں تک جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے خچر کا منہ قبلہ کی طرف پھیر کر اس گرجے کے قریب ایک مکان کی طرف اشارہ کیا کہ فلاں جگہ کھودو۔ لوگوں نے کھودنا شروع کیا تو ایک بھاری پتھر نمودار ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہاں پتھر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پتھر پانی کے اوپر ہے۔ لوگوں نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ ہل نہ سکا۔ تمام آدمیوں نے مل کر زور لگایا مگر پتھر نے جنبش نہ کی۔ یہ دیکھ کر جناب امیر المومنین سواری سے اترے اور آستین چڑھا کر پتھر کے نیچے انگلیاں رکھیں پھر اسے زور دیکر ہاتھ پر اُٹھا لیا۔ اس کے نیچے سے نہایت شیریں پانی کا چشمہ نکلا، لوگ سیر ہو کر پانی پینے لگے۔ پورے سفر میں انھیں ایسا میٹھا اور ٹھنڈا پانی نہ ملا تھا۔ جب سب لوگ پانی پی چکے تو آپ نے پھر پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ راہب اپنے گرجا کی چھت پر سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ لوگوں سے کہنے لگا، مجھے نیچے اتارو۔ لوگوں نے اسے چھت پر سے اُتارا اور وہ حضرت علیؑ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبیِ مرسل ہیں۔ آپ نے جواب دیا "نہیں"۔ کہنے لگا "پھر آپ فرشتۂ مقرب ہیں"؟ آپ نے فرمایا "نہیں، میں خدا کے رسول محمد ابن عبداللہ خاتم النبیین کا وصی ہوں"۔ راہب نے کہا "اچھا پھر ہاتھ بڑھایئے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہوں"۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا راہب مسلمان ہو گیا۔

(۲) غزوۂ خیبر میں بھی اسی طرح آپ نے قلعۂ خیبر کا دروازہ اکھاڑا تھا۔ جسے چالیس آدمی کھولتے اور بند کرتے تھے۔ روایت میں موجود ہے کہ آپ ایک ہاتھ پر اس دروازے کو اٹھائے ہوئے خندق میں اتر گئے اور اس دروازے کو آپ نے اپنے ہاتھوں پر پل بنا دیا اور لشکرِ اسلام کو اس کے ذریعے قلعہ میں پہنچا دیا۔

(۳) علامہ ابن حدید لکھتے ہیں کہ ہبل نامی بت جو کہ خانۂ کعبہ میں نصب تھا اور اس قدر

وزنی تھا کہ کئی آدمی مل کر بھی اُسے نہ اٹھا سکتے تھے۔ مگر حضرت علی علیہ السّلام نے اسے بآسانی اٹھالیا اور دور پھینک دیا۔ یہ بُت اس طرح ٹوٹ گیا جیسے کانچ ٹوٹ جاتا ہے۔

واقعہ ۷۴

بلوچستان میں آج بھی حضرت علیؑ کی معجز نمائی موجود ہے!

بلوچستان میں قلات ضلع میں آج بھی حضرت علی علیہ السلام کی معجز نمائی موجود ہے۔ قلات ضلع میں لاہوت لامکاں ہے جو کراچی سے تقریباً ۳۵۔ ۴۰ میل دور ہے۔ اس مقام پر سواری کے جانے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ اس کے باوجود لوگ کافی تعداد میں اس مقام پر جاتے ہیں۔ روایت کے مطابق اس جگہ پر حضرت علی علیہ السّلام خود تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے یہاں پر کوکل نامی جادوگر یا دیو کو دو پہاڑیوں کے درمیان لوہے کی زنجیروں سے جکڑ کر قید کیا ہے۔ ان پہاڑیوں کے درمیان اوپر سے لے کر نیچے تک ایک سی دراڑ ہے اور نوچندی جمعرات کو ان پہاڑیوں کے درمیان سے زنجیر ہلنے کی آواز آتی ہے اور یہاں پر زمین سے ہر تین میل کے فاصلہ پر آپ نے دو مقام پر قیام کیا ہے اور عبادت بھی کی ہے جس کا یہاں پر نشان موجود ہے۔ آپ کے قدموں کی برکت سے دو مقام پر چشمے پیدا ہو گئے ہیں۔ حیدری ملنگ شعبان کے مہینہ میں یہاں کافی تعداد میں پاکستان کے ہر گوشے سے آتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخِ سندھ کتاب اوّل شائع کردہ مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ مرتبہ اعجاز الحق قدوسی صفحہ ۶۷ میں تحریر ہے کہ:-

"۳۵ھ میں حضرت علیؑ مسند آرائے خلافتِ راشدہ ہوئے۔ آپ نے ۳۸ھ میں شاعر بن دعورا کو سپہ سالار بنا کر ہندوستان کی سرحد پر مقرر کیا۔ یہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں حارث بن مرّہ جیسے تجربہ کار بھی تھے۔ جنگی ساز و سامان کے ساتھ وہاں بھیجے [illegible] فتح کرتے ہوئے قیقان تک پہنچے۔ قیقان کا موجودہ نام

ہے۔ قیقان میں بڑی سخت لڑائی ہوئی، کیونکہ پہلے ہی سے بیس ہزار قیقانی تمام دروں کی ناکہ بندی کیے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے لڑائی کے دوران نعرۂ اللہ اکبر اس زور سے بلند کیا کہ قیقانی لشکر میں ہیبت سے بھگدڑ پڑ گئی۔ قیقان کے رہنے والوں نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے بڑی تعداد میں جنگی قیدی گرفتار کیے۔"

یہاں تک تو اِس کتاب کے حوالے سے ملتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا لشکر قلات میں آیا۔ اس جگہ پر اس وقت جس کی حکومت تھی اس کا نام کوکل جادوگر یا دیو تھا۔ اُس نے اس لشکر کو گھیر لیا۔ پھر آپ نے اپنے اعجاز سے آکر اپنے لشکر کی اس جگہ مدد کی اور آج بھی آپ کی بہت سی نشانیاں یہاں موجود ہیں جن کو لکھا نہیں جاسکتا۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد آپ کو یقین آئے گا۔ اس مقام پر جانے کے لیے لی مارکیٹ کراچی سے خاص طور پر گاڑیاں جاتی ہیں۔ یہاں پر لوگ کہتے ہیں کہ جب کبھی کوئی گاڑی یا مسافر راستہ بھول جاتا ہے تو وہ ایک خاص نعرہ لگاتا ہے "جیئے شاہ" تو اس کو جواب ملتا ہے "جبل میں شاہ" اور اس طرح خود بخود اس کو راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس مقام کی زیارت کر کے آتے ہیں وہ بڑے فخر سے اپنے کو لاہوتی کہتے ہیں۔ حیدری ملنگ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے عرس کے بعد رجب کے مہینہ میں پیدل پہاڑی پہاڑی سندھ کے اندرونی علاقے سے ہوتے ہوئے بلوچستان کے اس پہاڑی علاقہ تک ۲۰ دن کی مسافت کے بعد آتے ہیں۔ لوگ اِن ملنگوں کی بڑی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ اپنے پاس سے کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حیدری ملنگ ہیں ان کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت ہوگی۔ اِس مقام پر پانی کے چشمے ہیں ان سے ضرورت کے مطابق پانی اُبلتا رہتا ہے اگر سو آدمی ہیں تو ان کی ضرورت پوری ہوگی اور اگر لاکھ آدمی ہیں تو ان کی ضرورت کے مطابق چشمے سے پانی نکلے گا۔ اس کے علاوہ زمین کے اندر سے کھڑی مسور کی دال کی کی طرح کے چھوٹے چھوٹے پتھر کافی تعداد میں نکلتے ہیں جو گیس اور پیٹ کی جملہ بیماریوں میں کام آتے ہیں۔ یہ تمام واقعات صوفی عشرت علی صاحب نے خود دیکھے اور مجھ سے بیان کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض واقعات تو ایسے حیرت انگیز ہیں جن کو انسان یقین

نہیں کرے گا جب تک خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے۔

واقعہ ۷۵

حسنؑ مجتبیٰ کی عظمت و جرأت

کتاب صلح امام حسن علیہ السّلام از مولانا سیّد مرتضیٰ حسین صاحب مطبوعہ ادبی پرنٹنگ پریس کراچی صفحہ ۲۰ بحوالہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۹ مطبوعہ مجیدی پریس کانپور یوپی انڈیا۔ تحریر کرتے ہیں کہ

(۱) "ایک دفعہ اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت ابوبکر منبرِ رسولؐ پر بیٹھے تھے کہ امام حسنؑ تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا" میرے باپ کے منبر سے اتر آؤ"۔ انھوں نے کہا "سچ ہے یہ آپ کے باپ ہی کی جگہ ہے" اور امام کو اپنے دوش پر بٹھا لیا اور رونے لگے۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا" سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نہیں بتلایا تھا"۔ حضرت ابوبکر نے کہا "ہاں میں کب الزام لگاتا ہوں"۔

(۲) اسی کتاب میں ایک روایت اور موجود ہے "عقبہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر حضرت حسنِ مجتبیٰؑ کو گود میں لیے کہہ رہے تھے" میرے باپ نثار نبیؐ کی تصویر ہو علیؑ کی نہیں، اور علیؑ ہنس رہے تھے"۔

واقعہ ۷۶

معزالدولہ (آلِ بویہ) نے عیدِ غدیر منانے کی رسم جاری کی

کتاب عالمی تاریخ ناشر علی بک ڈپو م۴۲ ۵ اردو بازار کراچی صفحہ ۳۲۳ میں تحریر ہے کہ "آلِ بویہ تقریباً سو سال تک عراق و ایران پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ اس خاندان کے ایک فرد جو کہ اپنے وقت کا زبردست حاکم شمار کیا جاتا تھا۔ جس کا نام معزالدولہ تھا۔ اس کتاب کے مطابق اس نے یعنی "معزالدولہ کے دورِ اقتدار میں

عید غدیر منانے کی رسم جاری ہوئی اور عاشور کے دن کاروبار بند کر کے ماتم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پہلی مرتبہ بغداد میں عورتوں اور مردوں نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا غم منایا اور یوں تعزیہ داری و عزاداری کی ابتدا ہوئی۔"

واقعہ

"حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے"

کتاب عالمی تاریخ۔ ناشر علی بکڈپو۔ ۲۴۲ اردو بازار کراچی صفحہ ۱۶۴۔

حجرؓ ابن عدی کا قتل۔ امیر معاویہ کے عہد کا ایک افسوسناک واقعہ حضرت حجرؓ (صحابیٔ رسولؐ) اور آپ کے ساتھیوں کا قتل ہے۔ آپ آنحضرتؐ کے صحابی اور حضرت علیؑ کے جاں نثاروں میں تھے۔ کوفہ میں رہتے تھے۔ جہاں آپ کے گرد حضرت علی علیہ السلام کے حامیوں کا ایک حلقہ بن گیا تھا۔ امیر معاویہ نے بر سر منبر حضرت علی علیہ السّلام پر جو سب و شتم کی بُری رسم جاری کی تھی اُس کو تمام حکام ادا کیا کرتے تھے (بُری اور غیر شرعی) رسم سے قدرتی طور پر حضرت حجرؓ ابن عدی اور آپ کے ساتھیوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔ جب تک حضرت مغیرہ کوفہ کے والی رہے حضرت حجرؓ سب و شتم کا جواب سب و شتم سے دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے۔ مگر جب مغیرہ کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ پر زیاد (ملعون) کوفہ کا والی بنا تو وہ جوابی سب و شتم کو برداشت نہ کر سکا اور حضرت حجرؓ (مردِ مومن) اور آپ کے چھ ساتھیوں کو گرفتار کر کے امیر معاویہ کے پاس دمشق بھیج دیا۔ امیر معاویہ نے انھیں بغاوت کے جرم میں قتل کی سزا دیدی۔" ارے ذرا انصاف تو کرو کیا یہ بغاوت تھی۔ کیا تمھاری اس حرکت کا جواب نہ تھا جو تم حضرت علی علیہ السّلام کے ساتھ کر رہے تھے۔

واقعہ ۷۸

"حسینؑ کی محبت نے لڑکے کے ماں باپ کو بخشوادیا" جس کی شفاعت رسولِ خداؐ نے فرمائی

کتاب سید الشہداء مرتبہ عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار لاہور۔ ناشر سیٹھ آدم جی عبداللہ پبلشر نولکھا بازار لاہور صفحہ ۲۸ میں تحریر کرتے ہیں کہ "ایک دن حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چند اصحاب کے ہمراہ مدینہ کے ایک کوچہ سے گزر رہے تھے۔ اس کوچہ میں چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ حضورؐ نے ان لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو گود میں اٹھالیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت پیار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ کون لڑکا ہے جسے آپ نے اس قدر پیار کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے ساتھ میرے زیادہ پیار کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے اس لڑکے کو حسینؑ کے ساتھ کھیلتے دیکھا تھا۔ اور یہ لڑکا حسینؑ کے قدموں کی خاک لے کر اپنی آنکھوں سے ملتا تھا۔ میں اسی دن سے لڑکے کو دوست رکھتا ہوں اور کل قیامت میں اس لڑکے کی شفاعت کروں گا اور اس کے ماں باپ کو بخشوا کر جنت میں داخل کروں گا۔"

حضرت رسول خداؐ اپنے علم کی وجہ سے حسین علیہ السلام کی عظمت جانتے تھے کہ میرے بعد خدا کے دین اور میری شریعت کے لیے اپنی اور اپنے خانوادہ کی قربانی دیکر قیامت تک کے لیے دینِ اسلام کو سربلند کر جائے گا۔

واقعہ ۷۹

یہ حسنین علیہم السلام ہیں جن کے کپڑے اللہ جل شانہٗ نے عیدی کے طور پر جنت سے بھیجے تھے

کتاب سید الشہداء مرتبہ جناب عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار صفحہ ۲۹ پر تحریر ہے کہ "یہ روایت تو عام طور پر مشہور ہے کہ ایک دن

عید کے دن صبح ہی صبح حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خاتونِ جنتؑ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ فاطمہ زہراؑ بیٹھی رو رہی ہیں اور غم و اندوہ سے سخت بے قرار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی آج عید ہے اور خوشی کا دن ہے مگر تم رو رہی ہو کیا بات ہے، کس وجہ سے غمگین ہو۔ حضرتِ خاتونِ جنتؑ نے جواب دیا کہ بابا جان حسنؑ اور حسینؑ کے کپڑے پرانے ہیں، اور بچے نئے کپڑوں کے لیے ضد کر رہے ہیں۔ میں بہتیرا سمجھاتی ہوں مگر نہیں مانتے، انھیں میری تنگ دستی کا حال کیا معلوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر متامل ہوئے تو اتنے میں حضرتِ جبرئیلؑ آئے اور دو بہشتی جوڑے ان دونوں بھائیوں کے قد و قامت کے مطابق سلے ہوئے پیش کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ آپ ملال نہ کیجیے اور صاحبزادوں کو یہ بہشتی جوڑے پہنا دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتونِ جنتؑ سے فرمایا۔ اے جگر گوشۂ رسول اپنے حجرہ میں جاؤ۔ وہاں جبرئیلؑ نے دو جوڑے بہشتی رکھے ہیں، وہ بچوں کو پہنا دو۔ حضرتِ فاطمہؑ حجرہ کے اندر تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ ایک چاندی کے طشت میں دو انمول جوڑے بڑے تکلف سے رکھے ہیں حضرتِ فاطمہؑ نے وہ طشت لا کر سرورِ کونین کے حوالے کیا اور دونوں جوڑے حسنؑ اور حسینؑ کو دیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمھاری عیدی آئی ہے۔"

واقعہ ۸۰

معاویہ کے مقابلہ میں علیؑ خلیفہ برحق ہیں (ابوہریرہ)

(۱) خلفائے راشدین، از مولانا عبدالشکور (لکھنوی) ناشرِ کتاب دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ کراچی۔ صفحہ ۲۲۳ میں اس طرح لکھتے ہیں:۔ "دورانِ جنگ میں حضرت ابوہریرہ جو حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے روزانہ حضرت معاویہ کے دسترخوان پر جا کر کھانا کھاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے کہا کہ اے ابوہریرہ آپ کی عجیب حالت ہے۔ نماز علیؑ کے پیچھے پڑھتے ہیں اور انھیں کے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں اور کھانا یہاں آ کر کھاتے

ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا نماز انھیں کے پیچھے اچھی ہوتی ہے اور خلیفہ برحق وہی ہیں۔ لہٰذا جہاد انھیں کے ساتھ ہو کر اچھا ہے اس لیے نماز وہیں پڑھتا ہوں اور جہاد بھی انھیں کے ساتھ ہو کر کرتا ہوں۔ مگر کھانا تمھارے یہاں اچھا ہوتا ہے۔ لہٰذا کھانا تمھارے یہاں آکر کھاتا ہوں۔"

(۲) اسی کتاب میں صفحہ ۱۰پر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لیے لکھا ہے:
"مسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، اُن کی ضرورتوں کو پورا کرنا آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔"

(۳) کتاب ہذا صفحہ ۳۴۶ پر تحریر ہے کہ "حضرت علیؑ کی عبادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟" فرمایا کہ اس امانت کا وقت آجاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اُتارا تو اُس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا۔"

واقعہ ۸۱

دین کے بادشاہ کی شادی

کتاب "سید الشہدا" از عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار صفحہ ۱ میں تحریر کرتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب مدائن سے ایران کا بادشاہ یزدجرد مسلمانوں سے شکست کھا کر بھاگ گیا تو اس کی بیٹی (شہزادی) شہر بانو بھی مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور وہ حضرتِ عمر کے سامنے پیش کی گئیں۔ ہر ایک شخص کی خواہش تھی کہ شہر بانو اسی کو مل جائیں۔ لیکن حضرت عمر نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا کہ اب تک تم دنیا کی شہزادی تھیں مگر آج میں تمھیں دین کے شہزادے کے حوالے کرتا ہوں۔ چنانچہ شہر بانو کا نکاح حضرت امام حسین علیہ السلام سے کر دیا گیا۔"

واقعہ ۸۲

جس کی سواری ہادی دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بنے

کتاب کشف المحجوب (اردو) نسخہ سمرقند، مصنف ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش رح) مترجم ابوالحسنات سید احمد قادری ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضورؐ نے سیدنا امام حسین سید الشہدا رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت پر سوار کر رکھا ہے اور ایک ڈوری اپنے دہنِ مبارک سے نکال کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک میں دے رکھی ہے اور امام حسین علیہ السلام ہانک رہے تھے، اور حضورؐ اپنے گھٹنوں سے تشریف لے جا رہے تھے۔ تو جب میں نے (حضرت عمرؓ) یہ شان دیکھی تو عرض کیا، اے ابو عبد اللہ آپ نے سواری تو بہت عجیب پائی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عمر سوار بھی تو ایسے ہی اچھے ہیں"۔

واقعہ ۸۳

کتاب اعجاز التنزیل از قلم خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر مرحوم ناشر امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور صفحہ ۱۴۵ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"جناب مقدس مرتضوی کے فضائل و کمالات کا اعتراف نہ صرف ان کے کفش بردار مومنوں اور مسلمانوں کو ہی ہے بلکہ مخالفوں اور غیر مذہب والوں نے بھی بڑے شد و مد سے اس کا اعتراف نہ صرف کیا ہے۔ دیکھو ہائی کورٹ بمبئی کے فاضل جج مسٹر جسٹس آرنولڈ نے ایڈوکیٹ جنرل بنام محمد حسن خوجہ کے مشہور مقدمہ میں جو ایک نہایت عالمانہ فیصلہ لکھا تھا اس میں یہ لکھا ہے:۔

"الغرض علیؑ کی شہادت سے سب مسلمانوں میں تہلکۂ عظیم پڑ گیا۔ علیؑ کو سب لوگ دل سے عزیز رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے۔ اس زمانے میں بھی جبکہ شجاعانِ عرب شہرۂ آفاق تھے اس ضرغامِ آلِ ابوطالب اسد اللہ

الغالب، ان کا لقب تھا۔ اور اشجع العرب ان کو کہتے تھے، شجاعت، حکمت، ہمت، عدالت، سخاوت اور زہد و تقویٰ میں علیؑ کا عدیل و نظیر تاریخِ عالم میں کمتر نظر آتا ہے"۔

(ماخوذ از لاہر رپورٹ بمبئی جلد دوازدہم)

واقعہ ۸۴

"قبر عمل کا صندوق ہے" ــــــ دنیا کیلیے ایک سبق

کتاب تبلیغی نصاب مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا۔ ناشر عتیق اکیڈمی ملتان صفحہ ۵۸۔ ۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؑ اپنے ساتھی کمیلؓ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہے تھے، وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! کیا خبر ہے، اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے، کیا حال ہے؛ پھر فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے، اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے۔ یہ تو ہماری خبر ہے۔ کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کمیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور رونے لگے۔ پھر فرمایا، اے کمیلؓ قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت یہ بات معلوم ہو جاتی ہے"۔

واقعہ ۸۵

بوعلی شاہ قلندرؒ اور حبِّ علیؑ

"علیؑ اللہ از ازل گفتم"

حضرت کا نام شرف الدین عرفیت بوعلی شاہ قلندر، آپ کا مزار پانی پت میں ہے۔

آپ مشہور صوفی اور قلندر تھے ، قلندروں کی فہرست میں آپ کا پہلا نمبر ہے۔ آپ کے متعلق مختلف روائتیں مشہور ہیں۔ ایک روایت میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ دریا میں ایک ٹانگ سے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح چودہ چودہ سال گذر جاتے تھے۔ اس عبادت کے بعد آپ کا خداوندِ عالم سے ایک ہی سوال تھا اور وہ یہ کہ اے معبودِ حقیقی مجھ کو علی علیہ السلام کی بُو عطا فرما دے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو عبادت کرتے ہوئے چوبیس سال ہو گئے تو آپ کے پاس ایک سایہ آیا جو بالکل آپ کے جسم کے نزدیک ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ سایہ حضرت علی علیہ السلام کا تھا۔ اس دن کے بعد سے جو مرتبہ حضرت بوعلی شاہ قلندر کو ملا، اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی، اور پھر آپ عشقِ علیؑ میں اس طرح غرق ہوئے کہ پھر دنیا کی کوئی فکر نہ کی، آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ایک منقبت کہی جو بیالیس بند پر ہے۔ ایک بند پیشِ خدمت ہے :-

ازمے حُبِّ شاہ سرمستم ۔۔۔ بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

من بغیر از علیؑ ندانستم ۔۔۔ علیؑ اللہ از ازل گفتم

واقعہ ۸۶

قربِ قیامت اور ظہورِ حضرت قائمِ آلِ عبا علیہ السلام

کتاب معجزاتِ حضرتِ مسیح علیہ السّلام از مولانا حافظ محمد اسحاق دہلوی۔ ناشر دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ۔ ایم، اے جناح روڈ کراچی صفحہ ۱۶۱۔ ۱۷۰ میں لکھتے ہیں :-

"حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قربِ قیامت میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں پھر نازل ہوں گے مگر ان کے آنے سے قبل امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہو چکے ہوں گے اور اُمتِ محمدیہ کی پیشوائی کر رہے ہوں گے، تو ایک روز مسجدِ اقصیٰ بیت المقدس میں نمازِ عصر کی تیاری و انتظاری کے لیے صفیں درست ہو رہی ہوں گی کہ

یکایک آسمان سے ایک ندا آئے گی

هٰذا عیسیٰ ابنَ مریمؑ

اب جو مسلمان آسمان کی طرف دیکھیں گے تو مسجد الحرام کے مشرقی منارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موجود پائیں گے۔ جہاں سے آپ اُمتِ محمدیہ کو یہ ندا فرمائیں گے۔ السّلام اے امتِ خیر البشر۔ غرض کہ جب امام مہدی علیہ السّلام اور جملہ نمازی مشرقی منارے سے حضرتِ مسیح علیہ السلام کا سلام سنیں گے تو نہایت مسرور ہوں گے اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کو زینے کے ذریعے بڑی شادمانی سے لیں گے۔ جب جنابِ مسیح علیہ السلام صفوں میں پہنچیں گے تو نمازِ عصر کی تکبیر ہو گی۔ بعد تکبیر حضرت امام مہدی علیہ السلام جناب مسیح علیہ السلام سے کہیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ جس کے جواب میں مسیح علیہ السّلام فرمائیں گے کہ اے مہدی آخر الزماں علیہ السّلام آپ ہی نماز پڑھائیں، کیونکہ میں اس اُمّت کا پیشوا بننے کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو صرف دجّال کو قتل کرنے کے لیے آیا ہوں۔ لہٰذا اے مہدی علیہ السّلام آپ ہی امامت فرمائیں کہ یہ منصب اور عہدہ آپ ہی کا ہے، چنانچہ حضرت مہدی علیہ السّلام عصر کی نماز پڑھائیں گے اور تمام مسلمان مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (حضرت) امام مہدی علیہ السّلام کے پیچھے نماز پڑھائیں گے۔"

واقعہ ۸۷

علیؑ کی نماز مثلِ نمازِ پیغمبرؐ ہے

کتاب ثقلِ اکبر (نفسِ رسولؐ) جلد سوم مصنفہ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سیّد علی حیدر نقوی طاب ثراہ، ناشر کتب خانہ شاہ نجف صفحہ ۱۹۰ حاصل کردہ روایت منتخب کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۷۔

"مطرف سے روایت ہے کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی، آپ جب سجدے میں جاتے تو تکبیر کہتے، جب سجدے

سے سر اٹھاتے تکبیر کہتے۔ جب نماز سے فراغت ہوئی تو عمران نے کہا" یہ آج کی ہماری نماز مثل پیغمبرؐ کی نماز ہے۔"

واقعہ ۸۹

پیغمبروں کے یہی طرزِ عمل ہوا کرتے ہیں

کتاب ہٰذا صفحہ ۱۸۷ "حضرت امیر المومنینؑ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ناگاہ آپ نے ایک نصرانی شخص کو دیکھا کہ وہ زرہ بیچ رہا ہے۔ آپ نے پہچانا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کے قاضی فیصلہ کریں گے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے قاضی شریح تھے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے آپ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ مقدمہ شروع ہوا۔ شریح نے پوچھا، یا امیر المومنینؑ آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ میری زرہ ہے جو کچھ عرصہ ہوا گم ہو گئی تھی۔ شریح نے نصرانی سے پوچھا، تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا، میں امیر المومنینؑ کو جھٹلا نہیں سکتا لیکن یہ زرہ میری زرہ ہے۔ شریح نے کہا" یا امیر المومنینؑ اس نصرانی سے آپ کے لیے زرہ کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے جب تک آپ ثبوت نہ پیش کریں۔" امیر المومنینؑ نے فرمایا "سچ کہتے ہو شریح" یہ منظر دیکھ کر کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ پیغمبروں کے یہی طرزِ عمل ہوا کرتے ہیں۔" امیر المومنینؑ اپنا استغاثہ لے کر اپنے ہی مقرر کردہ قاضی کے پاس آتے ہیں، اور قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ صادر کرتا ہے۔ یا امیر المومنینؑ یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ آپ کے اونٹ پر سے گر پڑی تھی اور میں نے اُسے لے لیا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوندِ عالم وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور حضرت محمد مصطفٰےؐ اس کے رسول ہیں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جبکہ تم اسلام قبول کر چکے ہو تو یہ زرہ تمہاری ہی ہے۔"

واقعہ

پیغمبر علیہ السّلام کی خدمت میں سب سے زیادہ علی علیہ السّلام رہے

کتاب نقلِ اکبر از مولانا سیّد علی حیدر صاحب قبلہ صفحہ ۱۶۹۔ "جناب اُمِّ سلمہ زوجۂ
پیغمبر راوی ہیں کہ میں ہر اُس چیز کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ علیؑ آخر
وقت تک پیغمبرؐ کی خدمت میں باریاب رہے۔ ایک روز علی الصبح ہم لوگ پیغمبرؐ کی عیادت کو
گئے آپ فرما رہے تھے "علیؑ آئے، علیؑ آئے" آپؐ نے یہ جملہ کئی بار فرمایا۔ جناب فاطمہؑ نے
کہا معلوم ہوتا ہے آپ نے انھیں کسی کام سے بھیجا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی علیہ
السلام آئے۔ میں نے خیال کیا کہ پیغمبرؐ کو علیؑ سے کوئی کام ہے۔ ہم لوگ حجرے سے نکل کر
باہر آ گئے میں دروازے سے بالکل باہر بیٹھی ہوئی تھی۔ پیغمبرؐ علیؑ پر جھک پڑے اور ان سے
چپکے چپکے باتیں کرنا شروع کیں۔ اسی عالم میں پیغمبرؐ کا اُس روز انتقال ہو گیا۔ لہٰذا پیغمبرؐ
کی خدمت میں سب سے زیادہ آخر تک باریاب رہنے والے علیؑ ہی ہیں۔"

واقعہ ۹۱

کتاب کشف المحجوب، اردو نسخہ سمرقند، از سیّد علی الجویری بمعروف داتا گنج بخشؒ۔ ترجمہ
مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری۔ ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور صفحہ ۱۸۳۔ حالات حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حاکمِ شام ہشام بن عبد الملک بن مروان
ایک سال حج کے لیے آیا، اور طوافِ بیت اللہ سے فارغ ہو کر استلام حجرِ اسود کو چلا مگر انبوہ
خلائق کی وجہ سے اُسے راستہ نہ ملا، خدامِ ادب نے اُس کے لیے کرسی لگا دی وہ بیٹھا اور خطبہ
سننے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو
آپ کے روئے انور سے چاند کی طرح روشنی پھیل رہی تھی اور رخسارہ مبارک سے نور تاباں
اور لباس معطر عطر بیزی سے راستہ جھک گیا۔ اوّل آپ نے طواف بیت فرمایا پھر جھکے

کر دیا، اور آپ بہ آسانی حجرِ اسود کے بوسہ کو تشریف لے گئے۔ ہشام آپ کی یہ ہیبت اور سطوت دیکھ رہا تھا۔ ایک شامی نے ہشام سے پوچھا۔ اے امیر المومنین یہ عزت اور عظمت والا کون ہے کہ تجھے حجرِ اسود تک لوگوں نے راستہ نہ دیا۔ حالانکہ امیر المومنین تو ہے، اور یہ جوانِ رعنا حسین و جمیل کون ہے کہ وہ جب آیا تمام لوگ حجرِ اسود سے ایک طرف ہٹ گئے اور صرف اس کے لیے حجرِ اسود خالی کر دیا۔ ہشام اگرچہ جانتا تھا مگر محض اس خیال سے کہ شامی لوگ انھیں پہچان کر ان کے ساتھ عقیدت نہ کریں اور اُس کی امارت و ریاست میں کہیں فرق آجائے، کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں کھڑا تھا۔ کہنے لگا ہشام تو نہ جانتا ہوگا، مگر میں خوب جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا۔ ابو الفراس! بتا یہ کون ہے، تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ اس شان و شکوہ والا جوان آخر کون ہے! فرزدق نے کہا سنو، میں اُن کے صفاتِ جمیلہ تم کو سناتا ہوں۔ پھر فرزدق نے یہ اشعار برجستہ آپ کی مدح میں سنائے۔ اس قصیدے کا اردو ترجمہ نقل کر رہا ہوں جو فرزدق نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مدح میں ہشام کے آگے سنایا تھا۔

۱۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی عزت سرزمینِ بطحا جانتی ہے اور اُن کے منصبِ جلیلہ کو کعبہ جانتا ہے اور حل و حرم واقف ہے۔

۲۔ یہ لختِ جگر ہے اس ہستیِ پاک کا جو اللہ کے بندوں میں سب سے افضل ہے، یہ خود پرہیزگار، پاکباز اور پاک باطن دنیا میں مشہور ہے۔

۳۔ اچھی طرح پہچان لے یہ نورِ نظر سیدہ زہرا فاطمہ کا ہے، اگر تو ان سے بے خبر ہے اور وہ ہے جس کے جدِ امجد کی بعثت پر اللہ کے تمام نبیوں کی تشریف آوری ختم ہے۔

قصیدہ کوئی ۲۷ بندوں کا ہے جو کافی طویل ہے۔ فرزدق نے اہلبیتِ اطہار کی تعریف اتنی زیادہ کی کہ ہشام غضبناک ہوگیا اور حکم دے دیا کہ اسے عسقلان میں قید کر دیا جائے۔ اس واقعہ کی خبر لوگوں نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بطور عطیہ بھیجے اور فرمایا، اُس سے کہنا ابو الفراس ہمیں معاف

کرے کہ ہم لوگ اس وقت امتحان و ابتلا میں ہیں۔ اس ہدیہ سے زائد اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا جو کچھ زائد عطا فرماتے۔"

واقعہ ۹۲

نامِ محمدؐ و علیؑ، خدا کے رکھے ہوئے ہیں

کتاب حیات القلوب جلد ۲، مؤلفہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ مترجمہ مولوی سید بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری۔ "روایتِ معتبر میں ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ خلاقِ عالم نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا اور ہمارے واسطے اپنے ناموں میں سے دو نام اشتقاق کیے۔ خداوند صاحبِ عرش محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ علیِ اعلیٰ ہے اور امیر المومنین علیؑ ہیں۔"

واقعہ ۹۳

خدا کی طرف سے امیر المومنینؑ کو علمِ جفر کی تعلیم

کتاب حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۲۶ میں ایک روایت اس طرح سے منقول ہے کہ یمن سے ایک قافلہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آرہا تھا، جب ایک پہاڑ پر پہنچا تو وہ پہاڑ پھٹ گیا، اور لوحیں جو حضرت موسیٰؑ نے رکھی تھیں وہ برآمد ہوئیں، اور اسی طرح کپڑے میں لپٹی ہوئی تھیں جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام نے رکھا تھا۔ قافلہ والوں نے ان کو اٹھا لیا۔ خدا نے ان کے دلوں میں ڈال دیا کہ اس کو نہ کھولیں۔ وہ لوگ اُن لوحوں کو جنابِ رسالت مآبؐ کی خدمت میں لائے۔ ادھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور آپ کو لوحوں کی خبر دیدی۔ جب وہ قافلہ حضرتؐ کی خدمت میں پہنچا، حضرتؐ نے لوحوں کا حال ان کو بتایا اور طلب کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ ہم کو یہ لوحیں ملی ہیں؟ فرمایا میرے

معبود نے مجھے خبر دی ہے۔ یہ موسیٰؑ کی لوحیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں، اور لوحیں حضرتؐ کے سپرد کر دیں۔ حضرتؐ نے ان کو دیکھا اور پڑھا، وہ لوحیں عبرانی زبان میں تھیں۔ حضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کو بلا کر لوحیں دیں اور فرمایا، ان کو لے لو، ان میں علمِ اولین و آخرین درج ہے، یہ موسیٰؑ کی لوحیں ہیں خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ لوحیں تمھارے سپرد کر دوں۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا، یارسول اللہ میں ان کو نہیں پڑھ سکتا۔ فرمایا کہ جبرئیلؑ نے کہا ہے کہ آج رات اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوؤ۔ صبح کو سب کچھ پڑھ لوگے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے یونہی عمل کیا۔ دوسرے روز صبح کو بیدار ہوئے تو خدا نے ان کو لوحوں میں جو کچھ تھا تعلیم فرما دیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان کو لکھ لو۔ حضرتؑ نے ایک گوسفند کے چمڑے پر لکھ لیا۔ یہی جفر ہے جس میں علمِ اولین و آخرین ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس ہے۔ اور الواح و عصائے موسیٰؑ بھی ہمارے پاس ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہم کو میراث میں حاصل ہوا ہے۔"

واقعہ ۹۴

کتاب حضرت علی ابن ابی طالب مؤلفہ ارمان سرحدی، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز صفحہ ۲۷۹ میں ایک واقعہ البوہارون العبدی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ البوہارون العبدی، ابوسعید خدریؓ سے ملنے گئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ جنگِ بدر میں شریک ہوئے ہیں! وہ کہنے لگے ہاں شریک ہوا ہوں۔ میں نے کہا، آپ مجھے کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے حضرتِ علیؑ کی شان میں آنحضرتؐ سے سنی ہو۔ وہ کہنے لگے۔ اے میرے بیٹے! میں تجھے سناتا ہوں کہ جب (جنگ بدر میں زخمی ہونے کے بعد) رسولِ خداؐ بیمار ہوئے اور مرض نے آپ کو کمزور کر دیا۔ حضرت فاطمہؑ آنحضرتؐ کی بیمار پرسی کو تشریف لائیں۔ میں حضورؐ کی دائیں طرف بیٹھا تھا۔ جب حضرت فاطمہؑ نے آنحضرتؐ پر ضعف کی شدت دیکھی تو رونے لگیں جس سے ان کا گلا گھٹ گیا، یہاں تک کہ آنسو رخسارِ مبارک پر ظاہر ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے فاطمہؑ تجھے کس بات نے رلایا ہے! حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا۔

یارسولؐ اللہ میں آپ کے بعد ضائع ہونے سے ڈرتی ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ خدائے تعالیٰ نے اہلِ زمین کو دیکھ کر تیرے والد کو اوّل ان سے برگزیدہ کیا۔ پھر دوبارہ دیکھ کر ان میں سے تیرے شوہر کو چُن لیا۔ پس میری طرف وحی بھیجی اور میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا، اور میں نے اُسے اپنا وصی بنایا، آیا تم خدا کی مہربانی کو نہیں جانتیں کہ تمھارا شوہر تمام اہلِ زمین سے زیادہ علم والا اور ان سب سے اسلام لانے میں مقدم ہے۔

واقعہ ۹۵

علیؑ کا مولد خانہ کعبہ تھا

یہ خصوصیت جو علی علیہ السّلام کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے وہ محل و مکانِ ولادت ہے۔ کیونکہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک سارے انبیائے عظام اور اوصیائے کرام اور اُن کی نیک اُمتوں میں سے ایک شخص بھی اس خصوصیتِ عظمیٰ سے سرفراز نہیں ہوا۔ آپ جس طرح سے نسل و نسب اور جنبۂ نورانیت کی حیثیت سے ساری خلقت میں ممتاز تھے۔ اس طرح جائے ولادت کے لحاظ سے بھی ایک نمایاں خصوصیت رکھتے تھے کہ آپ خانۂ کعبہ کے اندر متولد ہوئے اور اس امتیازی شان میں منفرد تھے۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا و آلہ وعلیہ السلام کی ولادت کے موقع پر آپ کی مادرِ گرامی حضرت مریمؑ طاہرہ کو اس غیبی آواز نے بیت المقدس سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا کہ یہ عبادت کا گھر ہے زچہ خانہ نہیں ہے۔ لیکن جب علی علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کا وقت آیا تو آپ کی مادرِ گرامی فاطمہ بنتِ اسدؑ خانۂ کعبہ کے اندر بلائی گئیں۔ پھر یہ کوئی اتفاقی بات بھی نہیں تھی کہ جیسے کوئی عورت مسجد میں ہو اور دفعتاً وضعِ حمل ہو جائے بلکہ باقاعدہ دعوت کی صورت میں اس گھر کے اندر لے جائی گئیں، جس کا دروازہ مقفل تھا۔ بعض ناواقف لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ فاطمہ بنتِ اسدؑ مسجد کے اندر تھیں کہ اتنے میں ان کو دردِ زہ عارض ہوئے اور وہ باہر نہ جاسکیں۔ مجبوراً اسی مسجد میں وضعِ حمل ہوا۔ حالانکہ یہ صورت نہیں تھی، فاطمہ بنتِ اسدؑ کے وضعِ حمل

کا مہینہ تھا۔ آپ مسجد الحرام گئیں، وہاں دردِ زہ عارض ہوا، مستجارِ کعبہ میں مشغولِ دعا
ہوئیں اور درگاہِ الٰہی میں فریاد کی کہ خداوندا تجھ کو اپنے عزت و جلال کا واسطہ اِس
دردِ زہ کو مجھ پر آسان فرما۔ ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی دیوار شگافتہ ہوئی اور ایک آواز
آئی، اے فاطمہؑ گھر اندر داخل ہو جاؤ۔ بیت اللہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے مجمع کے سامنے
فاطمہ اندر گئیں اور درِ دیوار پھر سابق حالت پر آگئے۔ سب کو بہت تعجب ہوا۔ جناب عباس
بھی موجود تھے۔ انھوں نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً اپنے بھائی جناب ابوطالبؑ کو خبر دی،
کیونکہ دروازے کی کنجی انھیں کے پاس تھی۔ وہ اسی وقت آئے اور ہر چند کوشش کی لیکن
دروازہ نہیں کھلا۔ تین روز تک فاطمہ بظاہر بغیر کسی دوا اور غذا اور تیمار دار کے خانۂ کعبہ
کے اندر رہیں۔ مکّہ کے ہر گھر میں اس غیر معمولی واقعہ کا چرچا ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ تیسرے
روز جہاں سے داخل ہوئی تھیں اسی جگہ پر راستہ بنا اور فاطمہ باہر آئیں۔ لوگوں نے
ہجوم کیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں پر ایک چاند سا بیٹا ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔

اسد اللہ در وجود آمد

در پسِ پردہ ہر چہ بود آمد

(خورشید خاور۔ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

واقعہ ۹۶

کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۱ اکیسواں معجزہ۔ "آنحضرتؐ نے پیشگوئی
فرمادی تھی کہ میری ایک زوجہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی، اس اونٹ کے جسم پر بال
بہت ہوں گے۔ وہ میرے وصیؑ سے جنگ کے ارادے سے جائے گی۔ جب منزلِ
حَواب پر پہنچے گی اُس پر راستہ کے کتّے بھونکیں گے۔ جب جنابِ عائشہ ایسے ہی
اونٹ پر امیر المومنین سے (جنگِ جمل) کے لیے روانہ ہوئیں اور مقام حَواب پر پہنچیں
تو کتّے بھونکنے لگے (جیسا کہ رسولِ خداؐ کا ارشاد تھا)

واقعہ ۹۷

تنزیلِ قرآن پر رسولِ خدا کی جنگ اور تاویلِ قرآن پر علیؑ کی جنگ

حیاتُ القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ معجزہ ۲۴ جنابِ رسالتمآبؐ کا:۔

"سرورِ کائناتؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ عنقریب تم تین گروہ سے جنگ کروگے۔ پہلا وہ گروہ ہے جو تم سے بیعت کرے گا اور توڑ ڈالے گا، یعنی طلحہ وزبیر، دوسرا گروہ جور وظلم کے ساتھ تم پر خروج کرے گا یعنی معاویہ اور اس کے ساتھی۔ تیسرا گروہ خارجیوں کا ہے جو دین سے اس طرح نکل جائے گا جیسے تیر نشانہ سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور بار بار فرماتے تھے کہ اے علیؑ تم میرے بعد تاویلِ قرآن پر جنگ کروگے جس طرح میں نے تنزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے۔

واقعہ ۹۸

عورتیں علیؑ جیسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں (حضرت عمر)

کتاب خورشیدِ خاور حصہ ۲ صفحہ ۲۴۸۔ "محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب فی مناقبِ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب میں امام احمد بن حنبل مسند میں۔ بخاری اپنی صحیح میں، حمیدی جمع الصحیحین میں، شیخ سلیمان بلخی ینابیع المودت باب ۱۴ میں۔ مناقب خوارزمی سے امام فخر الدین رازی اربعین ۴۶۶ میں۔ محب الدین طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ میں۔ خطیبِ خوارزمی مناقب ۴۸ میں۔ محمد بن طلحہ شافعی مطالب السئول ص۱۳ میں اور امام الحرم ذخائرُ العقبیٰ ص۸۰ میں نقل کرتے ہیں کہ عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حاملہ عورت لائی گئی۔ پوچھنے پر اس نے زناکاری کا اقرار کیا تو انھوں نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارا حکم اس عورت پر تو نافذ ہے لیکن جو بچہ اس کے شکم کے اندر ہے اس کے اوپر تم کو کوئی اختیار نہیں ہے، کیونکہ وہ

بے گناہ ہے اس کا قتل جائز نہیں۔ اس پر انھوں نے اس عورت کو چھوڑ دیا، اور کہا عورتیں علیؑ جیسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا۔ پھر کہا۔ خداوندا مجھ کو کسی ایسے پیچیدہ اور مشکل امر کے لیے باقی نہ رکھ جس کو حل کرنے کے لیے علیؑ موجود نہ ہوں۔

واقعہ ۹۹

خدا و رسولؐ نے علیؑ کو امام المتقین فرمایا

کتاب خورشید خاور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ از مولانا سید محمد سلطان شیرازی مترجم مولانا سید محمد باقر صاحب۔" ایک روایت ابن الحدید شرح نہج البلاغہ، جلد ۲ صفحہ ۴۵۰ حافظ ابو نعیم اصفہانی حلیۃ الاولیا میں میر سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں اور محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب باب ۵۴ میں انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسولِ اکرم نے مجھ سے فرمایا۔ اے انس میرے واسطے وضو کا پانی لے آؤ۔ میں اٹھ کر پانی لایا تو آنحضرتؐ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے انس پہلا شخص اس دروازے سے داخل ہو وہ اہلِ تقویٰ کا امام، مسلمانوں کا سردار، مومنین کا بادشاہ، اوصیاء کا خاتم اور روشن چہروں اور ہاتھوں والے چہروں کو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا خداوندا! اس آنے والے کو انصار میں سے قرار دے۔ لیکن اپنی دعا کو پوشیدہ رکھا۔ اتنے میں دیکھا کہ علیؑ علیہ السلام دروازے سے داخل ہوئے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے ہنسی خوشی کے ساتھ اٹھ کر علیؑ کا استقبال کیا۔ ان کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور ان کے چہرے سے پسینہ پونچھا۔ علیؑ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آج مجھ سے وہ برتاؤ کر رہے ہیں جو پہلے نہیں کرتے تھے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کیونکر نہ کروں در انحالیکہ تم میری جانب سے میری رسالت کو امت والوں تک

پہنچاؤ گے۔ میری آواز کو سناؤ گے، اور میرے بعد وہ چیز جس میں اختلاف رہیں گے اُن کے سامنے اس کی وضاحت کر دگے۔"

واقعہ

تمام علوم ہتھیلی کی طرح علیؑ کے سامنے تھے

کتاب خورشید خاور حصہ دوم صفحہ ۲۵۲ مصنفہ حضرت حجۃ الاسلام سید محمد سلطان الواعظین شیرازی مترجمہ جناب مولانا سید محمد باقر صاحب، ناشر کتب خانہ شاہ نجف لاہور۔ میں روایت ہے کہ "اخطب الخطباء ابوالمؤید موفق بن احمد خوارزمی اپنے مناقب میں نقل کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ عمرؓ نے تعجب کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ سے جاہے جو بات یا مسئلہ دریافت کیا جائے آپ بلا تامل جواب دیدیتے ہیں؛ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کے جواب میں ان کے سامنے اپنا دست مبارک کھول دیا اور فرمایا، میرے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فوراً کہا "پانچ"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، تم نے غور و تامل کیوں نہیں کیا؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ غور و تامل کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ پانچوں انگلیاں میری نظر کے سامنے تھیں۔ حضرتؑ نے فرمایا، اسی طرح تمام مسائل و احکام اور علوم میری نظر کے سامنے ہیں، لہٰذا بغیر کسی غور و تامل کے فوراً سوالات کے جوابات دیا کرتا ہوں۔

انصاف سے فیصلہ ہونا چاہیئے

حضرات! آپ کو خدا اور اس کے رسولِ پاک کا واسطہ عادت اور تعصب کو چھوڑ دیئے اور منصفانہ فیصلہ کیجئے۔ آپ نے کتاب کا حصہ اوّل پڑھ لیا ہوگا۔ جس کے اندر ناچیز نے فضائلِ امیر المومنین بابِ مدینۃ العلم علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو حتی المقدور یکجا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایسے فضائل ہیں جناب امیر علیہ السلام کے جن کو مسلمانوں کے علاوہ

غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کیا یہ انصاف تھا کہ ایک ایسی بزرگ ہستی کو جس کا ہر شے کے ظاہری و باطنی حالات پر علمی عبور اظہر من الشمس ہے، اور اس پر تمام علمائے امت بلکہ غیروں کا بھی اتفاق ہے اور جس کے لیے رسولِ خدا صلعم نے وصیتیں فرمائی تھیں کہ "جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے"۔ "علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"۔ "علیؑ حق پر ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے"۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ دروازہ ہے"۔ "علیؑ کلِ ایمان ہے" "علیؑ اور قرآن دونوں روزِ محشر حوضِ کوثر پر میرے پاس ساتھ ساتھ آئیں گے"۔ اتنے فضائل کے باوجود بعدِ رسالتؐ ان کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ جبکہ ابنِ مغازلی شافعی مناقب میں اور حمیدی جمع بین الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ خلفار تمام مراحل میں حضرت علی علیہ السلام سے مشورہ کرتے تھے اور دین و دنیا کے امور میں مرکزِ فتویٰ آپ ہی تھے۔ خلفار آپ کے الفاظ و ہدایات کو توجہ سے سنتے تھے، ان پر عمل کرتے تھے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ بارہا خود حضرت عمر نے بہت پیچیدہ مسائل کے جوابات سننے کے بعد کہا کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ اسی طرح ایک دفعہ امیر معاویہ سے ایک شخص نے سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کو علیؑ سے دریافت کرو کیونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ عرب سوالی نے کہا کہ میں تمھارے جواب کو علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ امیر معاویہ نے کہا، تو نے بہت بری بات کہی۔ تو نے اُس شخص (حضرت علیؑ) سے کراہت کی جس کو رسولِ خداؐ نے علم کی پوری تعلیم دی تھی۔ اسی طرح آپ اسلام میں تصوّف کے تمام سلسلوں کے مرجع ہیں۔ کیا جناب امیر علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو نظر انداز کرنے اور آپ سے کنارہ کشی کرنے میں سیاست اور سازشیں کام نہیں کر رہی تھیں! کیا آپ امتِ رسولِ خداؐ اور صحابۂ کبار میں سے کوئی فرد ایسا ڈھونڈ کر نکال سکتے ہیں جس کو پیغمبرؐ نے اپنا بھائی، اپنا وصی، اپنا بابِ علم، اپنا نفس، امام المتقین، سیّد العرب اور سید المرسلین فرمایا ہو۔ تو امرِ خلافت میں ضرور اس کو مقدم کیجیے۔ اور اگر سوائے علی ابن ابی طالب کرّار غیر فرّار کے ان بلند صفات کا حامل کوئی دوسرا نہ مل سکے جو بعدِ رسولؐ اُن سے بڑا عالم اور ساری امت سے زیادہ عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار ہو تو بحکمِ عقل آپ کو تصدیق کرنا ہوگی کی علیؑ امام برحق، رسولؐ اللہ کے وصی، خلیفہ

اور تمام امّت سے زیادہ اس بزرگ منصب کے لائق تھے اور ہیں۔ اس وقت بھی جب آپ سچے دل کے ساتھ اپنی مشکلوں میں ان کا نام لیتے ہیں تو یہ آپ کی مدد کرتے ہیں اور آپ کی رہبری فرماتے ہیں۔ اب نتیجہ پر پہونچنا آپ کا کام ہے کہ علیؑ کا کیا مقام ہونا چاہیئے تھا۔ ؎

حیدرؑ میں نبوّت ہی نہیں اور تو سب ہے

اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

نوٹ

کتاب کی جلد دوم میں اِس سے بہت زیادہ اور تبلیغی واقعات دیئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس کے پڑھنے کے بعد آپ کی معلومات میں گرانبہا اضافہ ہوگا۔ علم و آگہی کے مزید چراغ روشن ہوں گے، اور آپ کے پیسے وصول ہو جائیں گے۔

وصی خان

علی ولی اللہ

علیؑ

علیؑ

حصّہ

دوم

حصّہ دوم

کو علمائے کرام اور دانشوروں

کے مضامین سے مزیّن کیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفہ بلافصل

حصۂ دوم

علمائے کرام اور دانشوروں کا حصہ

کون علیؑ؟

وہ علیؑ ——— جو عینِ اسلام تھا، عینِ ایمان تھا۔

وہ علیؑ ——— جو پیدا ہوا تھا تو کعبہ میں اور شہید ہوا تو مسجد میں۔

وہ علیؑ ——— جو پیدا ہوا تو پہلے مصحفِ روئے محمدؐ کو دیکھا، اور پہلی غذا لعابِ دہنِ رسولؐ تھی۔

وہ علیؑ ——— جس کا شرف یہ نہیں کہ صحابی تھا، بلکہ یہ کہ رسولؐ کا شریک و ساتھی تھا، نور میں، خلق میں، تبلیغ میں، راحت میں، تکلیف میں، بزم میں، رزم میں، بزم میں، حتیٰ کہ رسولؐ کو قبر میں اتارنے والا بھی یہی تھا۔

وہ علیؑ ——— جو کہ محمدِ عربی کا بھائی تھا۔ ان کی دختر فاطمہؑ زہرا کا شوہر تھا، ان کے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا باپ تھا، ان کے خلفاء ائمہ اہلبیتؑ کا جدِ امجد تھا۔

وہ علیؑ ——— جو نہ صرف یہ کہ مومنِ آلِ محمدؐ تھا، بلکہ خدا کے ساتھ آخر النبی اور خاتم المرسلین کا شاہد و گواہ بھی تھا۔ قُل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہٗ علم الکتاب۔ (قرآن مجید)

وہ علیؑ ——— جس کی عبادت کی یہ شان کہ نماز میں پاؤں سے تیر نکال لیا۔ اور اُسے احساس تک نہ ہوا۔

وہ علیؑ ——— جس کے زہد و ورع کی یہ شان کہ تمام عمر جَو کی خشک روٹی پر بسر کی۔

وہ علیؑ ——— جس کے علم کی شان کہ زبانِ وحی ترجمان سے باب مدینۃ العلم کا لقب پایا اور منبر کوفہ پر سلونی قبل ان تفقدونی فرمایا۔

وہ علیؑ ——— جس کے عدل کی یہ شان کہ اپنے دورِ خلافت میں اپنی زرہ کے دعویٰ کے مقدمہ میں قاضی کی عدالت میں ایک معمولی یہودی کے برابر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے خلاف قاضی کے فیصلہ کو بخوشی قبول فرمایا۔

وہ علیؑ ——— جس کی قوتِ فیصلہ کی یہ شان کہ رسولؐ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اقضاکم علیؑ۔

وہ علیؑ ——— جس کی شجاعت کی یہ شان کہ احد میں ہاتفِ غیبی نے پکارا۔ لَا فتیٰ اِلَّا علیؑ لَا سَیفَ اِلَّا ذوالفقار۔

وہ علیؑ ——— جس کے صبر کی یہ شان کہ حق بھی چھن گیا تو اُف نہ کی۔

وہ علیؑ ——— جس نے بدر و اُحد میں اسلام کی لاج رکھ لی، بلکہ ہر غزوہ و سریہ میں علم کو بلند رکھا۔

وہ علیؑ ——— جس کی ولادت بھی خانۂ خدا میں ہوئی اور جس نے شہادت بھی اللہ کے گھر میں پائی۔

وہ علیؑ ——— جس کی نماز کے لیے رجعتِ شمس واقع ہوئی۔

وہ علیؑ ——— جو آج بھی ہر مشکل میں کام آتا ہے، اور میدانِ جنگ میں فتح کی ایک علامت ہے۔

وہ علیؑ ——— جس کی نہج البلاغہ کا قرآنِ مجید کے بعد سب سے بلند مقام ہے۔

یا علی مدد

اداریہ

خطیبِ منبرِ سلونی کی بارگاہِ اقدس میں!

آقائے دوجہاں! ادارہ محفلِ حیدری، ناظم آباد، کراچی اپنے اس خصوصی شمارے کو آپ کی عرش منزلت بارگاہ میں پیش کر کے قبولیت کی سعادت کا متمنی ہے، اور اس تمنا کو اپنا حقِ غلامی تصور کرتے ہیں۔

بابِ مدینۃ العلم! آپ کے در سے کوئی جن و بشر ناکام و نامراد نہیں واپس ہوا، ہم بھی دامنِ آرزو پھیلائے اور اعزازِ گدائی کی امتحانی منزل پر پہنچ کر تقدیر ساز نگاہِ کرم کے آرزومند ہیں۔

مولائے کائنات! آپ کے غلام، آپ کے نام کا کلمہ پڑھنے والے تباہی کے جس ہولناک بحران سے آج گذر رہے ہیں آپ اس سے کلیتاً باخبر ہیں، ملتِ اسلامیہ کو جن عالمگیر مصائب اور جس بین الاقوامی تذلیل کا سامنا ہے اس سے آپ پوری طرح واقف ہیں۔

آقائے نامدار! اسلام کے قلعہ پاکستان میں بدکردار دشمنوں کی سازشیں ایک حد تک اپنی زہریلی جڑیں پھیلا چکی ہیں کہ عظیم اسلامی ملک پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ہے اور باقی ماندہ ملک انتشار کا شکار ہے۔

مشکلکشائے جہاں! آج ہم ہر طرف سے خون کے پیاسے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ کہیں صوبائی عصبیت کا اژدھا منہ پھاڑے کھڑا ہے۔ کہیں سرمایہ داری کا عفریت رقص کناں ہے۔ کہیں منافرت و خود غرضی کا الاؤ شعلہ زن ہے۔ کہیں عوام دشمن عناصر کا گٹھ جوڑ اپنی طاغوتی طاقتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے تو کہیں چار پانچ قومیتوں کا مفروضہ سدِ سکندری بن رہا ہے۔

امیر المومنین! اسلامی گہوارے پاکستان نے اپنے ملک کے سب سے بڑے اعزاز کو آپ کے جلیل القدر نام سے منسوب کر کے اپنی نیازمندانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے، اور پاکستان کے جیالے، سرفروش، جانباز مجاہد کے عظیم کارناموں کے صلے میں "نشانِ حیدر" دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی ملک پاکستان کو اسلام کے نامور سردار حیدرِ کرار سے کتنی والہانہ عقیدت ہے۔

کام آیا پھر وہی جب سخت آیا امتحاں
نام سے جس کے لرزتے ہیں زمین و آسماں
لاکھ جلتا ہو علیؑ کے کارناموں سے جہاں
سب سے افضل آج ہے دنیا میں حیدرؑ کا نشاں

آج بھی سینوں پہ سجتی ہے یہی اک یادگار
لَا فتیٰ اِلَّا علیؑ لَا سیفَ اِلَّا ذوالفقار

ابوالائمہ ! ہم اپنے تمام گناہوں کے اعتراف کے بعد بارگاہِ عالیہ میں دل کی انتہائی گہرائیوں سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کی منافرت خیز تاریکیوں کو اخوتِ اسلامی کی روشنی سے تبدیل کردے ۔ مسلمانوں کے تمام طبقوں کو باہمی اتحاد، رواداری اور نہ مٹنے والی محبت کی توفیق عطا کر اور جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کی بنیادوں کو مستحکم فرما کر پاک سرزمین کو دشمن عناصر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کردے ۔

بابِ مدینۃ العلمؑ کے ارشاداتِ گرامی

* عالم جو اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ اور شیطان برابر ہے ۔
* سلطان جو رعایا میں عدل نہ کرے وہ اور فرعون برابر ہیں ۔
* فقیر جو دولت مند کی دولت کے لیے عاجزی کرے وہ اور کُتّا برابر ہے ۔
* دولت مند جو اپنے مال سے نفع حاصل نہ کرے وہ اور مزدور برابر ہے ۔
* عورت جو بے پردہ گھر سے نکلے وہ اور لونڈی برابر ہے ۔

امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

تحریر: حجۃ الاسلام سیّد العلماء مولانا سیّد علی نقی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

نام و نسب

حضرت علیؑ آلِ ابراہیم میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے ممتاز گھرانے میں عبدالمطلب کے فرزند ابوطالب کے چشم و چراغ تھے، صرف ایک واسطے سے آپ کا نسب حضرت محمد مصطفےٰ سے جاملتا ہے، محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب اور یہ علیؑ ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب، آپ کے والد ابوطالب ہی نے رسول اللہ کی پرورش بھی کی تھی، اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشمی خاندان ہی کی معزز خاتون تھیں جنھیں حضرت پیغمبرِ خدا اپنی ماں سمجھتے تھے۔

ولادت

پیغمبرِ خدا کی عمر تیس برس تھی جب خانۂ کعبہ ایسے مقدس مقام پر ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کے والد ابوطالب اور ماں فاطمہ بنت اسد کو خوشی جیسی چاہیے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسول اللہؐ اس بچہ کو دیکھ کر خوش ہوئے، شاید اسی بچہ کے خدوخال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آگے چل کر رسولؐ کا قوتِ بازو ثابت بنے گا۔

تربیت

علیؑ کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفےٰ کے ذمہ ہوئی۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا، ذاتی جوہر اور پھر رسولؐ ایسے بلند مرتبہ مربّی کا فیضِ تربیت، چنانچہ علی دس ہی برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبرؐ کے دعوائے رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے گواہ قرار پائے۔

بعثت

علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمد مصطفےٰ اعلیٰ طور پر الٰہی پیغام پہنچانے پر مامور ہوئے۔ اسی کو بعثت کہتے ہیں۔ زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی

مہم شروع کی جارہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا، بس ایک علیؑ تھے کہ جب پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا تو علی نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ایمان کا اقرار کیا، دوسری ذات جناب خدیجۃ الکبریٰ کی تھی جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام کے اس شرف کو حاصل کیا۔

دورِ ابتلا

پیغمبرؐ کا دعوائے رسالت کرنا تھا کہ ہر ہر ذرہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانت داری کا دم بھرتے رہتے تھے آج آپ کو (معاذاللہ) دیوانہ، جادوگر، اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے، راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، اس سخت وقت میں رسول کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا، وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی ہمت نہ ہاری، برابر محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے، ہر ہر بات میں رسولؐ کے سینہ سپر رہے، یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبرؐ کا اور ان کے تمام گھرانے کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے، ابو طالبؑ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفیٰؐ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ تین برس تک یہ قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی، اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے اس لیے ابوطالبؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ کبھی جعفر کو رسولؐ کے بستر پر لٹا دیتے تھے، کبھی عقیل کو رسولؐ کے بستر پر اور رسولؐ کو عقیل کے بستر پر اور اسی طرح کبھی رسولؐ کو علی کے بستر پر لٹاتے تھے اور کبھی رسولؐ کو علیؑ کے بستر پر، مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہو جائے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علی بچپنے ہی سے فداکاری اور جانثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے۔

ہجرت

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابوطالب کی وفات ہو گئی اور اس جانثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا جس پر دشمنوں نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیں اور حضرتؐ کو شہید کر ڈالیں، حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اسی جانثار بھائی علیؑ کو بلا کر اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی رکھوائی یوں ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں مخفی طور پر مکہ سے

روانہ ہو جاؤں، کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اسکا دل دہل جاتا، مگر علیؑ نے یہ سنکر کہ میرے ذریعے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہوگی خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جارہا ہے، یہی ہوا کہ رسالتمآبؐ شب کے وقت مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سو رہے، چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالتمآبؐ کو شہید کر ڈالیں، علی اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا، دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ نہ تھے علیؑ تھے، انھوں نے آپ پر دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلادیں کہ رسولؐ کہاں گئے ہیں؛ مگر علی نے بڑے بہادرانہ تیور سے یہ بتلانے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت رسولِ خدا مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جا سکے۔ علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن جن کی امانتیں رسول اللہؐ کے پاس تھیں ان تک ان کی امانتوں کو پہنچا کر خواتینِ بیتِ رسالت کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی روز تک آپ رات دن پیدل چل کر اس طرح کہ پاؤں سے خون بہ رہا تھا مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسولؐ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

شادی

رسول اللہؐ نے مدینہ میں آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا۔ رسولؐ نے اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسولؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، ہر شخص اس بات کا طلبگار تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا۔ اور یہ کہا کہ فاطمہ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتی۔ ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علی کو اس عزت کے لئے منتخب کیا۔ یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ شہنشاہ دین و دنیا حضرت پیغمبر خدا کی بیٹی کو پیغمبر کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا۔ خود فاطمہ کا مہر تھا جو علیؑ سے لے کر کچھ سامانِ خانہ داری فاطمہ کے لئے خرید کر ساتھ کر دیا گیا۔ وہ بھی کیا؛ مٹی کے کچھ برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر اور چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک۔ اس طرح کا سامان دیا گیا۔ علیؑ

نے مہر ادا کرنے کے لئے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہ زہرا کا مہر ادا کیا جو ایک سو سترہ تولے چاندی سے زیادہ نہ تھا۔ اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنی تقریبات کے سلسلے میں فضول خرچی سے کام نہ لیں۔

خانہ داری

فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بےمثل نمونہ تھی، مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریک حیات ثابت ہو سکتے ہیں، آپس میں کس طرح تقسیم عمل ہونا چاہیئے۔ اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے مددگار ہو سکتی ہے۔ وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علیحدہ تھا، محنت اور مشقت کے ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنت بنا ہوا تھا، جہاں سے علیؑ صبح کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اسے لے کر گھر پر آتے تھے۔ بازار سے جو خرید کر فاطمہ کو دیتے تھے اور فاطمہ چکی پیستی تھیں، کھانا پکاتیں اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے لباس اور کبھی مزدوری کے طور پر سوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

جہاد

مکہ میں آکر رسولؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا، آپ کے وہ پیرو جو مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں، بعض کو قتل کیا، بعض کو قید کیا اور بعض کو زدوکوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی شروع کر دی، اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنھوں نے آپ کو انتہائی ناخوشگوار حالات میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے کسی طرح بھی پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر گھر کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پُرامن آبادی اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کریں۔ گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے۔ ہتھیار بھی نہ تھے مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی جو بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ سے زیادہ عزیزوں کو خطرہ میں ڈالا، چنانچہ آپ کے چچازاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علی ابن ابی طالبؑ کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ پچیس برس کی عمر تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے

ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد احد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین یہ وہ لڑائیاں ہیں جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھائے۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا اور انھوں نے فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمل اور شرافتِ نفس سے کام لیا جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے۔ خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمرو بن عبدود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے سینے پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعابِ دہن پھینک دیا، آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے پر سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ فعل محض خدا کی راہ میں نہ ہوگا بلکہ اپنی خواہشِ نفس کے مطابق ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اس کی لاش کو برہنہ کر دیتے تھے مگر حضرت علی نے اس کی زرہ نہیں اتاری، اگرچہ وہ بہت قیمتی تھی، چنانچہ اس کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علی کا سا شریف انسان ہے جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ نہیں کیا۔

خدمات

علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے لئے کسی کام کے کرنے میں آپ کو انکار نہ تھا۔ یہ کام مختلف طرح کے تھے، رسولؐ کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا، خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا، اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانتدار بھی تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغِ اسلام کے لئے پیغمبرؐ نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہو گیا جب سورۂ برأت نازل ہوا تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکمِ خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جا کر مشرکین کو سورۂ برأت کی آیتیں سنائیں اس کے علاوہ رسالت مآب کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے، یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ علی اپنے لئے اسے باعثِ عزت سمجھتے تھے۔

اعزاز

حضرت علیؑ کے امتیازی صفات اور خدمات کی بناء پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے، کبھی یہ کہتے تھے کہ "میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہیں۔" کبھی کہا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔" کبھی یہ کہا کہ "تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔" کبھی یہ کہا کہ "علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا بدن کو سر سے ہوتا ہے۔" کبھی یہ کہا کہ "علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔" کبھی یہ کہ "وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔" یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی کو نفسِ رسول کا خطاب ملا، علی کا اعزاز یہ تھا کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوئے تو علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا، جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کیا گیا تو علی کو پیغمبرؐ نے اپنا دنیا و آخرت میں بھائی قرار دیا اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرمایا کہ جس طرح میں مسلمانوں کا سرپرست اور حاکم ہوں اسی طرح علی سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ تمام مسلمانوں نے علی کو مبارکباد دی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسولؐ کی وفات

ہجرت کے دس برس پورے ہوئے تھے جب پیغمبر خداؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی، یہ خاندانِ رسولؐ کے لیے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علیؑ رسولؐ کی بیماری میں برابر پاس موجود رہتے اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے، اور رسولؐ بھی علی کا اپنے پاس سے ہٹنا ایک لمحہ کے لیے گوارا نہ کرتے تھے، آپ نے علی کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی علی کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا سر اپنے سینہ پر رکھ دیا جس وقت رسولؐ کی روح جسم سے جدا ہوئی اس وقت بھی علی کا ہاتھ رسولؐ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔

بعدِ رسولؐ

جس نے زندگی بھر رسولؐ کا ساتھ دیا وہ بعدِ رسولؐ آپ کی لاش کو کس طرح چھوڑتا۔ چنانچہ رسول کی تجہیز و تکفین اور غسل و کفن کا تمام کام علی ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں آپ ہی نے رسولؐ کو اتارا، رسولؐ کے دفن سے فرصت ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبرؐ کی جانشینی کا انتظام ہو گیا ہے، اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو جنگ آزمائی پر تیار ہو جاتا

مگر علی کو اسلامی مفاد اتنا عزیز تھا کہ آپ نے اپنے حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا نہیں ہونے دی، نہ صرف یہ کہ آپ نے معرکہ آرائی نہیں چاہی بلکہ جس وقت ضرورت پڑی اس وقت اسلامی مفاد کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ بھی نہیں کیا مشکل مسائل کے فیصلے اور ضروری مشورہ لیے جانے پر اپنی مفید رائے کے اظہار سے کبھی پہلو نہیں بچایا، اس کے علاوہ بطور خود خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمات میں مصروف رہے۔ قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا، مسلمانوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف اور علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا اور تفسیر و کلام اور فقہ و احکام کے بارے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے شاگرد تیار کیے جو مسلمانوں کی آئندہ علمی زندگی کے لیے معمار کا کام انجام دے سکیں۔ عربی زبان کی حفاظت کے لیے علم نحو کی داغ بیل ڈالی اور فن صرف اور معانی و بیان کے اصول بھی بیان کیے، اس طرح یہ سبق دیا کہ اگر ہوائے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار بھی تسلیم کیا جائے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کسمپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر مفادِ ملی کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت، قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے۔

خلافت

پچیس برس تک رسولؐ کے بعد علیؑ نے خانہ نشینی میں زندگی بسر کی۔ ۳۵ھ میں مسلمانوں نے خلافتِ ظاہری کا منصب علی کے سامنے پیش کیا، آپ نے پہلے انکار کیا لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے اس شرط سے منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنتِ پیغمبرؐ کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رو رعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی، مگر زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا۔ آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنھیں آپ کی مذہبی حکومت میں اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ نے ان سب کا مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا اور جمل، صفین اور نہروان کی خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں علی ابن ابی طالب نے اسی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر و احد اور خندق و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی، ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو موقع نہ مل سکا کہ آپ کا جیسا دل چاہتا تھا اس طرح اصلاح فرمائیں۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت [illegible] اسلام کی سادہ زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت و

مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کر دیئے، آپ شہنشاہِ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دکان پر بیٹھیا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنے کو برا نہیں سمجھتے تھے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے، جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین میں برابر سے تقسیم کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے چاہا کہ کچھ انھیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو خیر یہ بھی ہو سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں۔ انتہا ہے کہ اگر بیت المال میں کبھی شب کے شب حساب کتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آکر غیر متعلق باتیں کرنے لگتا تو آپ نے چراغ بڑھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہیے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حقداروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

شہادت

افسوس ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ کی صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں عین حالتِ نماز میں ایک زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اسکا جسم لرز رہا ہے، اور اس کا چہرہ زرد ہے تو آپ کو اس پر بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمھارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو خود کھانا وہ اس کو کھلانا۔ اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار ہے، میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کر دوں گا، اور اگر میں دنیا میں نہ رہا تو اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا، اس لیے کہ یہ تعلیمِ اسلام کے خلاف ہے۔ دو روز تک علیؑ بستر بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے، آخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نمازِ صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی۔ حسنؑ اور حسینؑ نے تجہیز و تکفین کی اور لاشِ مبارک کو نجف کی سرزمین میں وہ انسانیت کا تاجدار ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سونے کے لیے دفن ہو گیا۔

"علیؑ علی"

تحریر: جناب تاثیر نقوی مدیر عظیم کراچی

جو لوگ تاریخ کو محض حالات و واقعات اور حقائق و نتائج کے اعتبار سے دیکھتے اور جائزہ لیتے ہیں، وہ کسی کے ساتھ جانبداری نہیں برتتے نہ اُس کو حاصلِ مطالعہ سے پہلے اپنی پسندیدہ و ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔ اسی نہج پر جب وہ عرب کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو مکّہ کی سرزمین ان کے سامنے ابھر کے آجاتی ہے۔ جہاں ابراہیمؑ خلیل اللہ کا تعمیر کردہ ایک گھر ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ اس گھر کو عرب بڑے احترام کی نظر دیکھتے ہیں، اس کی تولیت اولادِ ابراہیمؑ کو حاصل ہے، اس خاندان کو بھی معزز و محترم سمجھا جاتا ہے۔ اسی خانۂ خدا میں ایک بچّہ کی ولادت ہوتی ہے۔ اس کا نام علیؑ رکھا جاتا ہے۔ علیؑ کون تھا؟ علیؑ عبدالمطلب سردارِ مکہ کا پوتا، ابوطالب سردارِ مکہ کا بیٹا تھا۔ اس خاندان کو خاندانِ بنی ہاشم کہتے ہیں۔ رسولِ اسلام کا سلسلۂ نسب بھی وہی ہے جو علیؑ کا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ دونوں حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ رسولِ اکرمؐ کے اعلانِ نبوت سے پہلے حالات انتہائی سازگار تھے، عرب میں ان کی کوئی مخالفت نہ تھی۔ اگر حضرت محمدؐ مصطفےٰ اعلانِ نبوت نہ فرماتے تو حالات جوں کے توں رہتے۔ بلکہ حالات اور خوشگوار ہو جاتے۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا سے حضرت رسولؐ اکرم کی شادی ہو چکی تھی جو انتہائی دولتمند خاتون تھیں، حضورؐ نے علیؑ کو بچپن ہی میں اپنے چچا جناب ابوطالبؑ سے لے لیا تھا۔ اور ان سے آپ خاص محبت فرماتے تھے۔ حضرت علیؑ کو آپ نے جس طرح اپنی دامادی کا شرف عطا کیا، اعلانِ نبوت نہ کرنے کی صورت میں بھی اگر یہ شرف حاصل ہوتا اور یقیناً ہوتا تو جناب خدیجہ کی تمام دولت کی وارث خاتونِ جنت ہی ہوتیں۔ اور پھر نہایت سکون و اطمینان کی زندگی ہوتی، کوئی انقلاب نہ آتا، کوئی مخالفت نہ ہوتی، کسی مصیبت کا سامنا

نہ کرنا پڑتا، نہ جنگِ بدر ہوتی، نہ معرکۂ حنین وخندق، نہ اُحد نہ کوئی اور معرکہ آرائی۔ بلکہ معاشرہ جس طرح صدیوں سے چل رہا تھا چلتا رہتا۔ امیر، امیر رہتا، بزاز کپڑا بیچتے رہتے، کھجور فروش کھجوریں بیچتے رہتے، قصائی گوشت کے پارچے بناتے رہتے، گڈریے بھیڑیں چراتے رہتے اور بدّو لوٹ مار کرتے رہتے۔ غرض ہر ایک اپنی حیثیت وحالت میں رہتا۔ انہیں سے کسی کو وہ دنیاوی منزلت ومرتبہ اور اقتدار حاصل نہ ہوتا جو اعلانِ نبوت کے بعد حاصل ہوا اور ہوتا رہا۔ اسی طرح نہ فاطمہؑ بنتِ رسولِ خدا کو چکّی پیسنا پڑتی، نہ علیؑ کو جَو کی سوکھی روٹی کھانا پڑتی، نہ مسجدِ کوفہ میں ان کی شہادت واقع ہوتی، نہ رسولؐ کے ساتھ وہ مصائب برداشت کرنا پڑتے جو انھوں نے برداشت کیے، نہ حسنؑ کو زہر کا پیالہ پینا پڑتا، نہ معرکۂ کربلا میں اس خاندان کی تاراجی ہوتی، نہ عورتوں کی اسیری ہوتی، نہ سروں سے چادریں چھینی جاتیں، نہ نیزوں پر سر بلند کیے جاتے، نہ کوفہ وشام کے بازاروں میں پابہ زنجیر پھرائے جاتے، نہ دربارِ ابنِ زیاد و یزید میں ان کو اسیر ہوکر جانا پڑتا، نہ علیِ ثانی کو طوق وزنجیر کے آہنی زیور پہننا پڑتے ——

یہ سب کیوں ہوا؟

صرف اس لیے کہ حضرتِ محمد مصطفےٰؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا، اور اعلان کی صدا بلند ہوتے ہی لبیک لبیک کی پہلی صدا جو دنیا نے سنی وہ علی ابن ابی طالبؑ کی تھی۔ علیؑ نے تصدیقِ رسالت کی اور نصرت کا وعدہ فرمایا، اور اس وعدے کو عبادت سمجھ کر پورا کرتے رہے۔ گو دنیاوی لحاظ سے وہ انتہائی گھاٹے میں رہے، اور ؏

"منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے"

یہ ٹھیک ہے —— مگر حضورؐ اعلانِ نبوت نہ فرماتے اور پیغامِ الٰہی پہنچانے کا فرض انجام نہ دیتے تو وہ انقلاب نہ آتا جو ان دونوں بھائیوں کی رفاقت اور جہد وجہد کے باعث دنیا میں آیا۔ دنیا اُسی عالمِ جاہلیت کا شکار رہتی جس میں بعثتِ رسولؐ مختار سے قبل تھی۔ کہنا تو صرف یہ ہے کہ اس خاندان نے یعنی ابوطالبؑ اور

اُن کی اولاد نے اپنی تباہی و بربادی کو محض اس وجہ سے قبول کیا کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کو رسولِ برحق جانتے تھے اور اُن کے پیغام کو خدا کا پیغام جانتے تھے۔

اب وہ لوگ جو تاریخ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے اور کسی تعصب کا شکار نہیں ہوتے ہیں یہ دیکھ کر ذا بخود دہ جاتے ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اگر دنیا ان کا مقصود ہوتی تو وہ اس محرومی و ابتلاء میں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو ہرگز نہ ڈالتے اور ان کو وہ خوش حالی حاصل رہتی جو اُن کے خاندان کو ہمیشہ حاصل رہی ـــــ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو اپنے منصوبہ میں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو محرومی کی صورت میں ان کو اس مشن سے الگ ہو جانا چاہیئے تھا جو ان کے جد رسولِ مختارؐ اور علی ابن ابیطالبؑ نے جاری کیا تھا، مگر وہ اس سب کے باوجود کارِ تبلیغ میں مصروف رہے اور یہ سلسلہ بارہویں جانشینِ رسولؐ تک جاری رہا۔ تا آنکہ انھیں پردۂ غیبت میں جانا پڑا۔

پھر تاریخ کا ایک غیر جانبدار طالب علم اُسے انسانیت و اسلام کا ہیرو کیوں کر قرار نہ دے جس نے تمام قربانیوں، جاں نثاریوں اور اذیتوں کے باوجود اور اپنے اُس حق کے باوجود جو اس کو حاصل تھا، بادشاہت ان کے سپرد کر دی جو شریکِ سفر نہ تھے۔ اور خدمتِ دین و عقیدت و احترام کی اس مسند پر خود جلوہ فرما ہو گئے جس کو اُن سے نہ تو پہلے کوئی چھین سکا نہ قیامت تک کوئی چھین سکے گا ـــــ علیؑ اور اولادِ علیؑ کا یہی وہ کردار ہے جس کے سامنے متکبرینِ عالم کی جبینیں خم ہو جاتی ہیں اور اہلِ دل سجدہ ریزی کرنے لگتے ہیں۔

مجھے آخر میں صرف اتنا کہنا ہے کہ انقلاب کے معنی ہی ہر چیز کے منقلب ہو جانے کے ہیں۔ انقلاب میں حقدار اپنے حق سے محروم ہو جاتے ہیں اور غیر مستحق با اختیار ہو جاتے ہیں، معزز غیر معزز ہو جاتے ہیں، محترم غیر محترم بن جاتے ہیں، گھر والے بے گھر ہو جاتے ہیں اور بوریہ نشین محل نشین ہو جاتے ہیں، دولت مند فقیر اور فقیر امیر بن جاتے ہیں۔ غرض

حیرت کی کوئی بات نہیں۔

لیکن اس انقلاب عظیم کے ظاہری وعارضی نتائج سے قطع نظر فدا جس کو بلند و محترم کرتا ہے وہ ننانوے سال منبروں سے سب و شتم کے تیر کھانے کے بعد محترم ہی رہتا ہے، آج دنیا کی ہر قوم، ہر صاحب نظر، ہر اہل دل، ہر عالم، ہر خطیب، ہر ادیب، ہر بہادر، ہر صوفی اور فقیر و امیر کی زبان پر "علیؑ علیؑ" ہے، اور کوئی کسی کے لبوں کو سینے والا نہیں، روکنے ٹوکنے والا نہیں، اور کسی سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ "علیؑ علیؑ" نہ کہو اور بھی تو ہیں ــــ" اگر کوئی یہ بات کہے گا تو اس کو جواب ملے گا ــــ رسولؐ کے بعد ہم کو تو کوئی ایسی ہمہ گیر شخصیت نظر نہیں آتی جس کو ہم علیؑ کے مدِمقابل لاسکیں اور ان سے اس کا موازنہ کرسکیں۔

امیر المومنینؑ

نے فــــــــــرمایا

جس میں چھ خصلتیں ہوں اس نے جنت کے لیے کوئی جائے طلب اور دوزخ سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ چھوڑی:

جس نے اللہ کو پہچانا اور اس کی اطاعت کی۔

شیطان کو پہچانا اور اس کی نافرمانی کی۔

حق کو پہچانا اور اس کا اتباع کیا۔

باطل کو پہچانا اور اس سے بچ رہا۔

دنیا کو پہچانا اور اس سے کنارہ کشی کی۔

آخرت کو پہچانا اور اس کو طلب کیا۔

علی ازم

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی مدظلہ

یہ سورج کی ستائی ہوئی دنیا اور تپتے ہوئے صحراؤں کی مخلوق نخلستان کی تلاش میں سرگرداں اور جوئے شیر کی تلاش میں حیران ہے۔ اور مصیبت در مصیبت یہ ہے کہ ہر رہزن رہبر کے لباس میں لوگوں کو غلط راستہ دکھا رہا ہے۔ "ازم" کی بھرمار اس صدی کا طرۂ امتیاز ہے، ہر عقلِ محدود و فکرِ مسدود نے چند اھواء و امیال کا نام ازم رکھا اور آفاق کی وسعتیں اور انسانیت کی بیکرانیاں عطا کر دیں، اور بخیالِ خود ایک جدید مکتبۂ فکر کے بانی ٹھہرے اور مذاہبِ فلسفیانہ میں ایک نئے مذہب کے داعی بنے، مجبور تمناؤں اور ناسودہ آرزوؤں سے اس کا رنگ و آب تیار کیا۔ تاریک حصۂ شعور سے اس میں تابانی پیدا کی، نچلے جذبات اور اُتھلے احساسات سے اس میں عوامیت کا رنگ دیا اور اسطرح ہر دجالِ نظر اور ابلیسِ عہدِ حاضر ایک نئے مذہب کا داعی بن کر سامنے آجاتا ہے۔ کوئی نہیں جو ان عقل فروشوں اور علم دشمنوں کو بتائے کہ کوزہ سمندر کی اور خشتِ سیمیں کہکشاں کی نیابت و ترجمانی نہیں کر سکتا، ساری کائنات میں ایک بھرپور باشعور مثبت رویہ اور پھر انسانوں کے مسائل و وسائل پر بے لاگ، درست اور مبنی بر حقیقت فیصلہ، محدود علم و دماغ کا آدمی نہیں کر سکتا۔

وہ کہ جس نے ساری کائنات کی تخلیق کی اور تمام انسانوں کے جذبات و احساسات کا علم رکھتا ہے، رحمت و ربوبیت کا چشمہ جس سے ہر آن اور ہر لمحہ جاری ہے، انسان کی ہدایت جس کا مطلوب ہے وہی صحیح راستہ، صحیح دستورِ حیات اور ضابطۂ زندگی عطا کر سکتا ہے۔ پھر وہ خدائے قدوس جو تمام مخلوقات کی تخلیق، تسویہ و تقدیر کرتا ہے، اسی نے بشر کو خیر البشر کے ذریعہ ہدایت بھیجی فمن تبع ھدیٰ فلا خوف علیھم

ولا ھم یحزنون ۵ (جو ہماری ہدایت پر عمل کریں گے وہ حزن وخوف سے دُور رہیں گے)

اور جب انسانیت بلوغِ فکر کی اس منزل پر پہنچی کہ وحیِ مکمّل کو برداشت کر سکے تو خداوندِ عالم نے خاتم النبیین کو بھیجا اور آپ کے ذریعہ وحی مکمل ہوئی، دین مدلل ہوا اور شریعت دائمی بنی۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ زندگی کے ساتھ ہمارے سامنے آیا، لیکن اس کے بعد پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر اس نظامِ زندگی کی تکمیل وترویج اور ترقی میں کون سے موانع ہوئے۔

میں نہیں چاہتا کہ تاریخ کے دریچوں سے ایسے افکار واجسام پر نظر پڑے جو سیاسی نامحرم کی حیثیت رکھتے ہیں اور اُن کے بارے میں لب کشائی سے مذہب کی تقدیس مجروح ہوتی ہے۔ مگر اس قدر کہوں گا کہ قرآنِ حکیم اور رسول کریمؐ کی متعین کردہ راہ سے مسلمانوں کا قافلہ کچھ اس طرح دُور سے دُور ہوتا گیا کہ اگر آج مسلمانوں کی فکر وعمل کا جائزہ لیا جائے تو نام نہاد اسلام کے سوا اُن کی ہر چیز کافرانہ رنگ وبُو میں موجود ہے۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ فلسفہ نہیں آیا کہ کسی کا کسی مذہب کی طرف انتساب اس کی زبان کی وجہ سے ہوتا ہے یا عمل کی وجہ سے؛ اگر ایک عیسائی شراب پیئے تو اس کی گردن اُڑا دی جائے، اور اگر ایک مسلمان شراب پیئے تو اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے، ایک ہندو کسی کی جائیداد غصب کرے تو اس پر لعنت کی بوچھار اور اس کی سات پشتوں کے لیے گالیاں، اور ایک مسلمان کسی کا مال چھین لے تو اس کو اشیرواد۔ ایک انگریز سور کا گوشت کھائے تو وہ بُرا ہو جائے، ایک مسلمان کھائے تو گوارا۔ امریکن سرمایہ دارانہ نظام کی بنا پر ارب پتی کھرب پتی بنے تو غلط، مسلمان اسی نظام میں ناقابلِ حساب دولت کا مالک بن جائے، نہ زکوٰۃ نکالے نہ خمس تو وہ مسلمان، اس کے بیٹے مسلمان بلکہ عند الضرورت وہ مسلمانوں کے وفد کا بھی ترجمان۔ بس یہی وہ مقام آتا ہے جہاں دانشور اور ذہین لوگ اس مذہب سے برگشتہ

مسلم عصبیت پیدا ہوگی، اسلامی عصبیت جائز ہے مگر مسلم عصبیت اسی طرح حرام ہے جیسے ہندو عصبیت، خاندانی عصبیت، قبیلوی عصبیت۔ اسلامی عصبیت یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا مقدمہ ہے جس میں عیسائی اور مسلمان مدعی اور مدعا علیہم ہیں، اور فرض کیجیے کہ اس مقدمہ میں حق عیسائی کے ساتھ ہے تو اسلامی عصبیت کا تقاضا ہے کہ ایک مسلم جج عیسائی کے حق میں فیصلہ کرے، اور مسلم عصبیت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کسی مسئلہ میں باطل پر بھی ہوں تو ان کا ساتھ دیا جائے، تو اگر ہم نے بھی دیگر مذاہب کے مہنتوں اور برہمنوں کی طرح یہ کہا کہ ہر وہ برائی جو دوسرے مذہب والا کرے قابلِ گردن زدنی اور اپنے مذہب والا کرے تو سر آنکھوں پر بٹھانے کے قابل۔ تو یہ کم از کم مذہبِ حق کی علامت نہیں۔

اسلام کے ساتھ یہ حادثہ ہوا کہ مسلمانوں میں عربی عصبیت اور مسلم عصبیت پیدا ہوئی۔ عدل و انصاف کی وہ راہ جس پر آسمان و زمین قائم تھے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ جاہلیتِ قدیمہ اسلام کا روپ دھار کر براجمان ہوگئی، ظلم و ستم عام ہوگیا، حصولِ دولت اور سرمایہ داری کی بنیادیں استوار ہونے لگیں، جبر و تشدد کی تلوار اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ گردنوں پر پڑنے لگی، گلے میں حمائل اور قلوب میں جہالت و سرکشی، پیشانی پر سجدوں کا نشان اور نفس میں کبریائی۔ اتخذ هواه الٰھا کی تصویر، عظمتِ انسانیت سے انکار اور حقوقِ بشری کی بیخ کنی، رسوم و مناسک پر زور، حق و صداقت سے گریز، جاگیرداری و ملوکیت کا از سرِ نو قیام اور جاہلیت کے وہ تمام عہود جو حضورؐ کے زیرِ قدم تھے مسلمانوں نے بالائے سر رکھ لیے اور پھر یہ اعلان کیا کہ ہم مسلمان ہیں، امتِ وسط اور خیر الامم ہیں۔

آج اس وسیع کائناتِ عقل و آگہی کو مطمئن کرنے کے لیے ہمیں تحریکِ اسلامی کی منزل بہ منزل رہروی کا از سرِ نو مطالعہ کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ اسلام جو اللہ کی نگاہ میں "دینِ محبوب"، اور "دینِ مصطفےؐ"، تھا جس کی بنیاد "عدلِ عالمگیر" اور تقویٰ پر تھی، وہ کیوں اپنے نقاطِ اصلیہ سے دُور اور "حدود اللہ" سے متجاوز ہوا اور اس کے نتیجہ میں

مرحومہ مرحومہ ہو گئی، اور وہ قوم جو کوس لمن الملکی (کس کا ملک ہے) بجا رہی تھی اب صدائے من مالکی (میرا کون مالک ہے) بلند کیے ہوئے ہے، وہ جو بڑے فخر سے کہتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کا تاج ہماری ٹھوکر میں ہے۔

اب بتاؤ کہ اسلامی سلطنتوں کا سر پُر غرور کس کے قدموں پر ہے۔ وہ جو ابر سے خراج لیتے تھے بتاؤ "کس کافر قوم" سے قرضہ نہیں لیتے، وہ جو قیصر کو "کلب" کہتے تھے اب بتاؤ کس سُپر پاور کے آگے دُم نہیں ہلاتے۔ کہاں گیا وہ طنطنہ، کہاں گیا وہ ہمہمہ، کہاں گئی وہ حرکتِ سرِ پُر غرور، کہاں گئی وہ سطوتِ کج کلہی؟ تو فوراً تہی دامانِ عقل و محرومانِ علم چیخ اٹھیں گے کہ ہم میں وہ اسلام نہیں رہا، وہ اسلاف کی عظمتیں نہیں رہیں تو کیا یزید، ولید، عبدالملک اسلام کے مجسّمے تھے؟ یہ مدینہ میں عصمت دری کرانے والے، خانۂ کعبہ کو جلانے والے، قرآن پر تیر برسانے والے، قرونِ اولیٰ کے مسلمان نہ تھے، مسلمانوں کے نمائندے نہ تھے؟ پھر ان کا وہ زہد و تقویٰ، للہیت اور اخلاص تھا جس نے ان کو فتوحات عطا کیں اور اللہ کی نعمتیں اور کرامتیں ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر برسیں۔ اللہ اللہ! کب تک تم اپنے نفس کو فریب اور عامۂ امت کو دھوکا دیتے رہو گے؟ کیا قائدینِ فکرِ اسلامی نے قسم کھالی ہے کہ سچی بات سے کبھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کریں گے اور عوام کو اصل بات سے آشنا نہیں کریں گے۔

تو پھر سنو اور داعیِ حق کی سچّی بات سنو، جس کے سننے سے اگرچہ تمھارے کانوں کو فرحت، تمھارے دل کو سرور میسر نہیں آئے گا جس طرح نو مسلم ہندو کو گوشت میں لذّت نہیں ملتی، لیکن اس کے سوا کوئی بات سچّی نہیں، کوئی بات درست نہیں ہے۔ ابتدائی دَورِ اسلام میں مسلم فتوحات و کامیابی کا راز وہی ہے جو چنگیز خاں کے دَور میں صحرائے گوبی کے منتشر قبیلوں کا تھا۔ نہ ان کے فتوحات ان کے عقیدے کی صحت و حقانیت کی دلیل تھے، فتوحات تو کبھی حقانیتِ مذہب کی دلیل ہوتے ہی نہیں۔ بازنطینی حکومت کا دبدبہ اور وقار عیسائیت کی صداقت کی صلیب بن سکتا ہے نقیب نہیں بن سکتا۔ لیکن

ہم نے عوام کو مغالطہ میں مبتلا کر دیا اور ان فتوحات کو جو ہوسِ ملک گیری سے الگ نہ تھے اسلام کی صداقت کا نشان بنایا اور فاتحین کو تقدس و تکریم کا لباس بخشا۔ ظاہر ہے کہ قلم عَلم کے نیچے رہتا ہے اور تحریر زیرِ شمشیر رہتی ہے۔ زبان و قلم کا متحدہ محاذ اسلام کی غلط ترجمانی میں لگ گیا، لوگوں کی نگاہیں مالِ غنیمت کے ڈھیر، کنیزوں کی بھیڑ، اونٹوں کی قطاروں، گھوڑوں کے گلّوں پر لگ گئیں۔ اب اس مال کے پیچھے اسلام کا آل کیا ہوگا! اس کا کسی کو خیال نہ آیا، کنیزوں کے ساتھ ناموسِ اسلام کا ذبیحہ کس عنوان سے ہو رہا ہے اس کا کسی کو لحاظ نہ ہوا، اونٹوں اور گھوڑوں کی آمد سے مقاصد کی پامالی کس سج دھج سے ہو رہی ہے اس پر کوئی لب کشا نہ ہوا۔ دینے والوں کے قہقہے اور لینے والوں کی دعاؤں نے روحِ انسانیت کی تکفین و تدفین کر دی اور اللہ اللہ خیر صلّا۔

مگر اس تاریک و مہیب اندھیرے میں ایک چراغِ روشن انسانیت کے افقِ اعلیٰ پر جلوہ فگن تھا۔ اس میں نہ مسلم عصبیت تھی نہ قبیلوی نہ عربی۔ وہ حق و انصاف، عدل و داد، صدق و اخلاص، تقویٰ و ورع، دین و شرع پر ہر بات کرتا۔ وہ امام ہاد مسلمانوں کی چار دیواری میں گھرے ہوئے چراغ کی طرح نہ تھا بلکہ ارض و سماء کی وسعتوں پر چھائے ہوئے آفتاب کی طرح تھا۔ وہ فیض و افادیت کا دجلہ نہ تھا جو صرف ایک سرزمین کو سیراب کرتا ہے۔ وہ ساقیِ کوثر تھا جس کا فیض مذہب و ملّت کی حد بندیوں سے بلند ہر تشنہ لب کے لیے حاضر تھا، اس کی ذات نے ذکر و فکر کے جو چراغ جلائے آج بھی کائنات انہی سے روشن ہے۔ اس کو دیکھو، اس کو سمجھو، اس کو پڑھو اور اس پر چلو کہ اسی میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہے، اسی میں اسلام کی حیات ہے، اسی میں اس مذہب کی وسعتیں جو اقوام و ملل سے آگے بنی آدم کے تخیّل میں ڈھلتی ہے۔ یہی وہ ہے جو عوام اور حکومت کے درمیان اُس پُلِ صراط کو عبور کرنا سکھاتا ہے جس پر چلنے سے بڑے بڑے [illegible] کٹ گئے۔ آؤ کچھ دیر کے لیے ہم اس پُرفریب دنیا سے نکل کر اس

اس حقیقت پسند شخصیت کے سامنے کھڑے ہوں جس کے ایک ہاتھ میں عدل کی ترازو ہے اور دوسرے ہاتھ میں تقویٰ کا سورج، اور تمام عالمِ انسانی اس کے زیرِ سایہ اطمینان کی سانس لے رہا ہے، جو اس نے کہا اس کو دیکھو، پھر کہنے والے کو دیکھو اور بتاؤ کہ ایسے ارشادات کس ذات سے ہمیں حاصل ہوئے ہیں۔

کیا تم نے آزادی پر اس سے بہتر کوئی جملہ سنا کہ "اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا تو تم لوگوں کو غلام کیوں بناتے ہو ــــــ؟"

اور عوام کے احترام کے بارے میں یہ حقیقت پسندانہ قول دیکھا کہ "اور تم وہ راستہ اختیار کرو جس کو عوام کی اکثریت پسند کرتی ہو، کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی ناراضگی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور اگر عوام ناراض ہوں تو خواص کی ناراضگی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ خواص و مصاحبین حاکم کے اچھے حالات میں اپنی فرمائشوں اور تقاضوں کی وجہ سے اس بیچارے پر بارِ گراں بنے رہتے ہیں اور جب حاکم کے حالات خراب ہوں تو فوراً کھسک جاتے ہیں، حاکم کے انصاف پر برہم ہو جاتے ہیں۔ مانگتے ہیں تو چمٹ جاتے ہیں، عطا پر شکر نہیں کرتے، نہ ملنے پر عذر نہیں سنتے۔ یاد رکھو کہ دین کا ستون، مسلمانوں کی طاقت یہی عوام ہوتے ہیں ــــــ"

اور کیا آپ نے راعی کے رعایا سے رابطہ پر اس سے بہتر مقولہ دیکھا ہے کہ:۔
"رعایا کے دل حکمرانوں کے خزانے ہوتے ہیں، اب اس خزانے میں حکمراں عدل کے سکے رکھیں یا ظلم کے پتھر، جو رکھیں گے وہی پائیں گے ــــــ"

اور یہ ارشاد ہے کہ:" اگر حکومت سے حق کا قیام اور باطل کا انہدام مقصود نہ ہو تو یہ پاپوش سے بھی کمتر ہے ــــــ"

اور یہ فرمان کہ:" حکومت کا مطلب یہ نہیں کہ مال جمع کرو اور کسی سے اپنا کینہ اور عداوت نکالو۔ حکومت کا مقصد صرف یہ ہے کہ باطل مردہ ہو اور حق زندہ ہو ــــــ"

اور یہ کہ:" ذلیل میری نگاہ میں عزت والا ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو

اس کو دے دوں، اور عزت والا کمزور ہے یہاں تک کہ میں اُس سے حق وصول کرلوں"۔

اور حاکم کی پوزیشن کی وضاحت اِس طرح کس نے کی ہے کہ "مَیں تمھیں میں سے ہوں، جو تمھیں حقوق حاصل ہیں وہی مجھ کو، اور جو تمھاری ذمہ داریاں ہیں وہی میری بھی ہیں ـــــ"

"کیا میں اس پر خوش ہوجاؤں کہ لوگ کہیں کہ میں حاکم ہوں، اور لوگوں کے دُکھ درد میں شریک نہ ہوں۔ ـــــ"

اور اس فقرہ کو دیکھیے کہ "میرا بھی مال ہوتا تو برابر سے تقسیم کرتا چہ جائیکہ یہ بیت المال کا مال ہے۔ ـــــ"

اور جاگیر کے متعلق یہ ارشاد کس قدر قابلِ عمل ہے کہ "ہر جاگیر جو مالِ خدا سے لوگوں کو دی گئی ہے بیت المال میں واپس کر دی جائے گی۔ جو مال بیت المال سے لوگوں کو ملا ہے وہ سب میں بیت المال میں لوٹا دوں گا۔ عدل برداشت نہیں ہوتا تو ظلم کیسے برداشت ہوگا"۔

سرمایہ داری کے خلاف اس ضربِ حیدری کو دیکھیے، فرماتے ہیں "فرزندِ آدم! جو ضرورت سے زیادہ تجھے حاصل ہو اُس کا تُو مالک نہیں خزانچی ہے ـــــ"

آخر میں امامؑ کی ایک اور نصیحت سُن لیجیے۔ فرماتے ہیں کہ: عوام الناس سے تمھارا رویہ ایسا ہونا چاہیے کہ اگر مر جاؤ تو تمھاری یاد میں آنسو بہائیں اور اگر زندہ رہو تو تم سے ملنے کے لیے بے چین رہیں ـــــ"

میں کہاں تک عدل و عقل کے اس پیکرِ لاہوتی کے نظریات و افکار بیان کروں۔ ع

"سفینہ چاہیے اِس بحرِ بے کراں کے لیے"

یہ چند آبدار موتی اس چشمۂ کوثر کے تھے جس کو دنیا "نہج البلاغہ" اور مَیں "نہج المعرفتہ والسیاست" کہتا ہوں، اور اسی پر مَیں نے "علیؑ ازم" کی بنیاد رکھی ہے۔

اگر علی نہ ہوتے ——— ؟

عالی جناب مولانا سیّد ابن حسن صاحب قبلہ نجفی مدظلہٗ العالی

۱۳ رجب کا سورج عالم کو اس مبارک و مسعود دن کی یاد دلاتا ہے جس کی برکت و سعادت سے آج تک آفتاب اسلام درخشاں ہے اور تا قیام قیامت ضیا بار رہے گا۔ اس تاریخ اس عظیم ترین ہستی نے دنیا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی جس کی نظیر نہ اولین میں مل سکتی ہے نہ آخرین میں۔

یہ کون ہے مطلوبِ کلّ طالب اسد اللّٰہ الغالب علیٰ کلِّ غالب علی ابن ابی طالب علیہ آلاف التحیۃ والثناء۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

اللہ اللہ! ہزاروں اختلافات کے باوجود حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان تلدن مثل علی ابن طالب (اب یہ ناممکن ہے کہ کوئی ماں علی جیسا بچہ پیدا کر سکے۔) مناقب خوارزمی) ۱۳ رجب المرجب بروز جمعہ بیت اللہ نے نفس اللہ کا استقبال کیا۔ اور بقول صاحب مروج الذہب و مطالب السئول یہ حضرت علی ہی کی بزرگ ترین اور خصوصی منزلت ہے کہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ مولودِ کعبہ ... ... اور ... مسلم اوّل شہِ مردان علی

لم یعبد الاوثان قط لصغرہ و من ثم یقال فیہ کرّم اللّٰہ وجہہ حضرت علی نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اس لئے آپ کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ (صواعق محرقہ)

رسول کا پہلا مددگار

دعوتِ ذو العشیرہ کا منظر اور صاحب دما نیطق عنِ الھویٰ ان ھوا الا وحیٌ یوحیٰ کے یہ الفاظ ابھی تک تاریخوں میں موجود ہیں۔ ان ھٰذا اخی و وزیری و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعولہ و اطیعوہ۔ دیکھو! یہ علی میرا بھائی

میرا وزیر۔ میرا وصی اور خلیفہ ہے تم سب اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا (طبری کامل طبقات)

آخری وقت کا ساتھی

قبض رسول اللہ درأسه فی حجر علی جب پیغمبرؐ اکرم زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو سرِ اقدس علی کی آغوش میں تھا۔ (طبقات ابن سعد) ابن عباس کہتے ہیں لعلی اربعه خصال لیست لاحدٍ غیرہ هو اوّل عربی وعجمی صلّی مع رسول اللہ وھو الذی کان لوائہ معہ فی کل زحف وھو الذی صبر معہ یوم عند غیرہ وھو الذی غسلہ وادخلہ فی قبرہ علی ان چار صفتوں میں منفرد ہیں۔ سوائے ان کے اور کسی کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی (۱) علی معمورۂ عالم کا وہ پہلا انسان ہے جس نے رسولؐ کے ساتھ نماز ادا کی (۲) بس یہی ہیں وہ جو آنحضرتؐ کے ساتھ ہر معرکے میں پرچم لہراتے رہے (۳) صرف انہوں نے ہی اس دن پیغمبرؐ کی معیت میں استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس دن اور اس وقت جب ہر طرف گرد فرار اڑتی نظر آ رہی تھی۔ (۴) علی ہی تھے جنہوں نے رسول مقبول کو غسل دیا۔ اور آخری آرام گاہ تک پہنچایا۔ (طبقات ابن سعد)

وہ مخلص کہ قدرت پکار اٹھی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ منزلِ عرفان دیکھیے۔ رسولؐ فرماتے ہیں کہ خدا کو یا میں نے پہچانا یا علی نے اور خود علی کہتے ہیں: لوکشف الغطاء لماازددت یقیناً ٥ پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا یہ عالم کہ کبھی کبھی ڈوبتا ہوا سورج نمازی کے قدموں پر اپنی کرنیں نچھاور کرنے کے لئے آ جاتا۔ (تاریخ خمیس)

سیرت نگار

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فخر آدم بارگاہِ احدیت میں سجدہ ریز ہوتے تھے تو خشوع وخضوع کی کیفیت دیکھ کر لوگ چلانے لگتے تھے۔

---------- قدمات ابوالحسن۔ علی دنیا سے گذر گئے، اور عبادت بھی ان جذبوں کے ساتھ خود فرماتے ہیں۔ معبود! اس لئے تیری

عبادت نہیں بجا لاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی طمع دامن گیر ہے ۔۔۔۔ نہیں ۔۔۔۔ مالک! علی کا سرنیاز اس لئے اور صرف اس لئے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے
میدان شجاعت میں ہاتفِ غیب زمزمہ پردازی کرتا ہے اور لا سیف الا ذوالفقار و لا فتےٰ الا علی کا ابدی نقش دامنِ کائنات پر کچھ اس انداز سے ابھرتا ہے کہ طاقت کے کوہ شکن حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور اس طرح کہ بلند ہونے کا نام تک نہیں لیتے! بزم سخا کہہ رہی ہے کہ خلیل کے بحرِ کرم کا تموّج بھی دیکھا مگر یوں تو الزکواۃ ھمر راکعون اور یوثرون علی انفسہ و لو کانت بھم خصاصہ کے عنوان سے قرآن نے سوائے علی کے اور کسی کی خدمت میں سپاسنامے پیش نہیں کئے۔ شہر علم کو ناز کہ علی اس کا دروازہ ہیں۔ مسند قضا رہینِ منت کہ لاج رکھ لی۔ اورنگ حکومت شاہد کہ جب ابو تراب کے قدموں نے زینت بخشی کہ بازنطینی نظام خاک میں مل گیا۔

اور مختصراً بقول استاذ عبداللہ العلائلی ۔ علی ابن ابی طالب کی ذات کمالِ انسانی کا بہترین مظہر ارتقائے بشری کا لاجواب نمونہ ۔ اور فطرت کی ترقی پسند استعداد کی بلند ترین مثال تھی ۔ حسن، مزاج، اثرِ توارث اور اندازِ تربیت کے لطیف امتزاج سے اس عظیم شخصیت کی تشکیل ہوئی۔ نیز نبوت کے پاکیزہ اصول اور کسبِ کمال کی ذاتی صلاحیت نے آپ کو عروج کی اس منزل پر پہنچا دیا جہاں وہم و خیال کی رسائی بھی مشکل ہے (سمو الذات فی سمو المعنی ص ۲۱۱ مطبوعہ بیروت)

مشہور صاحبِ کلک و نظر جرجی زیدان نے ان لفظوں میں حیاتِ مرتضوی کا نقشہ کھینچا ہے۔ علی کے متعلق کیا کہا جائے۔ زہد و تقویٰ کے سلسلے میں آپ کے واقعات بے شمار ہیں۔ آئین اسلام کی پابندی میں آپ کی سختی مشہور ہے، اقوال و اعمال کے لحاظ سے یہ مردِ حر انتہائی شریف، مکر و فریب سے گویا واقف ہی نہ تھے زندگی بھر نہ کسی کو دھوکا دیا اور نہ احساسِ عذر کو اپنے قریب پھٹکنے دیا۔ آپ کی تمام کوششیں صرف دین کے متعلق تھیں۔ حق و صداقت پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ آپ کی فقیرانہ زندگی کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ جب آپ نے رسول اللہ ؐ کی صاحبزادی جناب فاطمہ سے شادی کی تو آپ کے پاس فرش کی قسم سے کوئی چیز نہیں تھی ۔ ہاں سامانِ آسائش میں دینے کی ایک کھال ضرور موجود تھی جس پر رات کو آرام

فرماتے تھے۔ اور دن میں اسی پر اونٹ کو دانہ کھلاتے تھے۔ کوئی ملازم نہ خدمتگار

خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ اصفہان سے کچھ مال آیا اس میں ایک روٹی بھی تھی آپ نے اس مال کے سات حصے کئے اور قرصِ نان کو بھی سات حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ کا لباس حد درجہ سادہ اور اتنا جھر جھرا ہوتا تھا کہ سردی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ آپ اپنی عبا میں کھجوریں باندھے چلے آرہے ہیں ان لوگوں نے عرض کی امیر المومنین! یہ بوجھ ہمیں دیدیجئے دولت کدہ تک پہنچا دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ جس کے عیال ہیں وہی اس بار کو برداشت کرے۔ علی ابن ابی طالب کا معمول تھا کہ جب اپنی فوج کو کسی مہم پر روانہ کرتے تو ہر سپاہی کو ہدایت فرماتے تھے کہ بھائی دیکھو جہاں تک ہو سکے فریق مقابل سے نیکی اور نرمی کا برتاؤ کرنا اور ممکنہ طریقہ سے عورتوں کی حفاظت وحیانت کا خیال رکھنا۔ باوجود اس رحمدلی کے مالی معاملات کی نگرانی میں آپ حد درجہ سخت گیر تھے۔ اپنے ماتحت عمال اور کارپردازوں سے پائی پائی کا حساب لیتے اور یہ صرف اس لئے تاکہ نظام عدل میں فرق نہ آنے پائے۔

اگر حضرت عمر کے زمانے میں جبکہ عوامی رجحانات نبوت کی عظمت اور رسالت کی اہمیت سے متاثر تھے اور سچے تدین کی نشانیاں موجود تھیں۔ حضرت علیؑ ہی مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہو جاتے تو آپ کی حکومت وسیاست کہیں بلند وبہتر ثابت ہوتی۔ اور امور سلطنت میں کسی قسم کا بھی ضعف نہ ظاہر ہونے پاتا۔ لیکن افسوس کہ آپ کو عنانِ ریاست اس وقت ملی جب لوگوں کی نیتیں خراب اور تمام ملکی معاملات درہم وبرہم ہو چکے تھے۔ (تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۴ ص ۳۷)

یہ ایک غیر مسلم کے خیالات تھے جو پیش کئے گئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس مرد حق آگاہ نے رزم وبزم محراب ومنبر بلکہ ہر مجلس میں ہر موقف پر اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے ایسی ایسی عظیم خدمتیں انجام دی ہیں اور اپنی سیرت کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جن کے پیش نظر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ علی کی ذات گرامی عروج اسلام کی تاریخ میں اساسی حیثیت رکھتی

تھی۔ علی نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسلام ہوتا۔ مگر اتنا علی نہ ہوتا اور بقول علامہ محمد حسین آلِ کاشف الغطاء

لَوْلَا عَلِیٌّ اَخْضَرَ لِلْاِسْلَامِ عُوْدٌ وَمَا
قَامَ لَهٗ عَمُوْدٌ

اگر علی نہ ہوتے تو شجرِ اسلام کی نہ کوئی ٹہنی ہری بھری نظر آتی اور نہ اس قصرِ مشید کا کوئی ستون قائم ہوتا۔

قصیدۂ لامیہ

محسنِ اسلام حضرت ابوطالبؑ کا معرکۃ الآرا قصیدہ

ترجمہ: علامۃ العصر پروفیسر مولانا علی حسنین صاحب شیفتہ

قصیدۂ لامیہ محسنِ اسلام عمِّ رسول الثقلین حضرت محمد مصطفٰےؐ یعنی پدرِ گرامیِ مولائے کائنات حضرت علیؑ کا وہ معرکۃ الآرا قصیدہ ہے جس کو عربی ادب کا شاہکار تصور کیا جاتا ہے اور اس قصیدہ میں عظمت و تقدیسِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ آپ کا جوشِ ایمان اور عزم و ولولہ نصرت نمایاں ہے ہم اس قصیدے کے ۸۴ اشعار میں سے اس کتاب میں چند اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (وصی)

قصیدہ

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ ۔۔۔ وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِیْ بَلَابِلٖ

ترجمہ: (لیکن اے دشمنو!) بیت اللہ کی قسم تم نے یہ غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ ہم مکے کو چھوڑ دیں گے۔ ہم اس وقت تک کوچ نہیں کریں گے۔ جب تک کہ تم خود بھی شدائد میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نُبْزٰی مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلٖ

ترجمہ: اور بیت اللہ کی قسم تم نے یہ بھی غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ محمدؐ کو ہم سے زبردستی چھینا جا سکتا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم محمدؐ کے سامنے نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے کرتے ختم نہ ہو جائیں۔

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ ۔۔۔ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَآئِنَا وَالْحَلَآئِلٖ

ترجمہ: (اور یہ بھی تم نے غلط سمجھا ہے کہ) ہم محمدؐ کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ نہیں ایسا بھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم لوگ (ان کا دفاع کرتے ہوئے) اُن کے اردگرد لڑتے لڑتے گر نہ جائیں اور یوں بے ہوش و حواس نہ ہو جائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھی

بھول جائیں۔

یہی وہ دو شعر ہیں جن کو جنگِ بدر میں حضرت عبیدہ بن حارث نے زخمی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے پڑھا تھا، اور جناب رسول خداؐ نے جناب ابوطالبؑ کو یاد کر کے اُن کے لیے دعا فرمائی تھی۔

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ فِي الْحَدِيْدِ اِلَيْكُمْ نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

ترجمہ: (ہم محمدؐ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے) جب تک کہ ایسا نہ ہو چکے کہ ہمارا پورا خاندان آہنی ہتھیاروں کو اپنے جسموں پر سجا کر اسلحوں کی جھنکار میں تمھاری طرف یوں بڑھے جیسے پانی لانے والے اونٹ پانی کی جھنکار میں چلتے ہیں۔

وَحَتّٰى تَرٰى ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهٗ مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْاَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

ترجمہ: اور جب تک ایسا نہ ہو چکے کہ تم ہمارے کینہ پرور دشمن کو اس حال میں دیکھو کہ وہ نیزہ کھا کر لڑکھڑا رہا ہو اور مُنہ کے بل گر رہا ہو جیسے کوئی ایک جانب کو جھک جھک کر اٹھتا ہو۔

وَاِنَّا لَعَمْرُ اللّٰهِ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰى لَتَلْتَبِسَنْ اَسْيَافُنَا بِالْاَمَاثِلِ

ترجمہ: اور ہم تو خدا کی قسم اس حالت میں ہیں کہ جو کچھ میں فی الحال دیکھ رہا ہوں اگر یہی رہا تو، ہماری تلواریں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور ان کے جسموں میں جا پڑیں گی۔

یہ وہ شعر ہے جسے جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس وقت پڑھوا کر سُنا تھا جب قریش کے بڑے بڑے سرداروں عتبہ وشیبہ وابوجہل کی لاشوں کو ایک گڑھے میں پھینکا جا رہا تھا۔

بِكَفَّيْ فَتًى مِثْلِ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ اَخِيْ ثِقَةٍ حَامِي الْحَقِيْقَةِ بَاسِلِ

ترجمہ: ہماری تلواریں ایسے جوانوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کی طرح روشن یا جھپٹنے والے، قابلِ اعتماد سردار، حق وحقیقت کے حامی اور نہایت ہی بہادر ہیں۔

شُهُوْرًا وَاَیَّامًا وَحَوْلًا مُجَرَّمًا عَلَیْنَا وَتَأْتِیْ حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلٖ

ترجمہ: (یہ تلواریں کھنچی رہیں گی اور جنگ جاری رہے گی) مہینوں اور دنوں تک یہانتک کہ پورا سال گذر جائے گا اور آنے والے سال کے بعد ایک اور سال آجائے گا۔

وَمَا تَرْكُ قَوْمٍ لَّا اَبَالَكَ سَیِّدًا یَحُوْطُ الذِّمَارَ غَیْرَ ذَرْبٍ مُّوَاکِلٖ

ترجمہ: اور وائے ہو تم پر، بھلا کوئی قوم کسی ایسے بے مثل سردار کو کیسے تنہا چھوڑ سکتی ہے جو وعدوں اور معاہدوں کی حرف بحرف پابندی کرتا ہے۔ نہ وہ بدزبان ہے نہ مفت خور۔

یہاں حضرت ابو طالبؑ نے جناب رسالتمآبؐ کو اپنی قوم کا سیّد و سردار کہا ہے۔ اگر اُن کے پیشِ نظر سرکارِ دوعالم کی نبوت اور دینی سرداری نہ ہوتی تو دنیاوی اعتبار سے اُن کے لیے یہ کہنا درست نہ ہوتا کیونکہ دنیاوی اعتبار سے تو خود حضرت ابو طالبؑ اپنی قوم کے سب سے بڑے سردار تھے۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلٖ

ترجمہ: وہ سردار ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ اُن کے روئے مبارک کا واسطہ دیکر بارش کے لیے دُعا کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے نگراں اور بیواؤں کے لیے جائے پناہ ہیں۔

یہی وہ شعر ہے جسے مدینۂ طیّبہ میں سرکارِ رسالت نے دعائے باراں کی مقبولیت کے بعد برسرِ منبر یاد فرمایا تھا۔

وَنَحْنُ الصَّمِیْمُ مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ وَّاٰلِ قُصَیٍّ فِی الْخُطُوْبِ الْاَوَائِلٖ

ترجمہ: حالانکہ ہم اولادِ ہاشم اور آلِ قُصیٰ کی اصل ہیں تمام قدیمی واقعات و حوادث کی رُو سے۔

فَاَبْلِغْ قُصَیًّا اَنْ سَیُنْشَرُ اَمْرُنَا وَبَشِّرْ قُصَیًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلٖ

ترجمہ: پس اولادِ قُصی یعنی قریش کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہمارا امر (دینِ اسلام) پھیل جائے گا اور اولادِ قُصی کو یہ خوشخبری بھی دے دو کہ وہ ہمارے بغیر بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے۔

لَعَمرِیْ لَقَدْ کُلِّفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدٍ وَاِخْوَتِہٖ دَابَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

ترجمہ: قسم ہے میری جان کی، احمدِ (مجتبیٰؐ) اور اُن کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں یوں ڈال دی گئی ہے جیسے کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے۔

فَلَا زَالَ فِی الدُّنْیَا جَمَالًا لِاَھْلِھَا وَزَیْنًا لِمَنْ وَالَاہُ رَبُّ الْمَشَاکِلِ

ترجمہ: پس خدا کرے کہ وہ (یعنی محمدؐ) ہمیشہ اہلِ دنیا کے لیے جمال بن کر اور اپنے دوستوں کے لیے زینت بن کر زندہ رہیں اور ہمیشہ عظیم امور کے مالک رہیں۔

فَمَنْ مِثْلُہٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ اِذَا قَاسَہُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

ترجمہ: پس لوگوں میں سے کون ہے جو اُن کا (یعنی محمدِ مصطفےٰؐ کا) مثل ہو سکے؛ اگر فیصلہ کرنے والے مختلف لوگوں کے فضائل کا اندازہ لگائیں تو وہی سب کی اُمیدوں کا مرکز ہوں گے۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ لَدَیْنَا وَلَا یُعْنٰی بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

ترجمہ: اور یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا (محمدؐ) ہمارے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے (یعنی ہم نے اُن کے دعوائے نبوّت کی تکذیب نہیں بلکہ تصدیق کی ہے) اور اس سلسلے میں لوگوں کے اقوالِ باطلہ کی پروا نہیں کی جا سکتی۔

فَاَصْبَحَ فِیْنَا اَحْمَدُ فِیْ اَرُوْمَۃٍ تُقَصِّرُ عَنْہُ سَوْرَۃُ الْمُتَطَاوِلِ

ترجمہ: پس احمدِ (مجتبیٰؐ) ہمارے درمیان ایسے خاندان کی حفاظت میں ہیں کہ اُن کے دامن سے کسی زبردست سے زبردست آدمی کا بھی ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

حَدَبْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَہٗ وَحَمَیْتُہٗ وَدَافَعْتُ عَنْہُ بِالذُّرَا وَالْکَلَاکِلِ

ترجمہ: کیونکہ اُن کو بچانے کے لیے میں نے خود اپنے کو سپر بنا دیا ہے اور میں نے اپنی تمام قوتیں اُن کے دفاع میں صرف کر دی ہیں۔

فَاَیَّدَہٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِہٖ وَاَظْھَرَ دِیْنًا حَقُّہٗ غَیْرُ بَاطِلِ

ترجمہ: پس ربّ العباد اپنی نصرت (غیبی) سے اُن کی تائید فرمائے اور اُس دین کو

کو غلبہ عطا فرمائے جو سراسر حق ہے۔

سُبحان اللہ! کیا اس صریحی اعلان کے بعد بھی کوئی حق پسند حضرت ابوطالبؑ کے ایمان میں شُبہ کر سکتا ہے۔ یہ کلام کُلِ ایماں کے پدرِ گرامی قدر حاملِ ایمانِ کُل، ناصر و مُربی و عمِ رسولؐ حضرت ابوطالب کا ہے۔ جس کا باپ اتنا عظیم ہو اُس کا فرزند علیؑ جو "مَن کنتُ مولاہُ" کا مصداق ہو وہ کتنا عظیم ہو گا۔ یہ تو وہی جانے جس کا یہ وصی و جانشین ہے۔

نذرانۂ عقیدت

مولانا حسرت موہانی مرحوم

مسرت ہے شاہِ نجف کی غلامی
زہے کامرانی، زہے شادمانی

ملے مجھ کو بھی مثلِ سلمانؓ و بوذرؓ
وہی خواجہ تاشی وہی نیک نامی

وہ بے خوف و غم کیوں نہ ہو، بن گئے ہوں
حقیقت میں شیرِ خدا جس کے حامی

پہنچ کر درِ شاہِ مرداں پہ اکثر
خصوصی شرف پا گئے ہم سے عامی

الحق مع علیؑ و علیؑ مع الحق

حق علی کے ساتھ اور علی ساتھ حق کے ——— حدیث رسولؐ

"حق"

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی نظم

امامت را کسی شاید کہ شاہِ اولیا باشد
بہ علم و عصمت و دانش مثالِ انبیا باشد

امامِ دیں کسی باشد کہ چوں تاج و کمر داردش
بہ فرق از ہل اتیٰ تاج و کمر از انما باشد

امامِ حق کسی باشد کہ بے امرِ خدا ہرگز
نکردہ ہیچ کاری او کہ آں کارِ خطا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ اندر جملہ قرآں
بہ ہر آیت کہ بر خوانی در مدح و ثنا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ اندر مصحف و دیش
نوشتہ آیتِ رحمت بجز خطِ استوا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ در شرعِ نبی یکسر
بہ ہر مشکل کہ در مانی ترا مشکل کشا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ باشد جامعِ قرآں
نبیؐ را حجت و برہاں بہ ہنگامِ دعا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ باشد بت شکن در دیں
نہ ہمچو آں غبی بیدیں کہ معبودش ریا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ باشد ہمسرِ زہراؑ
چناں رفعت کہ می بینی بجز حیدر کرا باشد

امامِ حق کسی باشد کہ اندر روئے منبر او
ز مغرب شمس بر گردد کہ تا فرضش ادا باشد

میانِ کعبہ و زمزم ہزاراں عمر بگذاری
گر مہرِ علیؑ نبود ہمہ عمرت ہبا باشد

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندہ شاہم
ولیکن قنبر او را کمینہ یک گدا باشد

شاہ ولایتم علیؑ

حضرت شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ

۱

قول محمدیؐ شنو راہ محمدیؐ بپرو
روئے محمدیؐ بہ تا برسی بہ منتہا

شاہ ولایتم علیؑ جام شہادتم علیؑ
عین ہدایتم علیؑ راہ نمائے انبیاء

ناصر انبیاء علی حاصل اولیا علیؑ
واصل کبریا علیؑ تا نکنی تو ماجرا

نقطہ ہاؑ ہو علیؑ۔ خازن لا و ہو علیؑ
در ہمہ شئے ہو علیؑ دان کہ علی از خدا

شمس علیؑ است در دلم نور علیؑ است حاصلم
من بہ علیؑ چہ واصلم یافتہ ام سر خدا

۲

درصورت پیوند جہاں بود علیؑ بود
تا نقش زمین بود زماں بود علیؑ بود

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
ہم عابد و ہم معبد و معبود علیؑ بود

ہم آدمؑ و ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ
ہم یونسؑ و ہم یوسفؑ و ہم ہودؑ علیؑ بود

ہارون ولایت کہ پس از موسیٰؑ عمران
واللہ علی بود علیؑ بود علیؑ بود

آں شاہ سرفراز کہ اندر شبِ معراج
با احمد مختار یکے بود علیؑ بود

عیسٰی بوجود آمد فی الحال سخن گفت
آں نطق و فصاحت کہ بود علیؑ بود

•

مست ولائے حیدرم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
ہر دو جہاں ز دلبرم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

سپاسِ جنابِ امیر علیہ السلام

علامہ اقبال مرحوم

علامہ شیخ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے سپاس جناب امیر علیہ السلام میں جہاں حضرت علی علیہ السلام سے اپنے انتہائی عشق کا ذکر کیا ہے۔ وہاں آپ کی منقبت میں بھی مدح سرائی کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں۔ سچ پوچھئے تو آپ نے اس قصیدے میں تعریفی و توصیفی الفاظ و تراکیب کا ذخیرہ ختم کر دیا ہے اور مطالب کے بحور ذخائر کو ایسی خوبی سے کوزوں میں بند کیا ہے کہ مالائے مروارید گرانمایہ کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے در حقیقت آپ کا یہ نادر روزگار شاہکار قصیدہ اس مقصد کیلئے ہزارہا ضخیم کتابوں کی تصنیف پر بھاری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی منقبت کا حق ادا کر دیا ہے بلاشبہ آپ کو وزیر و وارثِ رسولؐ۔ زوجِ بتولؑ پدرِ حسنینؑ۔ ناصرِ دینِ اسلام۔ قاطعِ ادیانِ باطلہ ماحی کفر و طغیان۔ محیٔ حق و صداقت۔ اسد اللہ الغالب۔ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی مدح سرائی کا ذریعہ ایسے ہی کلام بلاغت نظام کو بنانا چاہتے تھا۔ آپ کو یہ منقبت اتنی عزیز تھی کہ آپ ہر روز صبح کے وقت اس منقبت کو ضرور پڑھا کرتے تھے۔

(وصی خاں)

اے محو ثنائے تو زبانہا	اے یوسفِ کاروانِ جانہا
اے بابِ مدینۂ محبت	اے نوحِ سفینۂ محبت
اے ماحی نقشِ باطلِ من	اے فاتحِ خیبرِ دلِ من
اے سرِ خطِ وجوب و امکاں	تفسیرِ تو سورہ ہائے قرآں
اے مذہبِ عشق را نمازے	اے سینۂ تو امینِ رازے
اے سرِ نبوتِ محمدؐ	اے وصفِ تو مدحتِ محمدؐ

گردوں کہ بہ رفعتِ ایستادست
از بام بلند تو فتاد است

ہر بہ ذرہ در گشت چو منصور
در جوشش ترانہ انا الطور

بے تو نتواں بادرسیدن
بے او نتواں ہنوز میداں

فردوس زتو چمن در آغوش
از شانِ تو حیرت آئینہ پوش

جانم بہ غلامئ تو خوشتر
سر بر زدہ ام زجیبِ قنبر

ہشیارم و مست بادۂ تو
چوں سایہ زپافتادۂ تو

از ہوش شدم مگر بہوشم
گوئی کہ نصیرئ خموشم

دانم کہ ادب بہ ضبط راز است
در پردہ خامشی نیاز است

اما چہ کنم مئے تولا
تند است بروں فتد زمینا

زاندیشۂ عافیت رہیدم
جنسِ غم آں تو خریدم

مکرم چو بہ جستجو قدم زد
در دیر شد و در حرم زد

در دشتِ طلب بے دویدم
داماں چو گردِ باد چیدم

در آبلہ خارہا خلیدہ
صد لالہ تہِ قدم دمیدہ

افتادہ گرہ بروئے کارم
شرمندہ دامنِ غبارم

پوریاں پئے خضر سوئے منزل
بر دوش خیال بستہ محمل

جویائے مے و شکستہ جامے
چوں صبحِ بہار چیدہ دامے

پیچیدہ بخود چو موج دریا
آوارہ چو گردِ بادِ صحرا

واماندہ ز دردِ نارسیدن
در آبلۂ شکستہ دامن

عشقِ تو دلم ربود ناگاہ
از کار گرہ کشود ناگاہ

آگاہ ز ہستی و عدم ساخت
بت خانۂ عقل را حرم ساخت

چوں برق بخرمنم گزر کرد
از لذتِ سوختن خبر کرد

برباد متاعِ ہستیم داد
جامے زمئے حقیقتم داد

سرمست شدم زپا فتادم
چوں عکس زخود جدا فتادم

پیراہنِ ما و من دریدم
چوں اشک زچشم خود چکیدم

خاکم بہ فرازِ عرش بردی
زاں راکہ بادلم سپردی

واصل بہ کنار کشتیم شد
طوفانِ جمال زشتیم شد

جز عشق حکایت نہ دارم   پروائے ملامتے نہ دارم
از جلوۂ عام بے نیازم   سوزم . گریم . بتم . گدازم

نوٹ :- قارئین کرام آخری نو اشعار کے اردو ترجمہ لکھ رہا ہوں اس سے آپ بخوبی علامہ اقبال (مرحوم) کے عشق علی سے والہانہ عقیدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں عشق علی المرتضیٰؑ نے جب میری دستگیری کی اور مجھے سرگردانی سے رہائی دلادی تو مجھے حیات و ممات سے آگاہ کر دیا اور اس طرح سے میری عقل کے بتکدے کو بتوں سے پاک کر کے حرم محترم بنا دیا۔ وہ بجلی کی طرح میرے سرمایۂ دل سے گزرا اور مجھے سوز و گداز کی لذت سے آشنا کر دیا۔ میری باطل ہستی کو مٹا کر مجھے شراب معرفت کا پیالہ نوش جاں کرا دیا جس کے باعث میں سرمست سرخوش ہو کر لڑکھڑا گیا۔ اور عکس کی طرح سے اپنے آپ سے جدا ہو گیا چنانچہ مدہوش ہو کر میں نے پیراہن خودی کو چاک کر ڈالا اور آنسو کی طرح میں اپنی آنکھ سے ٹپک پڑا۔ وہ میری خاک کو عرش کی بلندی تک لے گیا۔ اور اسے میرے دل کے سپرد کر دیا جس کی بنا پر میری روح کی کشتی کنارے لگ گئی اور میری برائیاں بھلائیوں میں بدل گئیں۔ اب جبکہ عشق نے مجھے مقصد حیات پر دسترس دلائی ہے اور میرا نجات دہندہ ثابت ہوا ہے میں سوائے عشق علی المرتضیٰؑ کے کوئی کہانی بیان کرنے کے لئے نہیں رکھتا اور اس فسانے کے بیان کرنے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اب عام معشوقوں کے جلوے سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ اور اب لے دے کے میرا کام میرے معشوق خاص (علیؑ) کے عشق میں جلنا۔ آہ و زاری کرنا۔ تڑپنا اور پگھلنا ہی رہ گیا ہے۔

وصی خان

حضرت علی علیہ السلام
اور
مسلمانانِ پاکستان

لسان ملت مولانا سید حیدر حسین رضوی

آج دنیا باوجود انتہائی ترقی اور مادی وسائل کی فراوانی کے ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہے۔ آج کا انسان چاند پر تو پہنچ گیا لیکن اس کی روح تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ آج حیرت ناک اسلحہ کے انبار تو ہر چہار جانب ہیں مگر زندگی پہلے سے زیادہ غیر محفوظ اور بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ آج زندگی بظاہر عیش و طرب میں ابھری پڑی ہے مگر باطن ہماری روحیں امن و سلامتی اور سکون و اطمینان قلب کے لئے بے چین ہیں۔ ہر طرف بدامنی، انتشار اور افراتفری کا عالم ہے۔

اگر آج کی دنیا کا تقابل چودہ صدی قبل کی دنیا سے کیا جائے تو حالات ملتے جلتے نظر آئیں گے۔

رسول اکرمؐ کی دعوت کا جب سے آغاز ہوا اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اس کے متعلق حضرت علیؑ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ کھلے خزانے اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جا رہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا چنانچہ اس کے ستون گر گئے۔ اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مٹا گئے۔ اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔ وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے۔ انہیں

کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے۔

ایک دوسرے خطبہ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ اور ساری امتیں مدتوں سے سو رہی تھیں۔ فتنے سر اٹھا رہے تھے سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے دنیا بے رونق و بے نور تھی۔ اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے نا امیدی تھی۔ پانی زمین میں تہہ نشیں ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔ ہلاکت اور گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے۔" نہج البلاغہ :- ترجمہ۔ مفتی جعفر حسین

سرور کائنات کے عالم قدس سے عالم امکان میں جلوہ افروز ہونے سے گلشن عالم میں تازہ بہار آگئی۔ چمنستان دہر میں توحید کی از سر نو داغ بیل پڑی۔ آفتاب صداقت کی روشنی نے کائنات کے ذرے ذرے کو روشن اور منور کر دیا۔

یہ وہ حقائق ہیں جس کا اقرار تو غیر مسلم انصاف پسند حضرات نے بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسٹر موسیلو نے اپنی کتاب "خلاصہ تاریخ العرب" میں تحریر کیا ہے۔

"دنیا جس قدر تاریخ کا مطالعہ کرتی جائے گی اور واقعات عالم کا گہری نظر سے مشاہدہ کرے گی اس کو آپ کی ذات سے وابستگی اور عقیدت ہوتی جائے گی آپ ایک بلند کیرکٹر اور زبردست سیرت کے حامل تھے۔ اس کا انکار کوئی متعصب سے متعصب انسان بھی نہیں کر سکتا۔"

ایک اور جگہ یہ مصنف قرآن کے بابت تحریر کرتا ہے :-

"قرآن ایک قابل عزت کتاب ہے۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق عالیہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں تمام ترقی کے اصول بتا دیئے گئے ہیں۔ قرآن اعتدال اور میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے۔"

مسٹر والٹر مشہور فرانسیسی مورخ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :-

"عرب محمد صلعم ایسا انسان برگزیدہ نہ کبھی پیدا کر سکا اور نہ پیدا کر سکے گا۔ وہ نبی اور سچے نبی تھے۔ زبردست نبی تھے۔ اس میں شبہ کرنا آفتاب میں دوپہر کے وقت

مشتبہ کرتا ہے۔"

مسٹر آرتھر کہتے ہیں:۔

"بلاشبہ آپ ایک زبردست اخلاق و اوصاف کے حامل تھے۔ جس کا گواہ ہمیشہ رہنے والا قرآن ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جو آپ کا احسانمند نہ ہو۔ انسان تو انسان حیوان تک آپ کے احسانات کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج ہماری حالت کیوں بگڑ گئی۔ ہم کیوں تباہ ہو گئے۔ ہماری روح کیوں سسک اور بلک رہی ہے۔ محبوب کبریا رحمۃ اللعلمین کا پیغام فلاح و نجات تو رنگ و نسل قوم و وطن۔ سن و سال کی قیود سے بالاتر ہے۔ لہٰذا اپنی تباہی و بربادی کا شکوہ کرنے سے قبل ہم کو یہ غور کرنا لازم ہے کہ رہبر انسانیت، مصلح اعظم رسول اکرم کے پیغام فلاح و نجات پر ہمارا کتنا عمل ہے۔ مرض کے علاج سے قبل مرض کی تشخیص ضروری ہے۔ حضرت علی کا ارشاد ہے۔ "تیری دوا تجھ ہی میں ہے۔ اور تو نہیں دیکھتا تیرا مرض تجھ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ اور تو نہیں سمجھتا۔"

ہمارے لئے پیغام مسرت آج بھی موجود ہے۔ گلشن عالم میں تازہ بہار پھر آسکتی ہے۔ ہم وحشت و جہالت سے نجات پا سکتے ہیں۔ لیکن اس ہدایت کو قبول کر لینے کے بعد جس پر ہم کل عمل پیرا ہو کر سربلند ہوئے تھے۔ پدرم سلطاں بود سے فائدہ نہیں۔ ہم با عمل بنیں اور فلاح پائیں۔ ہم اپنی کوتاہیوں پر قطعی غور نہیں کرتے۔ صرف مقدر کا شکوہ کرتے ہیں۔ یہ مقدر کی خرابی نہیں یہ ہماری غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر ہماری غفلت کا یہی عالم رہا تو پھر اس سے زیادہ تباہی اور بربادی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

کیا پاکستان کے مسلمان خدا کے اس احسان سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس نے ہم کو اتنی بڑی عظیم مملکت پاکستان کا مالک بنایا۔ خداوند عالم نے تو ہم کو وہ مقام عطا کیا ہے کہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے۔ اور دعوت غور و فکر دیتے۔ لیکن ہم نے خود ہی غور و فکر سے کام نہ لیا۔ ہم نے یہ نہیں سوچا کہ پاکستان کیسے بنا اور اس کے قیام کے بعد ہمارا فرض کیا تھا؟ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر ہوا۔ اسلام کے درس اتحاد پر تھوڑا سا عمل ہوا تھا کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ہم کو اتنی بڑی مملکت کا مالک بنا دیا گیا۔ اب تو خدارا غور سے کام لیجئے کہ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو

نئی مملکت وجود میں آجاتی ہے۔ اور اگر متفرق ہوں تو ہمارے قبلۂ اول پر غیر کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کے نام پر پاکستان بنانے والے مسلمان قیام پاکستان کے فوری بعد بجائے متحد رہنے کے رنگ و نسل، صوبائیت و فرقہ پرستی کی تنگ نائیوں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ قیام پاکستان ہمارے لئے سبب فخر و سعادت ہے۔ لیکن اس فخر و سعادت کا لازمی تقاضہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس سے عہدہ برآ ہوں پاکستان اور ہم اہل پاکستان تمام دنیا کے لئے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ہر خطۂ زمین کا مسلمان پاکستان کو طاقتور دیکھنا چاہتا ہے اس لئے کہ پاکستان اس وقت دنیائے اسلام کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یا ریڑھ کی ہڈی کہہ لیجئے۔ یہ شرف ہمارے لئے مقام شکر بھی ہے اور باعث افتخار بھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واجب ہے کہ ہم اس حقیقت کو بھی سمجھیں کہ جہاں دنیا کے تمام مسلمانوں کی آرزو ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ طاقتور ہوں وہاں مخالفین اسلام کی یہ کوشش ہے کہ پاکستان ختم ہو جائے، ہم تباہ ہو جائیں۔ ہم پر تازیانہ عبرت سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں پڑ چکا ہے ہم عبرت حاصل نہ کریں یہ اور بات ہے۔ مقام صد شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس آدھے پاکستان کو وہی وقار، وہی دبدبہ و ہیبت اور وہی مرکزیت عطا کر دی۔ لیکن ہم اپنے عمل سے اس وقار اور مرکزیت میں اضافہ کے بجائے کمی کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بہت اشد ضرورت ہے کہ ہم میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو مستحکم شیرازہ بندی کی جائے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ جتنا باہمی اختلاف و انتشار، سرکشی آج ہے اس سے پہلے اتنی کبھی نہ تھی۔ آج تو جدھر دیکھئے۔ سندھی، مہاجر، پٹھان کا امتیاز، دیوبندی بریلوی کی بحث، سنی شیعہ برسر پیکار۔ اس صورت میں بقائے پاکستان کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اب بھی وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور انما المومنون اخوۃ۔ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں کے سبق پر عمل کرتے ہوئے دنیا میں اسلام اور پاکستان کے وقار کو اور بلند کریں۔ پھر ہم دنیا کو اخوت انسانی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ ہم آپس کی مذہبی عصبیت اور فرقہ پرستی کا خاتمہ کر دیں۔ ہم پاکستان کی پسماندگی اور دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ رہنے کی پالیسی ترک کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں سچا مسلمان بننا پڑے گا۔

اگر واقعی ہمیں پاکستان اور اپنے سے محبت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہم رسولِ اکرمؐ کی پیروی کریں اور نصرتِ اسلام کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم صرف رسولؐ اسلام کا پیغام ہی فلاح و نجات کا ضامن ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اپنے مکتب فکر کی روشنی میں اپنے نظریہ اور عقیدہ کو صحیح اسلام سمجھتے ہیں اور ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اسلام کا اصل پیغام ہمارے مکتبۂ فکر میں محدود ہے۔ لہٰذا مختلف فرقے متحد ہو کر ایک منزل کی طرف کیسے چل سکتے ہیں؟ منزل سے میری مراد بقائے پاکستان اور اس کو ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دینا ہے۔

تو اس کا سیدھا سادھا جواب تو یہ ہے کہ حصول پاکستان کے موقع پر یہ مختلف فرقے متحد کیسے ہو گئے تھے۔ کیا اس وقت سنی شیعہ، دیوبندی بریلوی، چکڑالوی اہل حدیث فرقے موجود نہ تھے۔ لیکن قیام پاکستان کے مقصد کو سامنے رکھ کر ان سب نے ملت واحدہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ قیام پاکستان کے لیے اتحاد ممکن تھا تو بقائے پاکستان کے لیے بھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اتحاد کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے فرقوں کو سمیٹنے کی کوشش کریں اور حقیقت کی عینک سے دیکھیں تو اسلام کے دو ہی فرقے نظر آئیں گے، سنی اور شیعہ اور ان دو فرقوں کے لیے بھی ایک بات زبان زد خاص و عام ہے کہ ہمارا خدا ایک، کتاب ایک، رسولؐ ایک، قبلہ ایک اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے اختلاف کی بنیاد خدا، کتاب، رسولؐ اور قبلہ نہیں۔ ہم اپنے اپنے مکتبۂ فکر پر قائم رہتے ہوئے خدا، کتاب، رسولؐ قبلہ ایک ہے کہہ سکتے ہیں تو پھر اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ تو کہنا ہی پڑے گا کہ امامت اور خلافت ہم نہیں کہہ سکتے یا ہم نہیں کہتے کہ ہمارا خلیفہ ایک، ہمارا امام ایک۔ مسئلہ خلافت میں مسلمانوں میں باہمی اختلاف یقینی ہے۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود اتحاد اور یکجہتی ممکن ہے۔ ہم اپنے عقیدے اور طرز فکر کو چھوڑے بغیر متحد ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس اتحاد کا مرکزی نقطہ علیؑ ابن ابی طالب کی ذات کو قرار دینا ہو گا۔ علیؑ ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جو وجہ اتحاد بھی بن سکتے ہیں اور وجہ اختلاف بھی۔ وجہ اختلاف کا بیان یہاں غیر ضروری ہے۔ لیکن وجہ اتحاد اس

حضرت علی کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے اور چوتھے کی بحث اگر نہ چھیڑی جائے تو علی کی ذات پر ہم سب متفق ہیں حضرت علی کے لئے ہم سب کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا خلیفہ ایک صدق دل سے علی کو اپنا خلیفہ ایک کہہ کر اپنا رہبر و ہادی تسلیم کریں۔ علی کو رہبر و ہادی تسلیم کرنے میں کسی کے لئے ہچکچاہٹ کا سوال ہی نہیں۔ وہ اس لئے کہ ہم سب اس امر پر متفق ہیں کہ ہماری فلاح و نجات حضورؐ کی پیروی میں ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ واضح طور پر موجود ہے۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** (اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تو خدا (بھی) تم کو دوست رکھے گا۔ لہٰذا محبت خدا اور محبوب خدا بغیر رسول کے پیروی کے ہونا ممکن نہیں۔

کیا حضرت علی کے محبت خدا اور محبوب خدا ہونے سے کسی کو انکار ہے؟ حضرت علی تو رسول اکرم کی پیروی کا ایسا کامل نمونہ تھے کہ آپ کا مثل کوئی دوسرا نہیں۔

دلیل میں آنحضور صلعم کی احادیث موجود ہیں۔ ازالتہ الخلفاء مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب میں تحریر ہے۔

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل نشان اس شخص کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے اور وہ فتح کے بغیر نہیں لوٹے گا۔ سلمہ کہتے ہیں آپ نے حضرت علی کو بلوایا اور آپ کو آشوب چشم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھ میں لعاب دہن لگایا، پھر فرمایا اس نشان کو لیکر جاؤ اور بغیر فتح کئے واپس نہ ہونا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ آپ اس نشان کو لے کر دوڑے اور میں بھی آپ کے پیچھے تھا۔ آپ نے نشان کو ایک نرم پتھر میں قلعہ کے نیچے نصب کر دیا۔ قلعہ کی چوٹی سے یہود دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ کہ تم توریت کی قسم آپ غالب آجاؤ گے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ فتح کر کے واپس لوٹے۔

۲۔ ترمذی نے براء سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کئے۔ ایک پر حضرت علی ابن طالب کو مقرر کیا اور دوسرے پر حضرت خالد بن ولید کو اور آپ نے فرمایا جب قتال ہو۔ اس وقت کل فوج کے علی سردار ہیں۔ حضرت علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں سے ایک لونڈی لے لی۔ خالد نے میرے ہاتھ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھیجا جس میں حضرت علی کی شکایت لکھی تھی۔ وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور وہ خط پیش کیا۔ خط پڑھتے ہی آپ کا رنگ بدل

گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم اس شخص کی بابت کیا خیال کرتے ہو جس کو خدا اور رسول دوست رکھتا ہے اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ میں خدا اور رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔ آپ خاموش ہو گئے۔

ان ارشادات رسول کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ حضرت علی رسول اکرم کی پیروی کا مکمل نمونہ تھے اور آپ ہی کو رسول کی پیروی کے لئے ہمیں اپنا رہبر اور ہادی تسلیم کرنا چاہیئے۔

مزید تقویت کے لئے چند ارشادات رسول اور ملاحظہ فرمائیں۔ ازالۃ الخفا میں تحریر ہے۔

۱۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا رسول خدا نے فرمایا جو میری سی زندگی اور موت اور جنت وخلد (جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے) میں رہنا چاہتا ہے۔ اس کو چاہیئے، علی ابن ابی طالب سے دوستی کرے کیونکہ وہ تم کو ہدایت سے باہر نہ کریں گے اور نہ گمراہی میں داخل کریں گے۔

۲۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ انما انت منذر و لکل قوم ھاد کی تفسیر میں فرمایا رسول خدا منذر تھے اور میں ہادی ہوں۔

عقلی طور پر بھی سمجھا جائے تو انسان کی بلندی کا سبب اس کے صفات ہوتے ہیں۔ صفات کی بلندی محرک ہوتی ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا حضرت علی کی شخصیت کو کسی پہلو سے دیکھا جائے تو وہ ہر صفت میں کمال کی منزل پر نظر آئیں گے۔

ایمان، ایقان، احسان، شجاعت، سخاوت، عبادت، ریاضت، حکمت، عفت علم، حلم، زہد، تقویٰ، وفا، ایثار، کسی صفت کو دیکھیں، علی اس میں ارفع و اعلیٰ ہی نظر آئیں گے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کو اپنا رہبر و ہادی جان کر بے دھڑک اپنا مستقبل ان کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ میں پھر کہوں گا کہ اس سپردگی میں تذبذب کی ضرورت نہیں۔

علی کو جب رسول اکرم نے پرکھ لیا تو ہمارے لئے اندیشہ کا سوال ہی نہیں! یاد کیجئے شب ہجرت۔ اس شب حضرت علی کے چادر اوڑھ لینے سے آپ کے بہت سے جوہر نمایاں ہو گئے۔ شب ہجرت کے عنوان پر سید العلماء مولانا علی نقی صاحب اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

پیغمبر نے جس وقت علی کی شخصیت کو ہر اعتبار سے پرکھ لیا تب علی کو بڑی
بھری تلواروں کے بیچ میں اپنے بستر پر رسول بن کر سونے کی ہدایت کر کے رسولؐ نے ہجرت
کی۔ گویا اپنے سارے مستقبل کو علی کے ہاتھ میں دے دیا۔ علی اگر علی بن کر سوئے ہوتے
تو شاید اتنے خطرہ میں نہ ہوتے جتنا رسول بن کر سونے میں تھے۔ دنیا میں عام طور پر
بھیس بدلے جاتے ہیں لیکن ایسا بھیس بدلا جاتا ہے جس سے اپنی زندگی محفوظ ہو جائے،
علی نے بھی بھیس بدلا لیکن اس بھیس بدلنے کا نیا انداز ہے۔ یہاں تو اس کا بھیس بدلا جا رہا
ہے جس کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ یہ علی کی راہ خدا میں جاں فروشی
تھی اور یہی راز تھا علی کی ثابت قدمی کا۔ جو علی کھنچی ہوئی تلواروں میں بھی سکون کی نیند سو
سکتا ہے وہ میدان میں تلوار ہاتھوں میں لینے کے بعد کیونکر پیچھے ہٹ سکتا ہے۔

ہجرت کی شب رسول کے بستر پر علی کو دیکھ کر کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ علی جس ایمان
یقین، ہمت، شجاعت، وفا، ایثار کے مالک تھے کوئی اور دوسرا نہیں اور جب رسول اپنے
مستقبل کو علی کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں تو ہم پیغمبر اکرم کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرنیوالے
اپنا مستقبل علی کے ہاتھ میں کیوں نہ دیں؟ حضرت علی کے یہ کمالات ہی تو ہیں جو انسان کو جھکنے
پر مجبور کر دیتے ہیں۔ تمام کمالات اور فضائل میں علم کی اہمیت سب سے زیادہ ہے وہ اس لئے
کہ کمالات کا سرچشمہ تو علم ہی ہے۔ حضرت علی کے علم کی بابت آنحضور صلعم نے فرمایا:- **انا مدینۃ
العلم و علیؑ بابھا** میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ جب علی علم کا در تو پھر بغیر اس
در پر آئے علم نبی کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اس در پر ہر طرح کا علم حاصل ہو سکتا ہے حضرت
علی کا یہ قول قرآن مجید کے اس دعوے کی دلیل ہے کہ اس کتاب میں ہر خشک و تر موجود ہے
اور اس خشک و تر کا علم علی کے پاس ہے اس لئے کہ علی اور قرآن ساتھ ساتھ ہیں۔

آنحضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ لہٰذا علی کے ساتھ
ہونا حق کے ساتھ ہونا ہے۔ میں مضمون کو اختتام کی منزل پر لاتے ہوئے دعوت فکر کی صورت
میں حضرت علی کے چند خطبات میں سے کچھ اقتباسات مربوط کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش
کئے دیتا ہوں۔

حضرت علی اہلبیت نبی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"وہ سر خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں۔ علم الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے
مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعہ اللہ نے اس

پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔ امت میں کسی کو آل محمد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان سے آگر ملنا ہے۔ اے لوگو! فتنہ و فساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ تفرقہ و انتشار کی راہوں سے اپنا رخ موڑ لو۔ فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو۔

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے ایک خواہش کی پیروی دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے مگر اتنا ہے جیسے کوئی انڈیلنے والے برتن کو انڈیلے اور اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے۔ اور آخرت ادھر کا رخ کئے ہوئے آ رہی ہے تو تم فرزند آخرت بنو۔ ابنائے دنیا نہ بنو اس لئے کہ ہر بیٹا روز قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں ہے۔ اور کل حساب کا دن ہو گا، عمل نہ ہو سکے گا۔

اللہ سبحانہ نے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک اسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اسے شدت و سختی اور ابتلا و آزمائش میں نہیں ڈال دیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی ہیں اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کیلئے کافی ہے۔

مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں مشکوک اور مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں ان کے نزدیک بس وہی اچھی ہے جس بات کو وہ برا جانیں ان کے نزدیک وہ بری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ گویا ان میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔ اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ میں جو تمہیں خبر دیتا ہوں وہ نبی کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسولؐ) نے جھوٹ

کہا: سننے والا جاہل تھا۔ خدا کی قسم، مجھے پیغاموں کے پہنچانے اور وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا علم ہے اور ہم اہلبیت نبوت کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں جو ان پر ہو لیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہرا وہ گمراہ ہوا اور آخر کار نادم و پشیمان ہوا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آل محمد آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں جب [illegible] ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں۔ اور جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔

اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہیں کرے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا" اب اگر دنیا میں فلاح و نجات حاصل کرنے اور محرومی و مایوسی سے بچنے کے لئے عقل یہ تسلیم کر لے کہ حضرت کے طریقہ کو اپنانا واجب ہے تو حضرت علی کے طرز زندگی کے سمجھنے کیلئے "نہج البلاغہ" مجموعۂ کلام مرتضےٰ کو دیکھیے، سمجھئے اور اس پر عمل کیجئے اس کے مطالعہ سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ کلام مافوق البشر ہستی کا ہے بس اللہ اور رسول کے کلام سے پست اور بشر کے کلام سے یقینی بلند۔ کلام مرتضےٰ مشعل راہ ہے معاشرہ کے ہر فرد کے لئے، چاہے وہ مملکت کا حکمراں ہو یا سپاہی۔ مجتہد ہو یا طالب علم، مالک ہو یا مزدور، تاجر ہو یا خریدار، زمیندار ہو یا کسان لیکن دیکھنا اور سمجھنا شرط ہے۔

منقبت در مدحِ حضرت علی علیہ السلام

بڑی خوش قسمتی ہے خوگرِ مدح و ثنا ہونا
مگر دشوار ہے مدحِ علیؑ کا حق ادا ہونا

بیاضِ دل پہ لکھ جاتا علیؑ مولا، علیؑ مولا
اسے کہتے ہیں اہلِ حق مقدر کارسا ہونا

سرِ محفل، بہ حکمِ رب زبانِ مصطفائیؐ سے
مبارک ہو علیِؑ مرتضیٰؑ کو مصطفیٰؐ ہونا

نبوّت کے سوا سب کچھ علیؑ ہیں بعدِ پیمبرؐ
غدیرِ خم کے میداں میں یہی تھا فیصلہ ہونا

بہر معنیٰ مولا ہیں علیؑ سطحِ پیمبرؐ پر
کہاں ممکن نبوت سے امامت کا جدا ہونا

علیؑ خیبر شکن ہونا بھی اک اعزاز ہے لیکن
بڑا اعزاز ہے محبوبِ محبوبِ خدا ہونا

بغیرِ الفتِ آلِ محمدؐ اے مسلمانو!
کبھی ممکن بھی ہے اجرِ رسالت کا ادا ہونا

نہیں ہے غیر سلمانؓ و ابوذرؓ کے مقدر میں
نبوّت آشنا ہونا، امامت آشنا ہونا

مبارک ہو جہاں بانیٔ دنیا اہلِ دنیا کو
ہمارا فخر ہے بس بندۂ مشکل کشا ہونا

سمٹ آئیں گے سارے فاصلے طولِ مسافت کے
علیؑ کا نام لے کر عازمِ کرب و بلا ہونا

زمانے کی روش پر ہم تو معجزؔ چل نہیں سکتے

سندھی قدیمی محبانِ حضرت علیؑ ہیں

انصار حسین واسطی

وادیٔ سندھ کی تہذیب اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حیات انسانی کی مدت۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدم لنکا سے جدہ کی طرف سفر کرتے ہوئے وادیٔ سندھ سے گزرے تھے۔ جب یونان، عرب، چین اور مصر کی تہذیبیں شباب پر تھیں عین اسی وقت سندھی تہذیب بھی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ مدت دراز تک راجگان ہند کی نگاہیں سلطنت سندھ کی جانب رہتی تھیں۔ یہی زمین ہے جو سکندر اعظم کو اپنی طرف کھینچ لائی۔ اسی سندھ سے ایرانی مدد کے طالب رہتے تھے۔

ظہور اسلام کے بعد مصر، چین اور یونان کی تہذیبیں ماند پڑ گئیں مگر جب عرب میں اسلام کی صبح نمودار ہوئی تو اس صبح کی کرنیں سندھ پر بھی پڑیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ میں "زط" (جاٹ) بھی شامل تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ گو کہ خانہ جنگیوں کا زمانہ تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے سرزمین سندھ کو بطور خاص اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور ثاغر بن دعور کو ایک لشکر کے ساتھ ۳۸ھ میں سندھ کی طرف اس ہدایت کیساتھ روانہ فرمایا کہ کشت و خون سے حتی الامکان دور رہنا کیونکہ آپ نے اس لشکر کی روانگی صرف تبلیغ دین اور استواریٔ تعلقات کے لئے کی تھی نہ کہ فتوحات و ہوس ملک گیری کے لئے۔ یہ قافلہ سندھ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سندھ کی سرحد کیکانان اور کوہ پایہ کے مقام پر بیس ہزار پہاڑی قبائل نے لشکر اسلام کی راہ میں مزاحمت کی۔ اس موقع پر صاحب تذکرۃ الکرام کا بیان ملاحظہ ہو۔ صاحب تحفہ نے لکھا ہے "لشکر اسلام جب نعرۂ تکبیر بلند کر کے آگے بڑھا تو یہ پہاڑی خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے اور کچھ نے امان طلب کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اسی زمانے میں اپنے ایک اور شیعہ کو سندھ کی طرف خیر سگالی کے دورے پر روانہ کیا جن کا نام مورخین نے حضرت حارث بن مرہ لکھا ہے۔ یہ حارث بن مرہ عبدی قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے اور جنگ صفین میں امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کی طرف [illegible] میمنہ

یہ سالار تھے۔ روایت ہے کہ جب اسد اللہ الغالب العلی ابن ابی طالبؑ شہادت کی خبر پا کر لشکر اسلام واپس ہوا ہے تو جناب حارث بن مرہ حضرت علیؑ کی روایت کے مطابق سندھ میں ہی ٹھہر گئے تھے۔

قدیمی تعلقات کا مزید ثبوت

جب حر ریاحی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہ میں مزاحمت کی تو آپ نے اپنی شرائط میں ایک شرط یہ رکھی تھی کہ مجھ کو سندھ (ہند) کی طرف جانے دو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ خصوصی تعلق کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے حضرت امام حسین کے ساتھ جام شہادت نوش فرمانے والوں میں ایک سندھی بھی تھا۔ حضرت امام زین العابدینؑ کی زوجہ سندھی تھیں۔ جناب زید شہید ان ہی سندھی خاتون کے بطن سے تھے اس طرح زیدی سادات ننھیالی سندھی ہیں۔ حضرت زید شہید کے جاں نثار ساتھیوں میں اکثر سندھی تھے۔ بنی امیہ نے جبر و تشدد کے ذریعہ آپ کے جس ساتھی سے آپ کی قبر کا پتہ معلوم کیا تھا یہ بھی سندھی ہے اور اس کا نام یحیٰی بن صنعا ہے ”صاحب عمدۃ الطالب فی الانساب ابیطالب“ کی تحقیق کے مطابق ائمہ علیہم السلام کی اکثر بیویاں سندھی تھیں اس طرح سندھی ائمہ اطہار کے خاندان سے بھی تھے اور جاں نثار و وفاشعار بھی۔

سادات و شیعیان حیدر کرار کا سندھ میں داخلہ

جب جناب زید رحمتہ اللہ علیہ شہید ہو گئے اور سادات و شیعیان علی کے قتل عام کا اعلان کر دیا گیا تو سادات و طرفداران علی علیہ السلام نے سرزمین سندھ کو پناہ گاہ بنایا۔

سندھ میں داخل ہونے والے پہلے شیعہ حارث بن مرہ ہیں اور روایت ہے کہ ۱۱ھ میں حضرت عقیل علیہ السلام کی ایک صاحبزادی ہجرت کر کے سندھ میں تشریف لائی تھیں جو سندھ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد لاہور تشریف لے گئیں۔ لاہور میں آپ کا روضہ مبارک لاکھوں افراد کی امیدوں کا تکمیل کا مرکز بنا ہوا ہے۔ محمد بن قاسم نہ صرف شیعہ تھا بلکہ تحریک تشیع کا اہم ترین رکن تھا۔ زیر نظر مضمون میں سرزمین سندھ پر انقلابات لانے والوں اور سندھ کی قسمت بدلنے والوں میں چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمان مروندی لعل شہباز قلندر، شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ ان دونوں حضرات

لعل شہباز قلندر کا حلقہ ارادت پورے برصغیر و ایران تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت صفی الدین گاذرونی سندھ میں پہلے صوفی ہیں۔ ان کے بعد مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری ہیں۔ یہ زیدی سید ہیں اور عظیم صوفی و ولی ہیں کہ آپ کی ذات سے سندھ نے پوری طرح فیض حاصل کیا۔ آپ کی اولاد میں صوفیا کا ایک طویل سلسلہ ملتا ہے جن میں چند نام یہ ہیں۔ سید احمد کبیر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مخدوم راجو قتال، مخدوم سید ناصر الدین محمود وغیرہ۔

دیگر قابل ذکر اسما یہ ہیں۔ جناب شمس تبریزی، سید علاؤالدین ابو عبداللہ علی بن سعید یہ بھی زیدی سادات سے ہیں۔ میر میراں رضوی، سید بدرالدین تقوی، میر ابوالغیث امیر تیمور کے پوتے۔ سید صنعانی بن سید مرتضیٰ کاظمی، میر معصوم صاحب تاریخ معصومی، سید میر محمد صاحب ترخان نامہ، میر زین الدین صاحب حرزالبشر، میر علی شیر قانع صاحب، تحفۃ الکرام و فتح نامہ، میر محمد عظیم ٹھٹھوی صاحب دیوان آلپور خاندان، شیخ مبارک انہی سندھ کے چشم و چراغ تھے جو بعد میں، اکبر اعظم کے مشیر خاص ہوئے اور جن کے صاحبزادے ابوالفضل و فیضی اکبری نورتن کے اہم رکن قرار پائے۔

ہجرت کر کے آنے والے سادات کی پہلی منزل ٹھٹھ تھا۔ زیر نظر مضمون میں ٹھٹھ کی طرف آنے والے اہم افراد کے ناموں کا ذکر بھی ناممکن ہے اس لئے صرف خاندانوں کا نام درج کیا جا رہا ہے ٹھٹھ شہر میں داخل ہونے والے اور بسنے والے سادات کے سلسلے یہ ہیں سادات شیرازی، سادات مشہدی، سادات ماژندرانی، سادات سبزواری، سادات کاشانی، سادات بلگرامی، علوی سادات، حسینی سادات، زیدی سادات عابدی سادات، نقوی سادات، تقوی سادات، رضوی سادات اور کاظمی سادات۔

سندھیوں کے گلہائے عقیدت

سرزمین سندھ کے شعرا بھی اہلبیت اطہار علیہم السلام کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ چنانچہ لعل شہباز فرماتے ہیں۔ "حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضےٰ علی ہستم۔

شاہ بھٹائی فرماتے ہیں۔ پیا کوٹ کفار جا اچی علی شیر

جانب جالی کا ایک شعر۔ آءُ معجز وچوان تو مسلے لکنا جو تیءُ عالم

مرتضیٰ جو مرتبا معلوم مرسل جام کی ہے ان جا عزت جو نہ اطلاع اہ خاص د...

عثمان کلہوڑی: ھو علی شیر اللہ جو اعلیٰ ساٹی اقبال

شاہ پچل: علی ولي تو منکر ماري بت يجهي ٿو مهتون سزاري

عظیم ٹھٹھوی: خانہ زاد خدا وصی نبی / اخ نہ ان علی ولی اللہ
مرد را مرد راہ حق سازد / شاہ مرداں علی ولی اللہ

شاہ جہانگیر ہاشمی: شاہ ولایت علی مرتضیٰ / شیر خدا ابن عم مصطفیٰ

علی شیر قانع: باشد میان محفل قدوسیاں مدام / نام علی وظیفہ ارواح چوں سپاس

سرزمین سندھ پر آثار مرتضوی

تاغرین بن دعود اکے اسلامی لشکر نے پہاڑی بلوچوں سے مقابلے کے دوران جس مقام پر نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔ اس مقام کو اب لاہوت لامکاں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بارھویں ہجری کے اختتام تک زمانۂ جنگ میں اس مقام سے نعرۂ تکبیر کی آواز آتی تھی۔ یہ مقام آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت علی اس مقام پر بنفس نفیس تشریف لائے۔ اس مقام پر کئی ایسے نشانات موجود ہیں۔ یہاں ایک غار ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس غار سے مکہ معظمہ اونٹ کے تین دن کے سفر پر واقع ہے۔

قدم گاہ مولا علی علیہ السلام

پتھروں پر حضرت علی کے قدموں کے نشانات سندھ میں کئی جگہ موجود ہیں۔ حیدرآباد اور مکلی کے نشانات کی زیارت عام ہے۔ مکلی میں قدم گاہ سے منسلک ایک قدیمی مسجد اور امام بارگاہ موجود ہے جو فن تعمیر کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

حضرت علی کا کنواں

سیہون کے نزدیک ایک کنواں ہے جس کا پانی نعرۂ حیدری لگانے سے جوش مارتا ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

محبان علی ہونے کا سندھیوں کو بجا طور پر فخر حاصل ہے چونکہ ایران کے بعد سندھ کو اولیت حاصل ہے۔ ایران اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی سسرال ہے تو سندھ حضرت امام زین العابدین کی سسرال۔ ایران میں روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہے تو سندھ میں حضرت علی کا فیض عام ہے اور یہ فخر تو صرف سندھیوں ہی کو حاصل ہے کہ

حضرت غنی علیہ السلام نے اپنا پرچم سندھ سے جانے والے ایک وفد کو عنایت فرمایا جس کا عکس سندھ کے چپہ چپہ پر نظر آتا ہے اور جس کی مناسبت سے سندھیوں کی غالب اکثریت خود کو مولائی کہتی ہے۔

مخصوص تبرکات

اوچ (بھاولپور) کے خانوادہ بخاریہ میں چند نوادرات و تبرکات آج تک محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ آنحضرت کی دستار مبارک ۲۔ پنجتن پاک کی چادر (کساء یمنی)
۳۔ جناب سیدہ کی ردائے مبارک ۴۔ حضرت حسنین کی تلواریں۔ قمقام و صمصام

اوچ کا خانوادہ گیلانیہ میں بھی چند تبرک محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔
جناب رسول خدا کا نقش قدم مبارک اور حضرات حسنین علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھے ہوئے بعض حصص قرآن مجید۔

--- • • • ---

"علیؑ اللہ از ازل گفتم"

حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ در مدحِ علیؑ

۱

از مئے حُبِّ شاہ سرمستم — بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
من بغیر از علیؑ ندانستم — علیؑ اللہ از ازل گفتم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲

جام مہرِ علیست در دستم — بادہ زاں جام خوردہ مستم
رندِ بیباکِ حیدری ہستم — کمر اندر قلندری بستم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳

از علیؑ بادلم ثنا خوانم — شاہ اقلیم ھل اتیٰ خوانم
مالکِ تختِ قل کفیٰ خوانم — وارثِ تاجِ اِنّما خوانم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۴

سرورِ ہر کہ مرتضیٰ باشد — بے شک آں شخص اولیا باشد
سرورِ دینِ مصطفےٰ باشد — وردِ آں نامِ مرتضےٰؑ باشد

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۵

بادۂ مہرِ انوری زدہ ام سکۂ ضربِ قنبری زدہ ام
کوسِ دینِ پیمبری زدہ ام جامِ لبریز حیدری زدہ ام

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۶

برائے مہرِ شاہ می پویمؑ چوں نصیری کہ بندۂ اویمؑ
یا علیؑ دائم علیؑ گویم جز علیؑ دیگری نمی پویم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۷ بہر

پیرِ من شاہ من اللہ من است نورِ ایمان حُبِّ شاہ من است
سایۂ لطفِ او پناہ من است صادقم شاہِ من گواہ من است

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۸

رد بتیش ردیتِ خدا دانم نورِ حق کے زِ حق جُدا دانم
ذاتِ پاکت خدا نما دانم گر تواں ذاتِ مصطفےٰؐ دانم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۹

غیر حیدر کرا تو میدانی کافری و یہودی، نصرانی

بندۂ دم رہ مسلمانی   ہست ایمان علیؑ تفسیر الرّفی

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

١١٠

اسد اللہ یم ید اللہ ہست   ولی اللہ مظہر اللہ ہست

حجۃ اللہ قدرت اللہ ہست   بے تغیر ذات اللہ ہست

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

١١١

وصی مصطفیٰؐ علیست بگو   سرور اولیاء علیست بگو

نور ایمان ما علیست بگو   [illegible] رہنما علیست بگو

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

١١٢

عاشق کا طاق مستانم   ہادیِ سالکان عرفانم

سرگروہ تمام رندانم   چون سگ کوئے حیدر دانم

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

١١٣

ہست علیؑ امیر ساقیِ کوثر   ہست علیؑ قاسم نعیم و سقر

ہست علیؑ حاکم قضا و قدر   [illegible]

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

انچہ در وصفِ مصطفیٰ گویم   سرِ اسرار بر ملا گفتم
ہمہ از نعتِ مرتضیٰؑ گفتم   حرفِ حق راست بر سخا گفتم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۵ —

یا علیؑ من زِ تو ترا خواہم   چوں نصیری دگر کرا خواہم
در دو عالم بگو کرا خواہم   جز تو کیست تا ورا خواہم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
حیدریم قلندرم مستم

— ۱۶ —

چاردہ تن شفیع عصیانم   مہر ایشاں بجان ایمانم
دمبدم نام ایشاں ہمی خوانم   غیر ازیں چاردہ نمی دانم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۷ —

حضرت سیدۃ النساء زہراؑ   زیب ازیافت عصمت و تقویٰ
ہست مقصومہ او سبزد خدا   می کنم لعن دشمنِ اُو را

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۸ —

نور تاباں ز مہر شاہ نجف   حسنؑ مجتبیٰ بود اشرف

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۹ —

گوہرِ بحرِ شاہوارِ علیؑ   شاہِ مظلوم حسینؑ ابنِ علیؑ

چوں بدر عالمی خفی و جلی   دشمنش را زنم ز تیغ بلی

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۲۰ —

نورِ چشمِ شہیدِ کرب و بلا   عابدین شاہ رضا بالقضا

آدم ابتدائے آلِ عباؑ   لعن خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۲۱ —

آں نبیؐ صورتِ علیؑ افعال   باقرؑ دیں پناہ نیک خصال

نطقِ اُو نطقِ ایزدِ متعال   دلم از مہرِ اوست مالا مال

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۲۲ —

وارثِ دینِ پاکِ پیغمبرؐ   مذہبِ شرعِ صادقِ جعفرؑ

واقفِ سرِّ خالقِ اکبر   ہست تشبیہ شانِ پیغمبرؐ

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

[illegible] ہست اسلام را ازو رونق
دشمنِ اوست کافرِ مطلق بشنوائے خارجی سگ و احمق

حیدریم قسندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

۲۴

شاہِ دین علیؑ رضاست بگو وصی نفسِ مصطفیٰ است بگو
بلکہ خود عینِ مصطفیٰ است بگو خصم او دشمنِ خدا است بگو

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۵

اتقیا با تقیؑ تمام کنم تقیِؑ آں تقیؑ امام کنم
فیضِ او بہرِ خاص و عام کنم لعن بر دشمنش مدام کنم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۶

قبلۂ دینِ من علیؑ نقی پاک و معصوم ہست مثلِ علیؑ
مہرِ او ہست مہرِ دینِ نبیؐ گشت اعدائے او لعین و شقی

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۷

حسنؑ عسکری بعد او جو حسنؑ انس و جاں را امام شاہِ زمن
خلقِ او بود چوں نبی احسن حاسدش را منم عیاں دشمن

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۸

باصفاتِ علیؑ بن ابی طالب مہدیؑ ہادیِ بشرِ غالب

حُبِّ او گشت بر ہمہ واجب بر ظہورش منم زجاں طالب

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۹

قائمِ آلِ مصطفےٰ مہدیؑ قاتلِ خصمِ مرتضیٰؑ مہدیؑ

بخدا است امامِ ما مہدیؑ چوں علیؑ مظہرِ خدا مہدیؑ

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۰

چوں بہ اعدائے دیں کمر بستم تیرِ حیدری ہست در دستم

قاتلِ آں جماعتی ہستم ضربِ لعنت زنم کہ من مستم

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۱

چوں مسلمانیم علیؑ دانم در تولّا بصدق و ایمانم

در تبرّا چو تیغِ بُرّانم بر عدو ذوالفقار میرانم

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۲

لعن گفت آنکہ از حلال بزاد　　لعن آنہا کنم شوم آزاد

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۳

بر دلے خارجی سگ و احمق　　پیشِ من ہیچ مگو بق بق

بشنوائے خارجی خبیث مطلق　　پیرِ من مرتضیٰ علیؑ است بحق

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۴

کمترین شاہِ ذوالفقارم من　　باک از خارجی ندارم من

چون نصیری کہ نام دارم من　　علیؑ اللہ آشکارم من

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۵

ابنِ ملجم شد از نفاق خراب　　خائن ابن زیاد ست خطاب

شمرِ ملعون بود بہرِ عذاب　　میکنم لعن ہر سہ بہر ثواب

حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۶

کرد ایزد بران سہ گبر لعین　　لعنت بے نہایت و نفرین

فرض لعن شان بصاحب دین　　می کنم لعن بر سہ بہر یقین

حیدریم قلندرم مستم

۳۷

این سه مردود را بجاں بزنم   کفش لعنت بر فرق شاں بزنم
این سه نامراد بجاں بزنم   چوبِ دستِ قلندراں بزنم

حیدریم قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۸

من حسینیِ حلقه در گوشم   بادشه کے شود فراموشم
عشق شه بردا است از ہوشم   جو نصیری بنده مدہوشم

حیدریم قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۹

به زِ خلدِ بریں رهِ نجف است   جانِ من عازمِ رهِ نجف است
چشمهٔ کوثراں شهِ نجف است   میرسم رہبرم شهِ نجف است

حیدریم قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۴۰

به نجف می رسم شاه نجف   در جہاں یافتم پناه نجف
سرمهٔ چشم گردِ راه نجف   برسازد دائے الله نجف

حیدریم قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۴۱

یا علیؑ ولی شیر مرداں   بحق مصطفیٰؐ و عترتؑ آں

حیدریم قلندریم مستیم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستیم

۳۲۲

من مسلمانم علیؑ دانم — در تولای صدق ایمانم
در تبرا چو تیغ برانم — شرف این ذوالفقار عریانم

حیدریم قلندریم مستیم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستیم

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ

"جب سے میں پیدا ہوا، میں نے راحت و سکون نہ دیکھا۔ خدا کا شکر ہے بچپن کا عالم تو وقت میں رسالت آپ صلعم کے ساتھ گزرا۔ بڑا ہوا تو جہاد میں مصروف ہو کر مشرکین و منافقین کو آنحضرتؐ سے ہٹاتا رہا۔ وفات رسول اکرمؐ کے بعد سخت آزمائش کا زمانہ جھیلا، مگر تمام مصیبتوں کا صبر و ضبط سے مقابلہ کیا۔ الحمد للہ کہ امتحان کا پورا زمانہ ہدایت پیغمبرؐ کے مطابق جہاد صبر و رضا پر گزرا۔ آخر صبر و عمل ہی میں بڑھاپا آگیا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سمٹے تو بنے نقطہ پھیلے تو یہ قرآں ہے
اِس پیکرِ معنیٰ کی تفسیر نہیں ممکن
علی علی
علیہ السلام
حصہ
دوم
مرتبہ
محمد وصی خان
کردہ اَم این نذرِ مولائے نجف
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف
کتاب ملنے کے پتے
محفلِ حیدری، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸
احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی
محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی
ناشر
رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار - کھارادر - کراچی ۲